برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ قادریہ کے بانی
فرزند حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ
قطب الہند
سیدنا عبدالوہاب جیلانی
غلام یحییٰ انجم بستوی

برِصغیر پاک و ہند میں سلسلہ قادریہ کے بانی

فرزندِ حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ

قطب الہند

سیدنا عبدالوہاب جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ

تصنیف

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم بستوی مدظلہ

صدر شعبۂ علومِ اسلامیہ ہمدرد یونیورسٹی دہلی

ناشر

شبیر برادرز

۴۰۔ بی ۰ اُردو بازار ۰ لاہور

نام کتاب : قطب الهند سیدنا شیخ عبدالوہاب جیلانی قدس سرہ
مصنف : ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صاحب بستوی
صدر شعبہ علوم اسلامیہ ہمدرد یونیورسٹی دہلی
تقدیم : محمد منشا تابش قصوری لاہور
باراول : ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ / جولائی ۲۰۰۰ء
ناشر : شبیر برادرز ۴۰ اردو بازار لاہور۔
قیمت : 100 روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرف اوّلیت

محمد منشاء تابش قصوری

هو الاول والآخر و الظاهر و الباطن و هو بكل شئی علیم ٥

اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ ہی اپنی شان کے مطابق اول بھی ہے اور آخر بھی، ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اور وہی ہر چیز پر علیم ہے یہ معجزانہ کلمات حمد و تقدیس الٰہی پر بھی مشتمل ہیں کہ اس نے ازخود اپنی کبریائی کا خطبہ بیان کرتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرمائے اور سید المرسلین جناب احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کی نعت و توصیف کو بھی شامل ہیں کہ انہی اسمائے وصفی سے اپنے محبوب کی تعریف فرمائی۔

تلاش و جستجو انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔اس کے دل و دماغ میں یہ دھن سوار ہے کہ ہر نئی بات میں اوّلیت کا شرف کسے حاصل ہوا۔اسی سوال کے جواب میں خالق کائنات نے اعلان فرمایا ھوالاول، وہی ہے اول۔

اس کے بعد انسان کے حاشیۂ خیال میں پھر سوال ابھرا کہ تخلیقات میں اولیت کے شرف سے کون مشرف ہوا؟اس کا جواب تو وہی دے سکتا ہے جسے خالق کل کی جملہ تخلیقات کا علم ہو۔چنانچہ ایک دن نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے پوچھ ہی لیا۔قال قلت یا رسول اللہ بابی انت وامی اخبرنی عن اول شیٔ خلقه الله تعالیٰ قبل الاشیاء؟

وہ کہتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گزارش کی یا رسول اللہ ﷺ میرے والدین آپ پر قربان! مجھے بتا دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کسے

تخلیق فرمایا؟

قال یا جابر ان الله تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نورنبیك من نوره (الحدیث) آپ نے فرمایا اے جابر تمام اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو تخلیق فرمایا۔ جبکہ اس وقت لوح و قلم، جنت، جہنم، فرشتے، زمین و آسمان، چاند، سورج، ستارے، جن اور انسان کچھ بھی نہ تھا۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہوا: اول ماخلق الله نوری۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں ہر چیز سے پہلے میرے نور کو تخلیق فرمایا۔ نیز نبوت میں اولیت کے شرف سے مجھے ممتاز فرمایا: کنت نبیاً وانّ آدم لمنجدل فی طینة۔ میں تو اس وقت ہی نبوت سے سرفراز ہو چکا تھا۔ جبکہ آدم علیہ السلام ابھی اپنے میٹریل میں ہی تھے اور پھر عالم ارواح میں جب تمام روحوں سے پوچھا جا رہا تھا اَلَستُ بِرَبِّکُم؟ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو قالوا بلیٰ کہنے میں سب سے پہلے آپ ہی کی روح مقدس تھی اور ذاتِ خداوندی پر سب سے پہلے آپ ہی ایمان لانے کا اعلان فرمانے والے ہیں۔ اول من آمن بالله وبذلك امرت وانا اول المؤمنین، اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس پر جو سب سے اول ایمان لائے اور اس کے حکم پر سر تسلیم خم کیا۔ وہ پہلا مومن میں ہی ہوں۔ واول من تنشق عنه الارض واول من یؤذن له بالسجود اول من یفتح له باب الشفاعة واول من یدخل الجنة، روز حشر کے لئے جب زمین شق ہو گی تو سب لوگوں سے پہلے زمیں سے میں ہی باہر آؤنگا اور قیامت کے دن سجدہ کرنے کا شرف اول مجھے ہی نصیب ہو گا اور مجھے ہی سب سے اول شفاعت کے حقوق دیئے جائیں گے۔ نیز جنت میں جانے کا شرف اولین مجھے ہی حاصل ہو گا۔

پہلے انسان؟

جب ہم عالم انسانیت کے ہزاروں سال پھیلے ہوئے اربوں، کھربوں انسانوں میں سے پہلے انسان کے بارے سوال کرتے ہیں کہ وہ کونسی ہستی ہے جسے پہلے انسان ہونے کا شرف نصیب ہوا تو قرآن کریم سے ہمیں اس سوال کا جواب ملتا ہے وہ حضرت ابوالبشر حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے جنہیں نہ صرف پہلے انسان ہونے کی عظمت سے نوازا گیا بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ جل و علیٰ کے پہلے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے بھی متعارف کرایا گیا اور یہی وہ پہلی ہستی ہے جسے انسانوں کے پہلے باپ ہونے کی سعادت کا شرف ہوا۔

پہلا گھر:

روئے زمین پر ہر سمت سینکڑوں ممالک اور لاکھوں شہر، کروڑوں، قصبے اربوں بستیاں پائی جاتی ہیں۔ مگر کسی بھی شہر یا بستی کے بارے اگر سوال کیا جائے کہ اس شہر میں کونسی کوٹھی، محل یا مکان سب سے پہلے بنایا گیا تو جواب میں خاموشی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوگا مثلاً دہلی یا لاہور جو پاک و ہند کے دو ۲ تاریخی شہر ہیں ان میں کسی ایک سے متعلق سوال کیا جائے کہ لاہور یا دہلی شہر میں کونسا پہلا گھر ہے جسے اولیت کا شرف حاصل ہوا تو کوئی بھی شخص بتانے سے قاصر ہوگا بلکہ ان شہروں کا گزٹ اور تاریخ بھی خاموش ہوگی۔ لیکن اس کے برعکس، مشرق و مغرب جنوب اور شمال کے افق تک پھیلے ہوئے ہزارہا شہروں اور ملکوں کے باوجود جب ہم سوال کرتے ہیں کہ اس وسیع و عریض روئے زمین میں وہ کونسا گھر ہے جو سب سے پہلے بنایا گیا تو اس کا جواب ہمیں قرآن کریم سے یوں عطا ہوتا ہے اول بیت وضع للذی ببکۃ مبارکۃ (الایۃ)

کہ سب سے پہلا گھر جو بنایا ہے وہ مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف ہے۔

دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا

ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا

اولیت کا سوال ہر چیز کے بارے ہو سکتا ہے اور صرف اسی سوال کے جواب میں ہزار ہا مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ جن کے لئے ضخیم ترین دفاتر بھی ناپید ہوں مثلاً اسلامی تاریخ میں یہ سوال و جواب روز روشن کی طرح چمک رہا ہے کہ سب سے پہلے امت محمدیہ میں اسلام لانے کے شرف کسے حاصل ہوا۔ جوان مردوں میں پہلے اسلام کون لائے اور عورتوں میں یہ شرف پہلے کسے نصیب ہوا۔ بچوں میں اولیت کی سعادت کس نے پائی اور غلاموں میں سب سے پہلے اسلام لانے کی نعمت سے کون سرفراز ہوا۔ آیہ کریمہ السابقون الاوّلون من المهاجرین والانصار . ایسے ہی سوالات کے جوابات کی امین ہے۔

ذرا آگے بڑھیے تو اسلام میں سب سے پہلی مسجد کے بارے سوال ہوتا ہے تو جواب میں مسجد قباء شریف کی زیارت ہوتی ہے۔ سب سے پہلے اسلامی مجتہد کو نگاہیں تلاش کرتی ہیں تو امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات والا برکات کا نام نامی صفحات تواریخ میں جگمگاتا دکھائی دیتا ہے۔

الغرض اولیت کی حدود کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے اہل علم و قلم کے لئے یہی اشارے کافی ہیں۔ ان تمام معروضات پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ پیش نظر کتاب

"ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کے بانی قطب الھند سیدنا عبدالوہاب جیلانی قدس سرہ" کے عالی مرتبت مصنف ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم بستوی دامت برکاتہم

ر

العالیہ، جو میرے قدیم محسنین و محبین میں شامل ہیں۔ پاک و ہند کے محققین میں انہیں ممتاز مقام حاصل ہے۔ تحقیق پر موصوف کی بڑی گہری نظر ہے۔ ان کے قلم میں گہرائی اور گیرائی کی صفتیں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ انہیں بات کہنے اور لکھنے کا ڈھنگ ہے۔ ان کا انداز تحریر اور اسلوب تفہیم بڑا موثر اور پائدار ہے۔

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کی ہر تصنیف اور ہر مقالہ حکمت کا خزانہ لئے ہوتا ہے یہ ایسے نوجوان اسکالر ہیں کہ عمر رسیدہ دانشور انہیں خراج محبت و تحسین پیش کرتے نظر آتے ہے۔ دل چاہتا ہے ان کی علمی، فکری، تحقیقی، تاریخی اور سوانحی تصانیف کا بھرپور تعارف کرایا جائے مگر اختصار دامن گیر ہے۔

پیش نظر تحقیقی تصنیف "قطب الھند سیدنا عبدالوہاب جیلانی قدس سرہ" سے ہی آپ خاصی حد تک حضرت انجم بستوی کی متاثر ہو نگے جس کے ذریعے انہوں نے ہندوستان میں سلسلہ قادری کے بانی کی تلاش و جستجو کے بعد ڈھونڈ نکالنے میں کمال کر دکھایا اور ہندوستانی حکومت کے اعلان کردہ "نوجوان محقق کیریئر ایوارڈ" ۱۹۹۳ء کو بڑی شان سے حاصل کیا۔ تفصیل کتاب کے ابتدائیہ میں ملاحظہ فرمائیے گا۔ تاہم راقم محب مکرم حضرت ڈاکٹر انجم بستوی صدر شعبہ علوم اسلامیہ سیدیونیورسٹی دہلی کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے انتہائی فرحت و انبساط کا اظہار کرتا ہے کہ جنہیں ہندوپاکستان کی وسیع علمی دنیا میں سلسلہ قادریہ کے بانی پر نہایت جاندار تاریخی، علمی اور تحقیقی کتاب لکھنے کا شرف اوّلیت حاصل ہوا۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ذالك فضل الله یوتیه من یشاء والله ذوالفضل العظیم

آخر میں یہ وضاحت بھی باعث مسرت ہوگی کہ موصوف نے اپنے گرانقدر خطوط میں راقم کو اس کتاب کی اشاعت کی خصوصی اجازت مرحمت فرمائی جسے میں اپنے دیرینہ رفیق کار، اہل سنت و جماعت کی کثیر کتب کے ناشر مکرم جناب ملک شبیر حسین صاحب کو شائع کرنے کے لئے پیش کر رہا ہوں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ ﷺ وعلی آلہ وصحبہ و بارك وسلم، سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیوض و برکات سے بہرہ مند ہوتے زیادہ سے زیادہ عمدہ ترین کتب کی اشاعت کی توفیق مرحمت فرماتا رہے اور ہمیں بھی اپنی نوازشات کریمانہ کا اہل بنائے۔ آمین ثم آمین

فقط

محمد منشاء تابش قصوری

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
خطیب جامع مسجد ظفریہ مرید کے (پاکستان)

۲۶ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ

۳۰ جون ۲۰۰۰ء جمعۃ المبارک
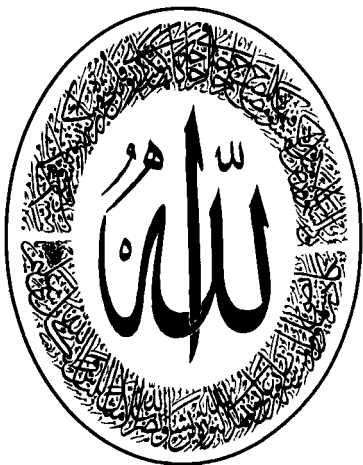
قطب الہند کی کہانی تصاویر کی زبانی
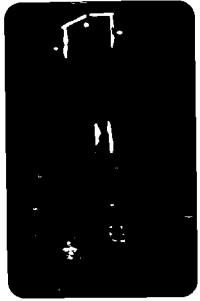
بلند دروازہ درگاہ بڑے پیر ناگور شریف، راجستھان

غوثیہ مسافر خانہ درگاہ بڑے پیر ناگور شریف
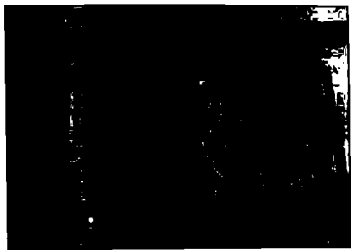
وہ قدیم کتبہ جو درگاہ بڑے پیر ناگور شریف کی مسجد میں سیکڑوں سال سے نصب ہے۔
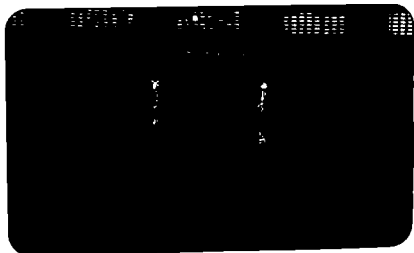
درگاہ بڑے پیر ناگور شریف کی وہ قدیم مسجد جس کی تعمیر حضرت سید نا محمد غوث جیلانی
ثانی علیہ الرحمہ کی سجادگی کے دوران ہوئی۔
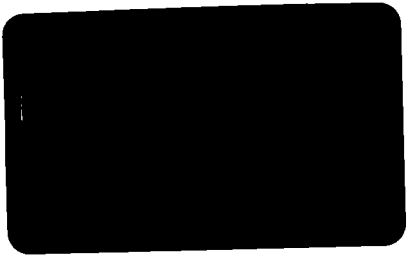
درگاہ بڑے پیر ناگور شریف کی وہ گدی جس پر صاحب سجادہ ایام عرس مخصوص وقت میں جلوہ افروز ہوتے ہیں۔

چلہ قطب الہند حضرت شیخ عبدالوہاب جیلانی علیہ الرحمہ اجمیر شریف جو چلہ بڑے پیر صاحب سے مشہور ہے۔

آستانہ عالیہ قطب الہند شیخ
عبدالوہاب جیلانی ناگور شریف
(علیہ الرحمۃ والرضوان)
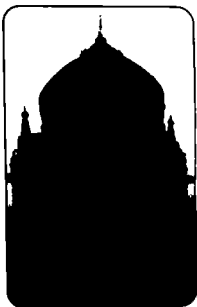
کیبجڑے کا وہ درخت جس کے سائے
میں قطب الہند نے قیام کیا اور سالہا سال
عبادت کی۔

درگاہ بڑے پیر ناگور شریف میں
محفوظ عمامہ شریف جس کی نسبت قطب
الہند شیخ عبدالوہاب جیلانی علیہ الرحمہ کی
طرف کی جاتی ہے۔

درگاہ بڑے پیر میں محفوظ عصامبارک
جس کی نسبت قطب الہند شیخ عبدالوہاب
جیلانی علیہ الرحمتہ والرضوان کی طرف کی
جاتی ہے۔
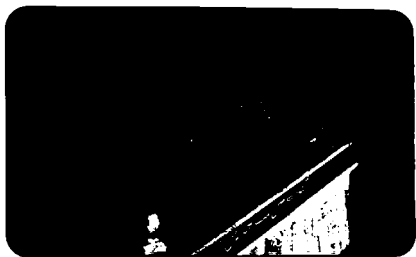
مزار اقدس قطب اللہ حضرت شیخ سیف الدین عبدالوہاب جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان
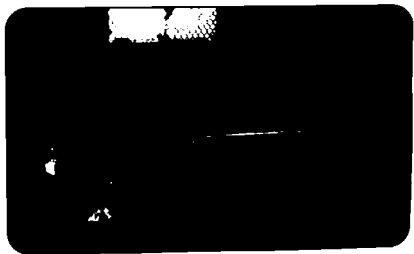
مزار اقدس بانی بانی زادہ قطب اللہ حضرت شیخ عبدالوہاب جیلانی علیہما الرحمۃ والرضوان

قطب الہند شیخ عبدالوہاب جیلانی کی طرف منسوب سیکڑوں سال قدیم مخطوطہ قرآن حکیم

پالکی جسے بادشاہ عالمگیر غازی نے ۱۰۹۱ھ/۱۶۸۰ء میں درگاہ بڑے پیر ناگور شریف کے
سجادہ نشین حضرت سید محمد حامد علیہ الرحمہ کو نذر کی تھی۔

JAMIA HAMDARD

(HAMDARD UNIVERSITY)

HAMDARD NAGAR
NEW DELHI - 110062

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، صدر، شعبہ علوم اسلامیہ، ہمدرد یونیورسٹی، ہمدرد نگر، نئی دہلی ۶۲

Dr. Ghulam Yahya Anjum Head Department of Islamic Studies, Jamia Hamdard, Hamdard Nagar, New Delhi-110062

20 June 2000

محب گرامی قدر حضرت مولانا محمد منشا تابش قصوری صاحب

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

سلام ورحمۃ

تین ماہ کے طویل سفر کے بعد جب ۱۵ر جون کو دہلی واپس آیا تو آپ کا گرامی نامہ باصرہ نواز ہوا آپ کی اس کرم نوازی اور کرم فرمائی کا بے حد شکریہ

مدیر الکوثر کے ہمراہ گرامی نامہ حکم کے مطابق بذریعہ ڈاک ارسال کردیا ہے۔ مرسلہ کتاب "ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کے بانی قطب الہند شیخ عبدالوہاب جیلانی" آپ کو پسند آئی اس کے لئے شکریہ۔ زیر نظر کتاب "تاریخ سلسلہ قادریہ" نامی کتاب کا نصف آخر ہے اس کا نصف اول بانی سلسلہ قادریہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کے فضائل ومناقب پر مشتمل ہے جس میں ایک بیباکانہ "نقد" نظریے تحقیق پیش کی گئی ہے۔ اگر یہ دونوں حصے ایک ساتھ "شمالی ہند کے حوالے سے تاریخ سلسلہ قادریہ" کے نام سے طبع ہو جاتے تو بہت اچھا ہو جاتا۔ پس ان دنوں اس کا نصف اول مدیر افکار رضا جناب محمد زبیر کے پاس ہے شاید وہ اس کتاب کے چھاپنے کی تیاری میں ہوں۔ سیرۃ قطب الہند جیلانی نامی کتاب اگر شائع ہو رہی ہے تو اس پر آپ خود ہی ایک نظر ڈال لیں بلاشبہ اس سے کتاب کی عظمت دوبالا ہو جائے گی اور اگر حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب بھی اس پر دو لفظ لکھ دیں تو کیا کہنے، میری یہ کاوش تو رشک نور میں تبدیل ہو جائے گی۔

میری کتاب "دارالعلوم دیوبند کا بانی کون" شاید آپ کو ابھی نہیں ملی اس لئے کہ اس کتاب کے تعلق سے آپ کے کسی خط میں کوئی ذکر نہیں، مجھے یاد آتا ہے کہ شاید وہ کتاب میں نے آپ کی خدمت میں ارسال کردی ہے پھر بھی اگر نہ ملی ہو تو لکھیں تاکہ خدمت عالیہ میں ارسال کی جا سکے۔

اس وقت درج ذیل کتابیں چھپنے کے لئے تیار ہیں ان کی اشاعت اور مقبولیت کے لئے دعاؤں کا خواستگار ہوں

۱۔ تاریخ مشائخ قادریہ جلد اول (یہ کتاب اتر پردیش کے مشائخ قادریہ سے متعلق ہے)

۲۔ مزارات پر حاضری اور اس کے آداب

۳۔ ذکر مرشد (حالات ومناقب حضرت مولانا شاہ محمد مشاہد رضا قادری علیہ الرحمہ پیلی بھیت شریف)

حضرت مفتی صاحب قبلہ اور حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب اور دیگر مخلصین کی خدمت میں سلام عرض کریں

والسلام مع الاکرام

(غلام یحییٰ انجم)

Res: A-1 Block Hamdard State, Pul Pahladpur, New Delhi - 110044 Phone: (11-)[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری مدظلہ لاہور

تعارف

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صدر شعبۂ علوم اسلامیہ ہمدرد یونیورسٹی نئی دہلی کے سابق استاد شعبۂ دینیات، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے فاضل، یو-پی بورڈ، انڈیا سے تین، جامعہ اردو علی گڑھ سے تین، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے تین سندیں حاصل کر کے آخر اللہ کر یونیورسٹی سے عربی میں پی، ایچ، ڈی کر چکے ہیں، اس کے علاوہ ایک درجن سے زیادہ علمی اور تحقیقی کتب کے مصنف ہیں۔ تین ایوارڈ حاصل کر چکے ہیں:

1- یونیورسٹی مڈل، از مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ ۱۹۸۲ء
2- نوجوان محقق کیریئر ایوارڈ، از حکومت ہند ۱۹۹۳ء
3- کندن لال اشکی ایوارڈ، از روہیل کھنڈ یونیورسٹی ۱۹۹۷ء

ڈاکٹر صاحب کی اسانید دیکھئے، ان کی فاضلانہ اور محققانہ تحریرات کا مطالعہ کیجئے، آپ لازماً اپنے خیال میں ایک معمر اور کہنہ مشق شخصیت کا تصور قائم کریں گے۔ لیکن ملاقات ہونے پر آپ یقیناً حیرت میں ڈوب جائیں گے اور یہ ماننے کے لئے مشکل ہی سے تیار ہوں گے کہ یہ جواں سال اور جواں ہمت ہی ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم ہیں۔ لیکن ان کا باوقار چہرہ، پیشانی سے جھلکتی ہوئی انجم سعادت کی چمک، زندگی اور متانت سے بھر پور گفتگو اس تیقن کا باعث بنتی ہے کہ یہی ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم ہیں۔

راقم کی ان سے پہلی ملاقات ۱۹۹۱ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں ہوئی۔ جب وہ ہندوستان سے پاکستان، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کے اہتمام سے منعقد ہونے والی

انٹرنیشنل امام احمد رضا کانفرنس میں شرکت کے لئے تشریف لاتے۔

نومبر ۱۹۹۸ء میں راقم الحروف ہندوستان گیا تو ممبئی میں مجاہد سنیت جناب محمد سعیدی نوری کے پاس قیام رہا، ۹- نومبر کو دہلی پہنچا اور فاروقیہ بکڈپو، مٹیا محل، نزد جامع مسجد حاجی محمد مبین صاحب کے پاس قیام کیا، دہلی میں ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم حفظہ اللہ تعالیٰ سے ملاقاتیں رہیں، وہ ازراہ لطف و کرم فاروقیہ بکڈپو تشریف لاتے رہے، وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی ہر ملاقات کے بعد دوبارہ ملاقات کی آرزو ہوتی ہے، مولائے کریم انہیں سلامت باکرامت رکھے۔

ڈاکٹر صاحب وقتاً فوقتاً اپنی تصانیف راقم کو ارسال کرتے رہتے ہیں، حال ہی میں انہوں نے اپنی تازہ تالیف، ہندوستان میں سلسلۂ قادریہ کے بانی قطب الہند سیدنا عبدالوہاب جیلانی قدس سرہ ارسال فرمائی ہے۔ ۱۹۹۳ء میں یونیورسٹی گرانٹس کمیشن، ہندوستان نے ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کو "نوجوان محقق کیریئر ایوارڈ" دیا جس کے ساتھ دو لاکھ روپے اور تین سال کی با تنخواہ رخصت دی، ڈاکٹر صاحب نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اپنے پسندیدہ موضوع "شمالی ہند میں سلسلۂ قادریہ —— آغاز و ارتقاء" پر کام شروع کر دیا۔ طویل سفروں اور جاں گسل محنت کے بعد سینکڑوں صفحات پر مشتمل کتاب تین جلدوں میں مرتب کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ پیش نظر کتاب پہلی جلد کا دوسرا نصف حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ پوری کتاب جلد زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آجائے۔

ڈاکٹر صاحب تحقیق کے بعد اس نتیجے تک پہنچے ہیں کہ سلسلہ چشتیہ اور سلسلہ قادریہ دونوں ایک ساتھ ہندوستان میں وارد ہوئے ہیں نیز ان کی تحقیق یہ ہے کہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند قطب السند حضرت شیخ سیف الدین عبدالوہاب جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ جن کا مزار مبارک ناگور، راجستھان میں ہے، یہی وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے ہندوستان میں سلسلۂ عالیہ قادریہ کی داغ بیل ڈالی، یہی بزرگ حضرت خواجہ غریب نواز سلطان السند رحمہ اللہ تعالیٰ

کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے تھے۔

سبط ابن جوزی نے مرآۃ الزمان میں اور شیخ عبدالرحمٰن المحض الکیلانی نے تاریخ جامع الشیخ عبدالقادر الکیلانی میں بیان کیا ہے کہ آپ کا مزار بغداد شریف کے مقبرہ حلبہ میں ہے، دار شکوہ نے آپ کا مزار شریف بغداد مقدس میں بیان کیا ہے، لیکن ہندوستان کے متعدد مصنفین کا کہنا ہے کہ آپ مزار ناگور، ہندوستان میں ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی اس کتاب (ص ۱۳۴ تا ص ۱۷۱) میں تمام حوالے پیش کئے ہیں اور ترجیح اسی بات کو دی ہے کہ آپ کا مزار ناگور ہی میں ہے بغداد شریف کے مقبرہ حلبہ میں آپ کے مزار کا سراغ نہیں ملتا۔

ڈاکٹر صاحب نے ناگور راجستھان کے کورٹ کے فیصلے کا عکس بھی پیش کیا ہے نیز چوتھے باب میں شاہی فرامین اور دستاویزات کا عکس پیش کیا گیا ہے۔ جن کا تعلق سیدنا عبدالوہاب قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ اور ان کے مزار شریف سے ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی تحقیق رائج اور صائب نظر آتی ہے، ہاں اگر بغداد شریف کے مقبرہ حلبہ میں سیدنا عبدالوہاب کا مزار شریف مل جائے تو انہیں اپنی تحقیق سے رجوع کر لینا چاہئے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

ڈاکٹر صاحب کو چاہیے کہ سلسلۂ قادریہ کی طرح پاکستان ہندوستان میں موجود دیگر سلاسل طریقت اور ہندوستان میں تشریف لانے والے اولین بزرگوں کے بارے میں بھی قلم اٹھائیں اور جو سلسلۂ تحقیق انہوں نے شروع کیا ہے اسے مکمل فرمائیں، اس طرح پاک وہند کے سلاسل طریقت کی تاریخ مکمل ہو جائے گی، ڈاکٹر صاحب نے عملی طور پر اپنے آپ کو اس اہم کام کے لئے موزوں ترین ثابت کر دیا ہے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔
3 ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ ۴ جولائی ۲۰۰۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ جمیل

علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ

حضرت علامہ مولانہ پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم بستری مدظلہ صدر شعبہ علوم اسلامیہ ہمدرد یونیورسٹی دہلی، نوجوان محققین علماء میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ موصوف نے ایک درجن سے زائد کتابیں تصنیف کیں ہیں جو سبھی علمی، فنی، تاریخی، تدریسی موضوعات پر مشتمل ہیں۔ ہر تصنیف کا مطالعہ اور لائق تحسین ہے۔ مگر پیش نظر کتاب ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کے بانی قطب الہند سیدنا شیخ عبدالوہاب جیلانی قدس سرہ اپنی نوعیت کی نہایت قیمتی تصنیف ہے۔ جس کی فی زمانہ انتہائی ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔

مولانا الموصوف زید مجدہ کی اس اعلیٰ تحقیق پر اصل صلہ تو سیدنا محبوب سبحانی شہباز لامکانی حضور سیدنا غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عطا فرمائیں گے۔ مگر بظاہر جو حکومتِ ہند نے انہیں انعام سے شاد کام کیا ہے دراصل یہ بھی انہیں کے پیاروں کا تصرف ہے۔ جو ڈاکٹریٹ کی ڈگری کی صورت میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا۔ اس پر ہم ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے دعاگو ہیں مولا تعالیٰ زیادہ سے زیادہ قلمی دولت کو تقسیم کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ بجاہ سید المرسلین ﷺ

فقط

مفتی عبدالقیوم ہزاروی

ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ لاہور (پاکستان)۔

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ ۱۳ جولائی ۲۰۰۰ء (جمعرات)

فہرست

باب اول : ہندوستان میں سلسلۂ قادریہ کا بانی کون ؟

باب دوئم : ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کے بانی قطب الہند سیدنا عبدالوہاب جیلانی

باب سوم : قطب السند سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی کی اولاد اور ان کے اہم جانشین

باب چہارم : شاہی دستاویزات و فرامین

ابتدائیہ

حکومت ہند نے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے پلیٹ فارم سے یونیورسٹی اور کالج کے وہ اساتذہ جن کی عمریں چالیس سال سے کم تھیں ان کی بہتر تدریسی خدمات اور اعلیٰ تحقیقی کاموں کے اعتراف میں سائنسی علوم کے علاوہ انسانی علوم میں بھی کل ہند مقابلے کے ذریعہ ۱۹۹۳ء کے آغاز میں "نوجوان محقق کیریرایوارڈ" دینے کا اعلان جاری کیا۔ اس کل ہند مقابلے میں شرکت کے لیے راقم السطور نے بھی اپنی درخواست، تعارفی خاکہ اور تحقیقی کاموں پر علماء و دانشوروں کے مختصر علمی تبصرہ کے ساتھ یونیورسٹی انتظامیہ کے توسط سے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کو بھجوادی۔ جولائی ۱۹۹۳ء کے اواخر میں اس کا انٹرویو ہوا جس میں پورے ہندوستان سے یونیورسٹی اور کالج کے سیکڑوں اساتذہ شریک ہوئے انہیں امیدواروں میں راقم السطور بھی تھا ایک گھنٹہ کی طویل گفتگو اور انٹرویو کے بعد جب میں نے اپنی گفتگو اس جملہ پر ختم کی

"شعبہ اردو بنارس ہندو یونیورسٹی نے کچھ سنی علماء کے ادبی کاموں کو برائے تحقیق منتخب کیا ہے شعبہ کی تعلیمی بورڈ نے جن پانچ علماء کے ادبی کاموں کو برائے تحقیق منتخب کیا ان میں ایک میرا بھی نام تھا۔"

تو انٹرویو بورڈ میں میرے اس جملہ پر تعجب ہوا اور پھر میرے ادبی و تحقیقی کاموں کو حیرت سے دیکھنے لگے۔ ہفتہ عشرہ بعد ۹ راگست ۱۹۹۳ء کو یونیورسٹی گرانٹس کمیشن سے ایک ٹیلی گرام میرے پاس شعبہ علوم اسلامیہ اور ایک ٹیلی گرام یونیورسٹی رجسٹرار کے نام آیا جس کا مضمون کچھ اس طرح تھا:

"مجھے یہ اطلاع دیتے ہوئے مسرت ہو رہی ہے کہ برائے ریسرچ و

تحقیق کیریر ایوارڈ کے لیے ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم کا انتخاب ہو گیا ہے۔"
اس ایوارڈ میں اعلیٰ ریسرچ و تحقیق کے لئے دو لاکھ روپے کے علاوہ تین سال کی رخصت مع تنخواہ مستزاد تھی۔

یہ وہ پہلا ایوارڈ تھا جو یونیورسٹی گرانٹس کمیشن سے شعبہ علوم اسلامیہ کے کسی استاد کو ملا تھا۔ جنوری ۱۹۹۴ء سے باضابطہ میں نے اپنے پسندیدہ موضوع "شمالی ہند میں سلسلۂ قادریہ۔ آغاز وارتقاء" کو عنوان قلم بنا کر کام شروع کر دیا۔ اور سلسلہ قادریہ کی عظمت و فضیلت کے تئیں صدیوں سے جو غلط فہمیاں ارباب تصوف میں پائی جاتی رہیں ان کا ازالہ کیا گیا اور ساتھ ہی شاہی فرامین و دستاویزات کی روشنی میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ سلسلہ چشتیہ اور سلسلہ قادریہ دونوں ایک ہی ساتھ ہندوستان میں وارد ہوئے اور مختلف علاقوں میں ان کا فیضان عام و تام ہوا۔

"شمالی ہند میں سلسلہ قادریہ ــــ آغاز وارتقاء" نامی پروجیکٹ کی تیاری میں اس تحقیقی کام کی تکمیل میں نہ جانے کتنے مصائب و مشکلات سے دوچار ہوا۔ لمبے سفر کئے۔ سرکاری لائبریریوں اور ذاتی کتب خانوں تک رسائی حاصل کر کے اصل مآخذ سے استفادہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اصل مآخذ تک رسائی نہ حاصل ہونے کی ہی صورت میں بدرجہ مجبوری ثانوی مآخذ پر اعتبار کیا گیا ہے۔ اپنے موقف کی تائید میں اصل مآخذ سے عربی و فارسی عبارتیں شواہد و براہین کے طور پر درج کر دی ہیں۔ ان میں طویل عبارتوں کا ماحصل اور مختصر عبارتوں کا ترجمہ بھی دے دیا گیا ہے۔ اس کتاب کی ضخامت کو کم سے کم کرنے کی ہر ممکن جدوجہد کی گئی ہے۔

یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے برائے ریسرچ و تحقیق جو گرانٹ میرے نام مختص کی تھی اس کا ایک تہائی حصہ نہ ملنے کی وجہ سے کام میں دشواریاں پیش آئیں اور وقت پر رپورٹ نہ جمع ہو سکی۔

آغاز کار سے قبل جو میں نے کام کا خاکہ تیار کیا تھا حسب ضرورت اس میں بھی

ترمیم کرنی پڑی ہے اور وہ تمام مباحث جو تصوف کی دوسری کتابوں میں عام طور سے مل جاتے ہیں ان مباحث کو اس رپورٹ میں دوبارہ درج کرنے سے گریز کیا گیا ہے۔ بحث کو صرف اور صرف ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کی آمد اور نشر و اشاعت کے تعلق سے خاص کر دیا گیا ہے۔ یہاں پہلی جلد کا نصف آخر جو قطب الہند حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی فرزند غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہم الرحمۃ کی ہندوستان میں آمد اور اشاعت دین حق کے تعلق سے سرگرمیوں کا ذکر ہے۔ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

قارئین کی سہولت کی خاطر اس تحقیقی بحث کو پانچ بڑے ابواب میں تقسیم کر کے اس کی ذیلی بحثیں قائم کر دی ہیں تاکہ اس عدیم الفرصتی کے زمانے میں بغیر تفصیلات میں گئے قاری اپنے مقصد تک جلد رسائی حاصل کر لے۔ آغاز کتاب میں آستانہ عالیہ قطب الہند سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی، ناگور میں محفوظ کچھ تبرکات اور مزارات کے فوٹو کا عکس بھی شامل کر دیا گیا ہے تاکہ معتقدین جو وہاں ابھی تک نہیں پہنچ سکے ہیں اس کتاب کے ذریعہ اپنے آتش شوق کو تیز سے تیز تر کر سکیں۔ درمیان کتاب میں احوال و کوائف اور دیگر زریں کارناموں کی مختصر تفصیل کے علاوہ کچہری ناگور کا وہ تاریخی فیصلہ بھی ہے جس میں یہ مرقوم ہے کہ سیدنا سیف الدین عبدالوہاب کا مزار مقدس ناگور ہی میں ہے۔ کتاب کا آخری حصہ ایسے چالیس شاہی دستاویزات و فرامین سے مزین ہے جس کا تعلق کسی نہ کسی طرح اس آستانہ سے ضرور ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں جس نے بھی جس انداز سے میری علمی و قلمی معاونت کی ہے میں سب کی خدمت میں ارمغان تشکر پیش کرتا ہوں اور بارگاہ رب العزت میں ان تمام معاونین کی بہتری اور ابدی سعادت کے لیے دعاگو ہوں۔ بالخصوص عزت مآب پروفیسر علاء الدین احمد وائس چانسلر ہمدرد یونیورسٹی جنھوں نے اپنی

گوناگوں مصروفیات کے باوجود میرے تحقیقی کام کا جستہ جستہ مطالعہ کیا اور پھر اپنے تاثرات پر مشتمل ایک گرانقدر تحریر مجھے عنایت فرمائی۔ کتاب کی عظمت اور وقعت میں چار چاند لگانے کے لیے موصوف کی وہ مومنانہ تحریر بھی "پیش لفظ" کے عنوان سے اسی کتاب میں شامل ہے۔

انبیاء و مرسلین کے علاوہ کوئی انسان معصوم نہیں، میں بھی ایک انسان ہوں تقاضائے بشری کے تحت امکان ہے کہ میری یہ تحقیقی رپورٹ جسے میں کتابی شکل میں آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں کچھ فروگذاشتیں ضرور ہوں گی۔ قارئین سے مخلصانہ گزارش ہے کہ جہاں انہیں کسی قسم کی غلطی نظر آئے یا شکوک و شبہات پیدا ہوں وہ مجھے ضرور مطلع فرمائیں تاکہ کتاب کی دوسری اشاعت میں ان کے شکریہ کے ساتھ اس کی اصلاح کی جاسکے۔

(ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم)
۲۳/مارچ ۱۹۹۸ء

صدر شعبہ علوم اسلامیہ
ہمدرد یونیورسٹی
ہمدرد نگر، نئی دہلی۔ ۶۲

پیش لفظ

پروفیسر علاء الدین احمد وائس چانسلر ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی

قرآن حکیم اور احادیث نبوی کی کامل رہنمائی کے بعد انسانوں کی رشد و ہدایت کے لئے بزرگان دین، صوفیائے کرام اور ان کی خانقاہیں بہترین مراکز رہی ہیں، جس قدر بھی عہد ماضی میں ہندوستان ہی نہیں بلکہ برصغیر اور عالم اسلام میں اشاعت دین کی گرم بازاری ہوئی اس میں صوفیائے کرام کی شبانہ روز مساعی اور مخلصانہ جدوجہد کا بیشتر حصہ ہے، ان حضرات کی کوششوں کے سبب قال اللہ و قال الرسول کے نغموں سے پوری فضا گونج اٹھی جن کے دلوں میں ذرہ برابر بھی حق کی جستجو کا جذبہ تھا وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

صوفیائے کرام کی اصلاحی سرگرمیاں کسی قوم اور قبیلے کے لئے خاص نہیں تھیں ان کی تعلیمات تمام انسانوں کے لئے عام تھیں۔ ہندو اور مسلم، سکھ اور عیسائی میں نہ کوئی تمیز ان کے یہاں پہلے تھی اور نہ ہی اب ہے۔ آج بھی صوفیائے کرام کی درگاہوں میں امیر و غریب، رؤسا و سلاطین، ارباب فضل و کمال خواہ ہندو ہوں یا مسلمان سب کے سب حاضر ہوتے ہیں۔ یہ ان تعلیمات کا نتیجہ ہے جو ان حضرات نے انسانوں کی فلاح و بقا کے لئے صادر کیں۔ اور دل، جس کے کہنے سے انسان برائیوں کی طرف بڑھتا ہے اور اچھائیوں سے باز رہتا ہے۔ اس کے تزکیہ پر کافی زور دیا ان حضرات کو اچھی طرح معلوم تھا کہ جب تک دل کینہ، نخوت گھمنڈ، چوری، ڈاکہ زنی، شراب خوری، غیبت و چغلخوری جیسی اور دوسری برائیوں سے پاک و صاف نہیں ہوگا تجلیات ربانی کی شعاعیں اس میں نہیں اتر سکتی ہیں۔ شاید اسی وجہ سے قرآن اور

احادیث دونوں میں تزکیۂ باطن اور صفائی قلب پر کافی زور دیا گیا ہے۔ معلم کائنات سرکار دو عالم ﷺ کی پیغمبرانہ ذمہ داریوں میں واضح طور پر کتاب وحکمت کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تزکیۂ نفس بھی شامل تھا۔ قرآن حکیم نے وَیُزَکِّیْھِمْ کے ذریعہ بار بار اس نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ایک مرتبہ پیغمبر اسلام نے تزکیۂ باطن پر زور دیتے ہوئے ان الفاظ میں فرمایا تھا۔

"انسان کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے اگر وہ صالح ہے تو پورا جسم صالح ہے اور اگر اس میں فساد ہے تو پورا جسم فاسد ہے اور وہ گوشت کا ٹکڑا دل ہے۔"

اسی پیغمبرانہ سنت پر عمل کرتے ہوئے صوفیائے کرام اور بزرگان دین سے انسانوں کی ظاہری صفائی وستھرائی سے زیادہ انسانی دلوں کے تزکیۂ پر زور دیا جس کے سبب بے شمار افراد صرف ان کے گرویدہ ہی نہیں ہوئے بلکہ حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ سماج سے نفرت وعداوت اور چھوا چھوت جیسی بیماری ختم ہوگئی۔ خوشی ومسرت کے ساتھ مل جل کر رہنے اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے کا ماحول بن گیا۔ جس سماج میں ایک بھائی دوسرے بھائی کے لئے وحشت وبربریت اور درندگی کا مظاہرہ کرتا تھا وہ امن وشانتی کا گہوارہ بن گیا تھا۔ مختصر یہ کہ ان بزرگوں کی تعلیمات اور کردار وعمل سے جنگل میں شیر وبکری کے ایک ساتھ رہنے کی فضا ہموار ہوگئی تھی۔

مگر جب سے بندگان خدا نے صوفیائے کرام اور علماء حق کی تعلیمات اور ان کے زریں اقوال پر عمل ترک کر دیا اور نفسانیت کے شکار ہوگئے، وہیں سے ملک وملت دونوں کی تباہی کا سلسلہ شروع ہوا، امن وشانتی کی جگہ بدامنی نے لے لی، لوٹ مار، قتل وغارت گری کا چلن پھر عام ہوگیا۔ ایک انسان دوسرے انسان کے لئے وحشی بن گیا، جو راہبر تھے راہزنی کا فریضہ انجام دینے لگے۔ قائدین ملک وملت کو مشکوک

نظروں سے دیکھا جانے لگا۔ ایسے پراگندہ ماحول میں آج بھی بزرگان دین کی تعلیمات اور ان کا کردار و عمل مینارۂ نور بن سکتا ہے شرط یہ ہے کہ صوفیاء و مشائخ کی جن تعلیمات نے صدیوں ملک کی سالمیت کو برقرار رکھ کر اتحاد و اتفاق، قومی یک جہتی اور بھائی چارہ کی شمع روشن کی اس کی مدھم لو کو تیز تر کیا جائے تاکہ آج پھر وہی صاف ستھرا ماحول سماج میں پیدا ہو جو قرون اولیٰ میں تھا۔ قابل مبارکباد ہیں ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، صدر شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ ہمدرد، جنہوں نے بذریعہ کل ہند مقابلہ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن سے اساتذہ کے زمرے سے نوجوان محقق کیریئر ایوارڈ حاصل کیا اور اس کے تحت ملک کی سماجی حالت پر کف افسوس ملنے کے بجائے بزرگان دین کی تعلیمات کو عام و تام کر کے سماج سدھار کے لئے صوفیائے و مشائخ کے کردار و عمل اور ان کی مصلحانہ کوششوں کو مرتب کر کے ملک و ملت کے سامنے پیش کرنے کا عظیم منصوبہ ہی نہیں بنایا بلکہ تین چار سال کی مسلسل کدو کاوش کے بعد سلسلہ قادریہ کے مشائخ کی تعلیمات اور ان کی سماجی و دینی خدمات پر مشتمل "شمالی ہند میں سلسلہ قادریہ ــــ آغاز و ارتقا" کے عنوان سے سینکڑوں صفحات پر مشتمل تین ضخیم جلدوں میں ایک کتاب مرتب کر ڈالی۔ اس کتاب کا سرسری مطالعہ کرنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب محنت سے لکھی گئی ہے۔ موضوع کی مناسبت سے قدیم و جدید تمام ماخذ کا احاطہ کر لیا گیا ہے۔ اس کتاب میں ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کے اول بانی کے موضوع پر ایک طویل محققانہ گفتگو کے علاوہ ایسی بہت ساری معلومات فراہم کر دی ہیں جس کی طرف ارباب تصوف کی توجہ مبذول نہیں ہو سکی تھی۔ شمالی ہندوستان کے حوالے سے سات عظیم ریاستوں، اترپردیش، بہار، بنگال، ہریانہ، پنجاب، دہلی اور کشمیر میں سلسلہ قادریہ کے جتنے مشائخین کرام آسودۂ خواب ہیں، حقائق و شواہد کی روشنی میں ان کی حیات و خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے تاکہ آج کے نوجوان بزرگان دین کی تعلیمات پر عمل کر کے اچھا انسان بن کر بہترین شہری کا

فریضہ انجام دے سکیں۔ زیر نظر کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم کا قلم ہمیشہ رواں دواں رہتا ہے کسی بھی عنوان پر قلم اٹھانے سے پہلے موضوع کے انتخاب میں عصر حاضر کے تقاضوں کا بھرپور خیال رکھتے ہیں۔ جتنی نگارشات ان کے نوک قلم سے منظر عام پر آئی ہیں ان کی پذیرائی کی گئی ہے۔ اسلامی تاریخ، عربی ادب، مسلمانوں کے تعلیمی مسائل اور دینی مدارس کو عصر حاضر کے تقاضوں سے دوش بدوش کرنے سے متعلق اب تک ان کی چھوٹی بڑی تیرہ کتابیں اور ایک سو مقالات ہندوبیرون ہند کے رسائل ومجلات میں شائع ہو چکے ہیں۔ تصوف ان کے فکروخیال کا خصوصی میدان ہے۔ سلسلہ قادریہ کے تعلق سے جو انہوں نے خدمت انجام دی ہے یہ اپنے موضوع پر ہمارے خیال سے پہلی کوشش ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہمارے ادارہ کے ایک استاذ کے قلم سے تصوف کے موضوع پر ایک شاہکار تصنیف منظر عام پر آئی۔ اگر اس طرح ہمارے مصنفین بزرگان دین کی زندگی اور ان کے کارناموں کو ملک وملت کے سامنے پیش کرتے رہے تو بہت کچھ ممکن ہے کہ یہ بگڑا ہوا سماج جو تباہی کے دہانے پر پہنچ چکا ہے اس کی بقا کی کوئی صورت نکل سکے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔ اور ساتھ ہی زبان وقلم کو وہ توانائی بخشے جس سے احقاق حق اور ابطال باطل کا اہم فریضہ بحسن وخوبی انجام دے سکیں۔ (آمین)

ہمدرد نگر
۲۲ر اکتوبر ۱۹۹۸

علاءالدین احمد
(علاءالدین احمد)

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم

ولدیت: جناب الحاج علی رضا مرحوم (اکتوبر ۱۹۹۳ء)

پتہ : پرسابزرگ، پوسٹ جگناد ھام، ضلع سدھارتھ نگر (یوپی) ۲۷۲۱۹۲

اسناد : فضیلت (درس نظامی) الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ (یوپی)

کامل (فارسی) فاضل (عربی ادب) فاضل (معقولات) یوپی بورڈ

ادیب، ادیب ماہر، ادیب کامل (جامعہ اردو) علی گڑھ

بی، ٹی، ایچ (دینیات) ایم، اے۔ ایم، فل۔ پی ایچ، ڈی (عربی) مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

اعزاز : یونیورسٹی میڈل، از مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۸۲ء

نوجوان محقق کیریئر ایوارڈ، از حکومت ہند ۱۹۹۳ء

کندن لال اشکی ایوارڈ، از روہیل کھنڈ یونیورسٹی ۱۹۹۷ء

مشغلہ : سابق استاذ شعبۂ دینیات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

صدر شعبۂ علوم اسلامیہ ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی۔ ۶۲

مطبوعات

۱۔ نقش آخرت، (مجموعۂ نعت)	الٰہ آباد	۱۹۷۸ء
۲۔ مصری مورخین۔ ایک تنقیدی مطالعہ	فیض آباد	۱۹۸۷ء
۳۔ تذکرہ علمائے بستی جلد اول	فیض آباد	۱۹۸۸ء
۴۔ انوار خیال (مجموعۂ مقالات)	دہلی	۱۹۹۱ء
۵۔ امام احمد رضا اور مولانا ابوالکلام آزاد کے افکار	کراچی	۱۹۹۱ء
۶۔ ہمارا جغرافیہ (ضلع سدھارتھ نگر)	دہلی	۱۹۹۲ء
۷۔ مولانا حشمت علی لکھنوی۔ ایک تحقیقی مطالعہ	دہلی	۱۹۹۴ء
۸۔ متنبی۔ ایک تحقیقی مطالعہ	دہلی	۱۹۹۴ء
۹۔ ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کا بانی کون؟	دہلی	۱۹۹۵ء
۱۰۔ معلم العربیہ لطلاب العلوم الطبیہ	دہلی	۱۹۹۶ء
۱۱۔ آبشار (مجموعہ کلام)	دہلی	۱۹۹۸ء
۱۲۔ دارالعلوم دیوبند کا بانی کون؟	دہلی	۱۹۹۹ء
۱۳۔ چراغ رہ طب (حکیم عبدالحمید دہلوی کی منظوم سوانح) ۱۴۲۰ھ	دہلی	۱۹۹۹ء

الحمد لله القادر الوهاب الرزاق، والصلوة والسلام علی محبوبه بالاستحقاق، سیدنا و مولانا محمد سید المکونات علی الاطلاق، و علیٰ آله و اصحابه جامع المکارم الاوصاف و محامد الاخلاق۔

اے کار ساز قبلۂ حاجات کارہا
آغاز کردہ ام تو رسانی بہ انتہا

حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا تک جتنے انبیاء و مرسلین اس دنیائے ناپائیدار میں مبعوث ہوئے سب نے راہ ہدایت سے بھٹکے ہوئے بندگان خدا کو صراط مستقیم سے ہمکنار کرنے کا اہم فریضہ انجام دیا، اور تمام معبودان باطل سے ناطہ توڑ کر خدائے وحدہ لاشریک کی بارگاہ میں سر جھکانے کی ترغیب دی۔ جب تک اس عالم فانی میں حیات ظاہری کے ساتھ رہے انتہائی ذمہ داری کے ساتھ خلق خدا کی ہدایت اور رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ انبیاء و مرسلین کے مبعوث ہونے کا یہ زریں سلسلہ اگرچہ ختم ہوئے چودہ سو سال سے زائد کا عرصہ گزر گیا مگر کار نبوت اب بھی باقی ہے۔ ان نفوس قدسیہ کے وارثین خلفاء، صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور پھر تمام سلاسل کے مشائخ، علماء اور بزرگان دین انسانوں کی رشد و ہدایت کا اہم فریضہ اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے انجام دے رہے ہیں مگر چونکہ فرمان رسول کے مطابق خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم کے مطابق زمانۂ نبوت اور دور حاضر کے

درمیان ایک نہیں کئی ایک صدیاں حائل ہیں اس لیے کردار و عمل میں جو اخلاص سلف میں تھاوہ خلف میں نہیں اور اس عدم اخلاص کی بنیاد پر مسلم سماج میں وہ تمام برائیاں در آئی ہیں جو دوسری قوموں میں تھیں جن کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔ شراب نوشی، زناکاری، چوری، غیبت، جھوٹ، مکر و فریب، بد عہدی، ظلم وستم اور ایک دوسرے کو زیر کرنے اور نیچا دکھانے کی خسیس عادت جیسی کون سی ایسی برائی، اس مسلم سماج میں نہیں۔ قوم کے وہ افراد جنہیں اللہ تعالیٰ نے مصلح قوم بنا کر بھیجا وہ آسائش دنیا میں الجھ گئے جن کے ہاتھوں میں قوم نے رہبری اور قیادت کی باگ ڈور دی تھی وہ بوالہوسی کی بنیاد پر رہزن بن گئے۔ خانقاہیں جہاں انسانوں کی اصلاح اور تربیت کر کے سماج کے لیے انہیں نفع بخش فرد بنایا جاتا تھا آج وہاں اسلام کے نام پر نہ جانے کیا کیا ہو رہا ہے۔

صرف فرزندان توحید ہی نہیں پوری عالمی برادری نہ جانے کس بے کیفی کا شکار ہے دنیا کی تمام آسائشیں انہیں ضرور میسر ہیں مگر ذہنی و قلبی سکون ان کے دل و دماغ سے غارت ہے۔ سماجی ترقی کی بنیاد پر انسانوں سے انسانیت کا ناطہ بالکل ٹوٹ چکا ہے۔ عصمت و پاکدامنی کی جگہ فحاشی اور عریانیت نے لے لی ہے۔ جاہ طلبی اور بوالہوسی نے انسانوں کو اندھا بنا دیا ہے جن معدنیات کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تاب و توانائی بخشنے کے لیے پیدا کیا تھا۔ انہی معدنیات سے علم و فن کی بنیاد پر صفحہ ہستی سے انسانوں کو نیست و نابود کرنے کا کام لیا جا رہا ہے۔ الغرض مادیت نے مخلوق کو اپنے خالق سے بیگانہ بنا رکھا ہے۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جب کوئی چیز اپنے نقطہ کمال کو پہنچ جاتی ہے تو پھر اس کا زوال شروع ہو جاتا ہے وہ دن دور نہیں کہ لوگ ایک بار پھر انہیں مراکز کی طرف متوجہ ہوں جہاں انہیں روحانی غذا اور اطمینان قلب کی دولت مل سکے کیونکہ ہماری یہ تاریخ رہی ہے کہ جب بھی نسل انسانی زندگی کے کرب و اضطراب

سے دوچار ہوئی ہے تو اس نے اسلامی مراکز بطور خاص خانقاہوں کا رخ کیا ہے اور ان خانقاہوں نے انہیں زندگی کے کرب و اضطراب سے نجات دلانے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ ایسے پریشان حال لوگوں سے اللہ والوں کا دربار ہمیشہ کھچا کھچ بھرا رہتا تھا مگر آج ان خانقاہوں کا کیا حال ہے اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال کی زبان میں اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گور کن

ہماری خانقاہوں کے سجادہ نشین حضرات اگر تھوڑی سی توجہ سے کام لیں تو اسلام کی حقانیت اور حق و صداقت کی نشر و اشاعت کا بڑا کام وہاں سے ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اسلام ہی دین فطرت ہے اور یہی ایک ایسا مذہب ہے جہاں مضطرب انسانیت کو سکون مل سکتا ہے۔ اچھی بات بہر حال اچھی ہوتی ہے۔ بلا شبہ اسلام محاسن و محامد کا جامع ہے اسلام کی انہی خوبیوں کی بنیاد پر مضطرب انسانیت سکون کی تلاش میں مدارس، مساجد اور خانقاہوں کا دروازہ کھٹکھٹائے تو عجب کیا؟ اس لیے کہ بزرگان دین ہی کا دربار ہی ایسا دربار رہا ہے جہاں اپنے اور پرائے کی تمیز نہیں رہی ہے جو پریشان حال انسان وہاں روتا ہوا آیا ہنستا ہوا گیا، انہیں کا کردار و عمل ایسا تھا جو پوری نسل انسانیت کے لیے پُرکشش تھا۔ مسلم و غیر مسلم دوست و دشمن سب کے ساتھ یکساں اخلاق و مروت اور رواداری کا برتاؤ کرتے تھے۔ ان کے یہاں اس نسخہ پر سختی سے عمل تھا۔

آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرفست
بادوستاں تلطف با دشمناں مدارا

جب تک یہ اللہ والے اپنی ظاہری حیات کے ساتھ اس عالم فانی میں رہے انہی خوبیوں کی بنیاد پر ان کی بارگاہ پریشان حال بندگان خدا کے لیے آماجگاہ رہی اور جب کہ انہیں وصال فرمائے زمانہ گزر گیا پھر بھی جس کثرت کے ساتھ لوگ ان کے مزارات پر حاضری دے رہے ہیں اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ قرآن و

احادیث اور تعلیمات نبوی کے بعد بزرگان دین ہی کی وہ مبارک زندگی ہے جن کے کردار و عمل اور تعلیمات سے غیروں کو اپنی طرف متوجہ کیا جاسکتا ہے۔ اور آج کا ترقی یافتہ سماج جس وحشیانہ ماحول کا شکار ہے اس سے نجات دلایا جاسکتا ہے۔ اس تعلق سے میں نے اپنے ذہن و دماغ کے ساتھ ساتھ قلم کا رخ انہیں برگزیدہ شخصیات کی طرف موڑا اور ان کے حالات زندگی، کردار و عمل اور پاکیزہ تعلیمات کو یکجا کرنے کی طرف توجہ دی اور اپنے دائرہ عمل کو محدود کرتے ہوئے شمالی ہندوستان کے ان مشائخین کرام جن کا تعلق سلسلہ قادریہ سے ہے ان کی خدمات اور دینی سرگرمیوں کو عنوان قلم بنایا۔ اور وہ صرف اس لیے کہ اس سلسلہ پر جو کام ہوا ہے وہ دوسرے سلاسل کی بہ نسبت نہیں کے برابر ہے۔ اسی وجہ سے اس سلسلہ کے تعلق سے کئی ایک غلط فہمیاں ارباب علم و قلم اور سماج میں راہ پا گئی ہیں۔ یہ کام مجھ جیسے بے مایہ اور بے بضاعت شخص کے لیے بہت مشکل تھا لیکن میں نے ابدی سعادتوں کے حصول کے لیے اس اہم کام کو اپنے ذمہ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے غیب سے میری مدد فرمائی، یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے پلیٹ فارم سے نوجوان محقق کیریر ایوارڈ کے تحت مجھے حکومت ہند کا مالی تعاون ملا جس کے سبب چار سال کی مکمل کدوکاوش اور تحقیق و جستجو کے بعد میں اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکا۔ اس سلسلے میں مجھے کن دشوار گزار مراحل سے گزرنا پڑا۔ اس کا ذکر کرنے سے بہتر یہ ہوگا کہ ذہن سازی کے طور پر ان مباحث پر ایک طائرانہ نظر ڈال لی جائے جسے اختیار کرنے کے بعد عام بندگان خدا مقربین بارگاہ الٰہی بنے اور ان کی خانقاہ پریشان حال بندگان خدا کے لیے مضبوط پناہ گاہ بنی اور جسے عہد حاضر میں تصوف کے نام سے جانا جاتا ہے۔

تصوف ایک قسم کا سائنس ہے جو موجودہ ظاہری سائنس سے کئی درجہ فائق اور برتر ہے اور اس سے بڑھ کر عجائبات کا مشاہدہ کراتا ہے اس فن کے مطالعہ اور دل و جان سے اس میں لگ جانے کے بعد انسان ان امور کا مشاہدہ کر سکتا ہے جو بادی النظر میں ناواقف اور محدود خیال لوگوں کو بر [illegible] خلاف عادت معلوم ہوتے

ہیں۔(۱)

بالفاظ دیگر اس کی تعریف ان الفاظ میں بھی کی جاسکتی ہے۔

تصوف نام ہے تہذیب، اخلاق، تزکیۂ نفس، ماسوی اللہ سے ترک التفات اور باگاہ الٰہی میں تقرب حاصل کرنے اور ان تمام چیزوں سے قطع تعلق ہو جانے کا جس سے نفس کو الفت ہے۔ اس علم کو احسان، سلوک، علم قلب، علم طریقت، علم اسرار، علم معارف اور علم اشارہ بھی کہا جاتا ہے۔

اس علم کا موضوع اخلاق نفس اور قرب خداوندی کا حصول اس کی غرض و غایت ہے۔(۲)

اس علم کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر ہے جب یہ آٹھ خصلتیں کسی بندۂ خدا میں ہوں گی تو وہ صوفی کہلانے کا مستحق ہوگا۔ وہ آٹھ خصلتیں یہ ہیں۔

۱۔ حضرت ابراہیم جیسی سخاوت ۲۔ حضرت اسحاق جیسی رضائے مولیٰ ۳۔ حضرت ایوب جیسا صبر ۴۔ حضرت زکریا جیسا اشارہ ۵۔ حضرت یحیٰ جیسی غربت و مسافرت ۶۔ حضرت موسیٰ جیسا لباس ۷۔ حضرت عیسیٰ جیسی سیاحت ۸۔ اور حضرت ختمی مرتبت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا فقر۔"(۳)

اگر یہ آٹھوں خصلتیں کسی میں نہیں اور وہ لاکھ لال پیلے کپڑے پہنے اونچی سے اونچی ٹوپی لگائے اور اپنے پیچھے مریدین کی ایک جماعت رکھے وہ ہرگز اس کا اہل نہیں کہ اسے صوفی کہا جائے اور مشائخین کرام میں اس کا شمار کیا جائے۔

تمام انبیاء و مرسلین اسرار تصوف سے واقف تھے لیکن باضابطہ صوفی کے لقب سے حضرت ابو ہاشم (م۔۱۵۰ھ) کو پکارا گیا جو دوسری صدی ہجری کے بزرگ تھے۔ نبی، رسول، صحابی، تابعی، تبع تابعی خود ہی ایسے بھاری بھرکم الفاظ تھے جن کی

۱۔ علم تصوف کی تعریف ص ۱۸

۲۔ ریاض المرتاض ص ۷

۳۔ فتوح الغیب ص ۳۹۵

موجودگی میں کسی دوسرے القاب کی کوئی حیثیت نہ تھی اس کی ضرورت تو اس وقت پیش آئی جب ہر ایک نے اپنے کو عابد و زاہد کہنا شروع کیا تو اس نفاق سے بچنے کے لیے اس میں جو واقعی اللہ والے تھے اور اپنی ہر سانس کو خدا کے لیے وقف کر رکھا تھا انہوں نے اپنے لیے صوفی کا لفظ خاص کر لیا۔ دوسری صدی ہجری میں جس کی خاصی شہرت ہو گئی۔

تیسری صدی ہجری میں تصوف کے موضوع پر باضابطہ تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ یحییٰ بن معاذ رازی (م۔۲۰۶ھ) نے اپنی کتاب "کتاب المریدین" اسی دور میں لکھی۔ بعض ارباب علم و فضل کے نزدیک یہ وہ پہلی کتاب ہے جو اس موضوع پر منصۂ شہود میں آئی ہے۔ چوتھی اور پانچویں صدی کے دوران عقیدۂ تصوف کی تدوین اور بھی وسیع پیمانے پر ہوئی اس تدوین میں زیادہ تر اصطلاحات کی تعریفیں شامل کی گئیں۔ اس کے علاوہ اس میں صوفیائے سلف کے متعلق حکایات اور ان کی تصانیف کے قیمتی اقتباسات کا اضافہ بھی کیا گیا۔ پانچویں صدی کے اواخر میں امام غزالی (م۔۵۰۵ھ) کی تعلیمات و تصنیفات شائع ہوئیں۔ ان کی تحریروں سے تصوف کو باضابطہ فن کا درجہ حاصل ہوا۔ انہوں نے اس کا دامن اپنے افکار عالیہ سے مالا مال کر دیا۔ تصوف اور اخلاق کے موضوع پر ان کی کتاب احیاء علوم الدین اور کیمیائے سعادت دستاویزی حیثیت رکھتی ہیں انہوں نے ہی اپنی تحریروں سے یہ ثابت کیا اور توضیح فرمائی کہ شریعت و تصوف دونوں ایک ہی چیز ہے فرق صرف اتنا ہے۔

> شریعت میں علم کے بعد عمل پیدا ہوتا ہے اور تصوف میں بخلاف اس کے عمل کے بعد علم پیدا ہوتا ہے۔ (۱)

چھٹی صدی ہجری میں عالم اسلام کی ابتری و بدحالی عروج پر تھی تمام عالم اسلام سیاسی انتشار کا شکار تھا۔ اس سیاسی انتشار نے مرکزیت کے تار و پود بکھیر دئے تھے اور گمراہی و ضلالت کے سائے اتنے طویل و عریض ہو گئے تھے کہ انہوں نے تمام

۱۔ الغزالی ص ۹

دنیائے اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس دور پُر فتن میں اسلام کا چراغ روشن کرنے کے لیے محبوب ربانی قطب سبحانی حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کا انتخاب کیا۔ امتداد زمانہ کے باوجود آج بھی وہ چراغ دنیائے اسلام کے گوشہ گوشہ میں ضیابار ہے۔ اس دور تک جتنے بھی سلاسل تصوف سکہ رائج الوقت بن کر اشاعت دین حق میں سرگرم عمل تھے وہ چار مشہور سلاسل میں ضم ہوگئے۔ نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ کے نام سے صرف چار سلاسل کو شہرت حاصل ہوئی۔ موجودہ دور میں ان چار مشہور سلاسل کے علاوہ جو سلاسل دوسرے ناموں سے پائے جاتے ہیں ان کا تعلق کسی نہ کسی طرح ان چار مشہور درج ذیل سلاسل سے ضرور ہے۔

۱۔ **نقشبندیہ** : بزرگان نقشبندیہ میں نسبت صدیقی کا ظہور ہے۔ لہٰذا یہ طریقہ اقرب الطرق اور سہل الوصول ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسبت ابراہیمی تھی اور ضمیت کبریٰ حاصل تھی کہ مَاصَبَّ اللّٰہُ فِی صَدْرِیْ شَیْئًا اِلَّا صَبَبْتُہٗ فِی صَدْرِ اَبِی بَکْر لہٰذا القائی سینہ بہ سینہ حضرت نقشبند رحمۃ اللہ علیہ شائع ہوا اور نسبت معیت کی روشن ہوئی۔

۲۔ **قادریہ** : بزرگان قادریہ میں نسبت فاروقی کا ظہور ہے اور نسبت حضرت حضرت فاروق اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت موسوی تھی اسی واسطے جلال الٰہی اور تصرفات عظیم الشان کا ظہور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے بہت ہوا اور قرب شہادت میں بزا رتبہ پایا۔

۳۔ **سہروردیہ** : بزرگان سہروردیہ میں نسبت عثمانی کا ظہور ہے۔ لہٰذا اس طریقہ میں عبادت اور تعمیر اوقاف کی طرف بڑا التفات ہے کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کمال اقربیت بسبب وظائف طاعات کے بہت ہے نسبت آپ کی نوحی تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کو قبول کم حاصل ہوا۔ امت نے

انہیں ایذا پہنچائی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی مظلوم شہید ہوئے اس لیے طریقۂ سہروردیہ کا رواج بہت کم ہے۔

۴۔ **چشتیہ** : بزرگان چشتیہ میں خاص نسبت علوی کا ظہور ہے اور وہ حقیقی عینیت کہ "علی منی وانا منه" اس سے عبارت ہے۔ آپ کی نسبت عیسوی تھی تو اس میں نفخت فيه من روحي کی مناسبت ہے۔ اسی لیے چشتیہ کا درد بے سماع کے آرام پذیر نہیں ہوتا یہ حضرات ہمیشہ اسی کا دم بھرا کرتے ہیں۔" (۱)

ان سلاسل کا نام کوئی بھی دیا جائے مگر سب کا مقصد تقریباً ایک ہی ہے اور وہ ہے بندگان خدا کے دلوں کا تصفیہ اور ان کے نفوس کا تزکیہ یہی وجہ ہے ان تمام سلاسل کے مشائخ بطور خاص سلسلہ قادریہ کے بزرگوں نے دل کو پاک کرنے اور اس پر نفسانیت، حیوانیت اور شیطانیت کے لگے ہوئے زنگ کو صاف کرنے پر کافی زور دیا ہے اور وہ اس لیے کہ جب تک ان پر نفسانی و شیطانی زنگ لگا ہو گا اس وقت تک تجلیات ربانی کی نورانی شعاعیں اس میں منعکس نہیں ہو سکتی ہیں۔ اسی لیے سلسلۂ قادریہ کے مشائخ پہلے سالک کے دل کو تربیت اور ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ صاف و شفاف آئینہ بناتے ہیں پھر انہیں خرقۂ خلافت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ شیخ سعدی نے اپنے اس شعر میں اسی تصفیۂ قلب کی طرف اشارہ کیا ہے

سعدی حجاب نیست تو آئینہ صاف دار
زنگار خوردہ کے بنماید جمال را

جب ایک رہرو راہ طریقت کا دل آئینہ بن جاتا ہے تو بہت سارے راز سربستہ بھی اس پر منکشف ہونے لگتے ہیں اور عام بندگان خدا کے دل کی کیفیات سے بھی انہیں آگاہی حاصل ہونے لگتی ہے اور وہ شخص اپنی صفائی قلب کی بنیاد پر صاحب دل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے عام بندگان خدا کے لیے ضروری ہے کہ جب وہ صاحب دل حضرات کی خدمت میں حاضر ہوں تو چاہیے کہ دل کو دنیاوی خرافات و توہمات سے

۱۔ شہرۂ آفاق [illegible]

پاک رکھیں۔ جس طرح علماء کے سامنے زبان کی حفاظت اور سلاطین کے سامنے آنکھ کی محافظت ضروری ہے اسی طرح صاحب دل اولیاء اللہ کے سامنے دل کی نگہداشت لازم ہے کسی شاعر نے اس تعلق سے کیا خوب فرمایا ہے۔

دل نگہ دارید اے بے حاصلاں
در حضور حضرت صاحب دلاں (۱)

ان بزرگان دین کا فیضان پوری امت کے لیے ہے خواہ ان کی بارگاہ میں کوئی حاضری دے یا نہ! من جانب اللہ کچھ مقربین بارگاہ الٰہی اس کے لیے مخصوص ہیں جو امت سے بلائیں دفع کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے ایک روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تعالىٰ خلق ثلثمائة نفس قلوبهم على قلب آدم وله اربعون قلوبهم على قلب موسىٰ عليه السلام وله سبعة قلوبهم على قلب ابراهيم وله خمسة قلوبهم على قلب جبرئيل وله ثلثة قلوبهم على قلب ميكائيل وله واحد قلبه على قلب اسرافيل كلما مات الواحد ابدل الله مكانه من الثلثة و كلما مات واحد من الثلثة ابدل الله مكانه من الخمسة و كلما مات واحد من الخمسة ابدل الله مكانه من السبعة و كلما مات واحد من السبعة ابدل الله مكانه من الاربعين و كلما مات واحد من الاربعين ابدل الله مكانه من ثلثمائة وكلما مات واحد من ثلثمائة ابدل الله مكانه من العامة بهم يدفع الله البلاء عن هذه الامة. (۲)

غالباً اسی حدیث کی روشنی میں مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ وہ حضرات جو بارگاہ الٰہی کے سرہنگ اور ارباب حل و عقد ہیں تین سو ہیں یہ حضرات اخیار کہے جاتے ہیں انہیں تین سو میں سے چالیس وہ حضرات ہیں جنہیں ابدال کہا جاتا ہے اور سات حضرات وہ ہیں جو ابرار کہے جاتے ہیں اور چار حضرات کو

۱۔ تذکرۃ السلوک ص ۹
۲۔ مرقاۃ ج ۵ ص ۶۵۳

پاک رکھیں۔ جس طرح علماء کے سامنے زبان کی حفاظت اور سلاطین کے سامنے آنکھ کی محافظت ضروری ہے اسی طرح صاحب دل اولیاء اللہ کے سامنے دل کی نگہداشت لازم ہے کسی شاعر نے اس تعلق سے کیا خوب فرمایا ہے۔

دل نگہ دارید اے بے حاصلاں
در حضور حضرت صاحب دلاں (۱)

ان بزرگان دین کا فیضان پوری امت کے لیے ہے خواہ ان کی بارگاہ میں کوئی حاضری دے یا نہ! من جانب اللہ کچھ مقربین بارگاہ الٰہی اس کے لیے مخصوص ہین جو امت سے بلائیں دفع کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے ایک روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تعالىٰ خلق ثلثمائة نفس قلوبهم على قلب آدم وله اربعون قلوبهم على قلب موسىٰ عليه السلام وله سبعة قلوبهم على قلب ابراهيم وله خمسة قلوبهم على قلب جبرئيل وله ثلثة قلوبهم على قلب ميكائيل وله واحد قلبه على قلب اسرافيل كلما مات الواحد ابدل الله مكانه من الثلثة و كلما مات واحد من الثلثة ابدل الله مكانه من الخمسة و كلما مات واحد من الخمسة ابدل الله مكانه من السبعة و كلما مات واحد من السبعة ابدل الله مكانه من الاربعين و كلما مات واحد من الاربعين ابدل الله مكانه من ثلثمائة وكلما مات واحد من ثلثمائة ابدل الله مكانه من العامة بهم يدفع الله البلاء عن هذه الامة. (۲)

غالباً اسی حدیث کی روشنی میں مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ وہ حضرات جو بارگاہ الٰہی کے سرہنگ اور ارباب حل وعقد ہیں تین سو ہیں یہ حضرات اخیار کہے جاتے ہیں انہیں تین سو میں سے چالیس وہ حضرات ہیں جنہیں ابدال کہا جاتا ہے اور سات حضرات وہ ہیں جو ابرار کہے جاتے ہیں اور چار حضرات کو

۱۔ تذکرۃ السلوک ص۹
۲۔ م قاۃ ج۵ ص۶۵۳

اوتاد سے موسوم کیا جاتا ہے انہی تین سو میں سے تین حضرات وہی ہیں جن کو نقبا کہتے ہیں ایک اور ہستی ہے جس کو قطب یا غوث کہا جاتا ہے۔ یہ حضرات ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور اپنے مفوضہ کاموں میں ایک دوسرے کی اجازت کے محتاج ہیں۔

اس طرح باضابطہ ایک روحانی نظام ہے جس کے تحت یہ اللہ کے نیک اور مقرب بندے پوری دنیا میں پھیل کر پوری امت سے بلاؤں کو دور فرمانے اور ان کی خدمت و نگہداشت میں مصروف ہیں۔ اس روحانی نظام کے تحت جتنے اولیاء اللہ وابستہ ہیں ان کے مناصب اور درجات اس طرح ہیں:

(۱) غوث (۲) قطب (۳) امین (۴) اوتاد (۵) ابدال (۶) اخیار (۷) ابرار (۸) نقباء (۹) نجباء (۱۰) عمد (۱۱) مکتوم (۱۲) فرد

یہ اللہ کے مقرب بندے حیات ظاہری یا حیات باطنی جس بھی حالت میں ہوں ان کا فیضان تمام بندگان خدا کے لیے عام ہوتا ہے اور کس کس طرح ان بزرگان دین کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہمیں حاصل ہوتا ہے اس کا ہم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ یہی وہ عوامل ہیں جس کے سبب ان نفوس قدسیہ کے حالات و خدمات اور دینی و تبلیغی سرگرمیوں کے ذکر سے اپنی آخرت سنوارنے اور خاتمہ بالخیر ہونے کی کوشش کی گئی ہے۔

ذکر نیکو رفتگاں دارد ثواب
عاصیاں را می رہاند از عذاب

زیر نظر کتاب ''ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کے بانی قطب الہند سیدنا شیخ عبدالوہاب جیلانی'' میں ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کی آمد مختلف علاقوں میں اس کی نشر و اشاعت اور فیضان کرم عام و تام ہونے پر تفصیلی گفتگو ہے۔ بانی سلسلہ قادریہ حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے فرزند اکبر قطب الہند حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان ہندوستان

کب آئے؟ اور کس زمانہ میں شہر ناگور راجستھان کو اپنے مستقل قیام کے لیے منتخب فرمایا؟ اور کس طرح اس سلسلہ کو فروغ دیا؟ مقالہ کا بیشتر حصہ انہی حقائق و معارف پر مشتمل ہے۔ سلسلہ چشتیہ پر لکھنے والے اہم اور اکابر مصنفین نے لکھا ہے کہ سلسلہ چشتیہ کی ہندوستان میں آمد کے دو سو سال بعد سلسلہ قادریہ کا یہاں ورود ہوا اور خاطر خواہ ترقی بھی نہ کر سکا۔ اس طرح اس باعظمت سلسلہ کے تئیں جو غلط فہمیاں چشتی مصنفین نے پھیلا رکھی ہیں ان کا بھی ازالہ کیا گیا ہے۔ اور دلائل و براہین اور دستاویزات و فرامین کی روشنی میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ چھٹی صدی ہجری / بارہویں صدی عیسوی میں سلسلہ قادریہ اور سلسلہ چشتیہ دونوں ایک ساتھ ہندوستان آئے اور اپنی شبانہ روز مساعی سے پورے ملک میں پھیل گئے۔ اس مقالہ میں سلسلہ قادریہ سے وابستہ مشائخ کرام اور بزرگان دین کی داعیانہ سرگرمیوں اور زریں کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے یہ احساسات و جذبات نذر قارئین کر کے رخصت ہو رہا ہوں۔

چو من بخیر کنم یاد رفتگاں دارم
امید آنکہ مراہم بخیر یاد کنند
چو شاد می کنم ارواح دیگراں شاید
کساں رسند مرا نیز روح شاد کنند

(ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم)
۱۱/اکتوبر ۱۹۹۸ء

صدر شعبہ علوم اسلامیہ
ہمدرد یونیورسٹی۔ نئی دہلی۔ ۶۲

تواریخ طباعت

حضرت مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی
طبیہ کالج (دھلی یونیورسٹی) قرول باغ ، نئی دھلی

وہ سلسلۂ مشائخ قادریہ
خوب است برائے سالکِ راہِ ہدیٰ

از ہاتف سال طبع چوں پُر سیدم
گفتا کہ بہ اخلاص بخواں "شمع ہُدیٰ"
۱۴۲۰ھ

☆☆☆

حضرت مولانا قمرالحسن قمر بستوی (ایم.اے) ہوسٹن امریکہ

ہے وجہِ طمانیتِ خاطر یہ کتاب
ہے بحر علوم کا یہ درِّ نایاب

اس گوہر معرفت کے ہیں زینتِ تاج
شہزادۂ غوثِ پاک عبدالوھاب

☆☆☆

ہے خوب یہ تحقیق پئے راہِ صواب
کیوں کر نہ ملے حضرتِ انجم کو ثواب

ثابت یہ کیا ہے کہ "یہی ثابت ہے"
ناگور میں ہے مزارِ "عبدالوھاب"

☆☆☆

ہیں شمعِ ہدیٰ حضرتِ عبدالوھاب
ہیں بدرِ علیٰ حضرتِ عبدالوھاب

کی فکر جو سالِ طبع کی ، آئی ندا
ہیں "شمعِ ہُدیٰ" حضرتِ عبدالوھاب

باب اول

ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کا بانی کون؟

تصوف کی تعریف اور غرض وغایت

تصوف وہ مبارک علم ہے جس میں حق تبارک وتعالیٰ کی ذات پاک اور صفات پاک کی کنہ وحقیقت کی نسبت بحث ہوتی ہے اس علم کو ایک کنز مخفی اور اُس پاک طریق سے بھی تعبیر کیا گیا ہے جو قرآن واحادیث سے مستنبط ومستخرج ہے جسے صراط مستقیم کہتے ہیں۔(۱)

یہی وہ صراط مستقیم ہے جس پر گامزن رہنے سے ذات باری تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اسی وجہ سے اس علم شریف کا موضوع ذات وصفات باری تعالیٰ اور غرض وغایت رب تعالیٰ کی معرفت قرار دی گئی ہے۔(۲) بعض اہل علم نے اس علم شریف کا موضوع اخلاق نفس اور غرض وغایت قرب خداوندی کا حصول بھی لکھا ہے، جس کی وضاحت مقدمہ میں گزر چکی ہے۔

رب تعالیٰ کی معرفت اور اس کی کنہ وحقیقت تک رسائی تصفیۂ دل اور تزکیۂ نفس کے بغیر ممکن نہیں اور تصفیۂ قلب اور تزکیۂ نفس کے لیے شریعت مطہرہ کی پابندی لازم ہے۔ ایک عارف کامل کا کہنا ہے کہ جو راستہ مخالف شریعت ہے کفر ہے اور جس حقیقت پر کتاب وسنت گواہ نہیں وہ الحاد وزندقہ ہے۔ اسی لیے ایک سالک کے لیے ضروری ہے کہ پہلے وہ شریعت کے اوامر ونواہی سے باخبر ہو تاکہ تقویٰ وطہارت جو شریعت اسلامیہ پر عمل پیرا ہونے کا لازمی نتیجہ ہے اس کا حصول ممکن ہو سکے اور

ا۔ انوار العارفین ص ۱۵۲
۲۔ انوار العارفین ص ۱۵۲

جب شریعت وطریقت کی دولت بے بہا سے ایک مالک اور طالب مالا مال ہو جائے گا تو وصول الی اللہ یعنی اس کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ جس کا نام حقیقت ہے وہاں تک اس کی رسائی خود بخود ہو جائے گی۔

مقام حقیقت تک رسائی حاصل کرنے کے بعد سالک تخیلاتی دنیا سے نکل کر اس دنیا میں پہنچ جاتا ہے جہاں سائنس کی طرح صرف مشاہدہ ہی مشاہدہ ہوتا ہے اب اس سالک کے سامنے دنیا ایسی ہی ہو جاتی ہے جس طرح ہتھیلی کے اوپر رائی کا دانہ۔ حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بانی سلسلہ قادریہ نے اس مفہوم کو ان لفظوں میں ادا کیا ہے۔

نظرت الی بلاد الله جمعا

کخردلة الی حکم اتصال (۱)

علم تصوف کی یہی وہ عظمت اور اہمیت ہے جس نے دنیا کے بڑے بڑے ارباب فضل و کمال کو اپنی طرف متوجہ کر لیا ہے اور بعض دانشوروں کو انگشت بدنداں کر کے ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ بعض اہل علم نے اس علم کی حمایت میں فکر و خیال کے شہ پارے بکھیرے اور بعض نے اس علم کی مخالفت میں کتابیں لکھیں اور ورق در ورق سیاہ کر ڈالے۔ اس علم کا یہ پہلو بجائے خود ایک مبسوط مقالہ کا متقاضی ہے جس پر کسی اور موقع سے خامہ فرسائی کی جائے گی۔ بہر حال تصوف اب ایک محدود دائرہ فکر کا نام نہیں بلکہ وہ ایک ایسا موضوع بن گیا ہے جس کا دائرہ روز افزوں وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اس وقت صورت حال یہ ہے متصوفانہ افکار کو ادب و ثقافت جیسے علوم و فنون میں آمیزش کر کے پیش کیا جانے لگا ہے۔ لیکن اس سے کہیں زیادہ آگے بڑھ کر اس علم کا مقصد تلاش حق میں گم ہو جانا ہے۔ اسی لیے ڈاکٹر تارا چند نے اس کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار درج ذیل لفظوں میں کیا ہے۔ (۲)

۱۔ قصیدۂ غوثیہ ص ۴۳

۲۔ اسلام کا ہندوستانی تہذیب پر اثر ص ۱۱۱

اس استغراقی مذہب کے ماننے والوں نے اپنی جہد مسلسل اور زہد و ریاضت کے ذریعہ ایک عالم کو اپنا گرویدہ بنالیا ہے اور بے شمار بندگان خدا متلاش حق میں ان کے متبع اور پیروکار ہو گئے ہیں۔ ایسے وہ تمام افراد جنہوں نے اس علم شریف سے اپنا رشتہ جوڑا، اس خارزار وادی میں قدم رکھا اور معرفت باری تعالیٰ کے لیے صبر آزما دور سے گزرے اصطلاح تصوف میں انہیں صوفی کہا جاتا ہے۔

لفظ صوفی کا استعمال

لفظ صوفی کا استعمال کب ہوا اور تاریخ اسلام میں سب سے پہلے کسے صوفی کہا گیا اس سلسلے میں حکماء، مورخین اور ارباب فضل و کمال کے مختلف خیالات و نظریات ہیں تقریباً اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ زمانہ رسالت میں اس لفظ کا وجود نہیں تھا۔ کیونکہ صحابی ایسا متبرک لفظ تھا جس سے ہٹ کر لوگ کسی دوسرے لفظ کا اس کے بالمقابل تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ پھر زمانہ نبوت و رسالت کے بعد لفظ تابعی نے وہی عظمت حاصل کرلی جو ایک زمانہ میں صحابی کو حاصل تھی۔ پھر اختلافات کا دور شروع ہوا اور جسے جس شعبہ میں کمال حاصل تھا اسے اسی نام سے پکارا جانے لگا۔ زاہد، صوفی، عابد وغیرہ اور اس قسم کی دوسری اصطلاحیں اسی دور کی ایجاد ہیں۔ صاحب تذکرۃ السلوک لکھتے ہیں:

> "خواص اہلسنت جو اپنی جانوں کو مراعات اللہ کے ساتھ کرتے تھے اور دلوں کو عقل کے ساتھ روکتے تھے، تصوف کے نام سے منفرد ہو گئے اور دوسری صدی ہجری میں یہ نام شہرت پکڑ گیا اور جو شخص اس نام کے ساتھ موسوم ہوا۔ وہ ابو ہاشم صوفی ہیں جنہوں نے ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔(۱)

مولانا عبدالرحمٰن جامی (م ۸۹۰ھ) نے اس سلسلہ میں اپنی درج ذیل تحقیق

۱۔ تذکرۃ السلوک ص ۱۹

پیش کی ہے۔ وہ ابوہاشم کے تذکرے میں لکھتے ہیں۔

"اول کسے کہ ویرا صوفی خواندہ اند وے بود پیش از وے کسے را بایں نام نخواندہ بودند"(۱)

لیکن لفظ صوفی سے متعلق ایک روایت ایسی بھی ملتی ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ لفظ صوفی پہلی صدی ہجری میں ہی استعمال میں آ چکا تھا اس کے ثبوت میں ابو محمد جعفر بن حسین السراج البغدادی (م ۵۰۰ھ) نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (م ۶۰ھ) کا ایک خط پیش کیا ہے جسے انہوں نے ابن ام الحکم مدینہ کے گورنر کے پاس بھیجا تھا۔ اس خط میں یہ ذیل شعر درج تھا جس میں لفظ صوفی موجود ہے۔

قدكنت تشبه صوفيا له كتب
من الفرائض اوآيات فرقان (۲)

(تو اس صوفی سے مشابہ تھا جس کے پاس کتابیں ہوں جن میں فرائض اور قرآنی آیات درج ہوں)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کے خط میں شامل درج بالا شعر سے دو باتیں واضح طور پر سمجھ میں آتی ہیں پہلی بات تو یہ کہ اس دور میں لفظ صوفی موجود تھا اور دوسری بات یہ کہ صوفی ایسی کتابوں کے عالم ہوا کرتے تھے جن میں قرآنی آیات درج ہوا کرتی تھیں۔ جس صوفی کا تعلق ایسی کتابوں سے ہوگا یقیناً وہ بڑے فضل و کمال والا شخص ہوگا۔ ایسے شخص کی عظمت و برتری کا جس قدر بھی کلمہ پڑھا جائے کم ہے۔ اسی لیے صوفی کی تعریف تقریباً سات سو بزرگوں نے اس انداز سے کی ہے کہ ہر تعریف پر دل مچل جاتا ہے مطالعہ کے دوران راقم اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ جس قدر ایک انسان کے سر میں بال ہیں اس قدر تصوف اور صوفی سے متعلق لوگوں کے خیالات و نظریات ہیں۔ اس مختصر مقالہ میں اتنی وسعت نہیں کہ ان تمام نظریات کو یہاں ذکر کیا جائے ان میں جو تعریف مجھے زیادہ پسند آئی وہ یہ ہے، جسے شیخ علی ہجویری

۱۔ مصارع العشاق ص ۲۲۳
۲۔ نفحات الانس ۱۲، ۲۲

نے کشف المحجوب میں ص ۷۱ پر درج کیا ہے:

حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "**التصوف ترک کل حظ للنفس**" تصوف تمام نفسانی لذات وحظوظ سے دستکش ہو جانے کا نام ہے۔(۱)

تصوف اور صوفی

یہ مبارک علم جس کے حامل کی درج بالا صفات و خصوصیات ہوں اس کی نشو ونما کس سرزمین پر ہوئی یہ ایک اہم سوال ہے۔ اس اہم سوال کے تسلی بخش جواب کے لیے کئی صفحات درکار ہیں۔ تفصیلات سے گریز کرتے ہوئے بقول بعض مورخین اس علم شریف کا نشوونما سرزمین فارس میں ہوا۔ تعلیم غوثیہ میں ہے:

> "جیسے دنیا کی آبادی میں فارس کو سب پر تقدم ہے ایسے ہی تصوف کا نشوونما بھی سب سے پہلے یہیں پایا جاتا ہے اور کتب مذاہب مختلفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس درخت طوبیٰ کو حکمائے اشراقین نے بویا اور حکمائے مشائین نے سینچا اور فارس میں اس کا نشوونما ہوا اور مصرو یونان کی آبیاری نے شاخ وبرپیدا کیے ہندوستان کی نسیم نے گل شگفتہ کر کے بوباس پیدا کی۔ شریعت اسلامیہ نے خوشبو سونگھی متکلمین نے بہار دیکھی صوفیوں نے پھل کھائے۔(۲)

تصوف اور صوفی اس میں ہر ایک کا تعارف ایک دوسرے کے بغیر ممکن نہیں تصوف اپنے ابتدائی دور میں جس شکل میں متعارف تھا امتداد زمانہ کے سبب اس میں کافی تبدیلیاں آچکی ہیں اسی لیے بعض مورخین نے اس علم شریف کو کئی ادوار میں تقسیم کر کے سیر حاصل بحث کی ہے، جس کی تفصیل تاریخ تصوف کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

۱۔ کشف المحجوب ص ۷۱
۲۔ تعلیم غوثیہ ص ۳۳

جیسا کہ سطور بالا میں ذکر ہوا کہ "ہندوستان کی نسیم نے گل شگفتہ کر کے بو باس پیدا کی" اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تصوف نے ہندوستان کے اندر اپنے پاؤں جمائے اور اس سے وابستہ بندگان خدا کو اپنے فیوض و برکات سے مالا مال کیا۔ بیشمار علماء و فضلاء نے اس موضوع سے متعلق کتابیں لکھیں اور کئی بندگان خدا مدارج سلوک طے کر کے مقربین بارگاہ الٰہی ہوئے۔

تصوف اپنے ابتدائی دور میں جن آزمائشوں سے گزرنے کا نام تھا ان میں درج ذیل باتیں سرفہرست تھیں اور یہی چند چیزیں خرقہ پوشی کے لیے لازم و ضروری قرار پائیں۔

۱۔ رات کے جاگنے میں بڑی کوشش کرنا
۲۔ تمام تعلقات سے الگ ہو کر تجرید حاصل کرنا
۳۔ اپنے مولیٰ کی بندگی میں مشغول رہنا
۴۔ حق تعالیٰ کے ذکر کی مداومت کرنا
۵۔ ہر امر میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا
۶۔ اہل دنیا کی صحبت سے احتراز کرنا (۱)

تصوف کی ان بنیادی باتوں کو برقرار رکھتے ہوئے سالکان راہ طریقت نے اس میں کچھ ایسی چیزیں اپنے اغراض و مقاصد کے تحت شامل کر دیں جس کے نتیجے میں کئی سلاسل اور فرقے وجود میں آ گئے۔ اس اختلاف کی تفصیلی وجہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفہیمات الٰہیہ میں لکھی ہے۔(۲) جنیدیہ، احمدیہ، رفاعیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، قادریہ، چشتیہ، فردوسیہ، طوسیہ، گازرونیہ، سقطیہ، طیفوریہ، اور مداریہ ایسے نہ جانے کتنے سلاسل وجود میں آئے۔ جنہوں نے اپنے اپنے اصول و ضوابط کے پیش نظر سالکان راہ طریقت کو اپنی تعلیمات اور طریقہ ذکر و فکر سے باخبر کیا، اور

۱۔ انوار العارفین ص ۱۵۲
۲۔ تفہیمات الٰہیہ ص ۴۷

فارس کی سرزمین پر نشو ونما پانے والے اس پودے کی شاخیں چہار دانگ عالم میں پھیلا دیں اور جس گل کو نسیم ہند نے گل شگفتہ بنایا تھا اس کی خوشبو، صرف فارس اور اہل فارس میں ہی نہیں بلکہ تمام دنیا میں محسوس کی جانے لگی۔ اور تصوف کے مختلف سلسلے مختلف ملکوں میں پھیل کر رواج پاگئے۔ بقول شخصے:

ہندوستان، ماوراء النہر اور مکہ و مدینہ میں طریقہ نقشبندیہ کا رواج ہوا، طریقہ قادریہ کو ہندوستان و عرب میں مقبولیت حاصل ہوئی۔ طریقہ چشتیہ ہندوستان میں زیادہ مقبول ہوا توران اور کشمیر میں طریقہ کبرویہ نے شہرت حاصل کی۔ مغرب، مصر، سوڈان اور مدینہ طیبہ میں طریقہ شاذلیہ کا رواج ہوا۔ طریقہ شطاریہ نے ہندوستان میں قبول عام حاصل کیا، سلسلہ جلالیہ روم میں، احمدیہ عراق میں اور حیدریہ خراسان میں پھیلا۔(۱)

تصوف ہندوستان میں

سلاسل قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ نے ہندوستان میں زیادہ شہرت حاصل کی ہر ایک نے اپنی جامع تعلیمات سے ایک خلقت کو اپنے سے قریب کیا اپنی کچھ انفرادی خصوصیات کی بنا پر سلسلہ چشتیہ کو زیادہ شہرت حاصل ہوئی عوام الناس کا اکثر طبقہ اسی سلسلہ سے وابستہ ہے۔ سلسلہ قادریہ اور نقشبندیہ سے اہل علم طبقہ وابستہ ہوا۔ علماء کی بھاری اکثریت سلسلہ قادریہ سے متعلق ہے۔ اور آج بھی علماء و فضلاء کے طبقہ میں جو مقبولیت سلسلہ قادریہ کو حاصل ہے دیگر سلاسل کو نہیں۔

ہندوستان میں تصوف کب داخل ہوا اور پہلے کس بزرگ نے اس علم شریف سے باشندگان ہند کو متعارف کرایا یہ بجائے خود ایک اہم سوال ہے جس کے جواب میں اگر صرف اتنا کہا جائے کہ ہندوستان میں اشاعت اسلام کے ساتھ تصوف کی بھی اشاعت ہو گئی تھی تو بے جا نہ ہوگا۔ اس لیے کہ ہندوستان میں اشاعت اسلام کا اہم

۱۔ تصوف کی اجمالی تاریخ معارف نمبر ۶ جلد ۵ ۳ ص ۴۵۴

فریضہ بیشتر انہی نفوس قدسیہ نے دیا جو تصوف کے مدارج علیا پر فائز تھے۔ تعمیر حیات لکھنؤ میں ہے:

"ہندوستان میں مسلمانوں کے دور کا آغاز صوفیائے کرام ہی کی ذات سے ہوا اور حضرت علامہ سید علی ہجویری، (م ۴۶۵ھ) وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے کشف المحجوب لکھ کر پہلی مرتبہ سرزمین ہندوستان کو اسلامی تصوف سے روشناس کر کے اس خطۂ تاریک کو اسلام کی روشنی سے منور اور دین و توحید کی دولت سے مالا مال کیا۔ خصوصاً پنجاب کا پورا علاقہ آپ کے خوان فیض و کرم سے زلہ ربا ہوا اسی لیے دنیا آپ کو داتا گنج بخش کے لقب سے یاد کرتی ہے۔
پھر امیر کبیر سید علی ہمدانی نے (م ۷۷۰ھ) سرزمین ہند کو اشاعت دین حق کے لیے منتخب فرمایا اس مقدس شخصیت کو جو شئی یہاں کھینچ کر لائی وہ نسرین و نسترن کی جانفزا خوشبو وادئ کشمیر کا حسن و جمال اور ہمالیہ کی چوٹیوں کی سربلندی نہ تھی بلکہ غیرت و حمیت اور شفقت و محبت کا وہ شہ پر تھا جس سے سرفروشی و جانبازی، جہد و مجاہدہ اور ایثار و جد و جہد کا شہ باز پرواز کرتا ہے۔ سید علی ہمدانی نے اس سرزمین کو بزور شمشیر فتح نہیں کیا بلکہ درد و محبت سے فتح کیا، اخلاص و روحانیت سے زیر کیا اور جذب و شوق سے جیتا اور اپنے تین ہی دوروں میں پورا خطہ مسلمان بنا لیا۔" (۱)

سطور بالا کی حقائق کا اعتراف معتصم عباسی آزاد نے کیا ہے وہ لکھتے ہیں

"درحقیقت ہندوستان میں اسلام کی اشاعت اور اس کی مقبولیت صوفیوں کی مرہون منت ہے۔ اس لیے تصوف کو یہاں مذہبی زندگی میں بنیادی حیثیت حاصل رہی۔" (۲)

اس بنیادی حیثیت میں روز افزوں اضافہ ہوتا ہی رہا ان میں اس قدر

۱۔ ہندوستان میں صوفیائے کرام کی خدمات، تعمیر حیات لکھنؤ ص ۱۵ ستمبر ۱۹۸۲ء
۲۔ علمائے چڑیا کوٹ "اسلام اور عصر جدید" ص ۳۹ اپریل ۱۹۷۳ء

وسعت ہوئی اور ان کے اثرات اس طرح بڑھے کہ وہ بیشمار چیزیں جو معاشرہ کی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ سمجھی جاتی تھیں صوفیاء کی تعلیمات سے دور و نفور کیا۔ بقول پروفیسر خلیق احمد نظامی منگولوں کی پیدا کی ہوئی ابتری کو صوفیا نے روحانی سلاسل کے قیام سے پورا کیا۔ ابتدائی دور میں کشف المحجوب کے مطابق تو صرف بارہ سلاسل طریقت تھے جن میں دو سلاسل مردود اور باقی دس مقبول تھے لیکن مرور ایام کے ساتھ ان میں اس قدر اضافہ ہوا کہ ہندوستان میں ہی صرف سولہویں صدی میں چودہ ایسے سلاسل کا ذکر ملتا ہے جن کا تذکرہ ابوالفضل نے آئین اکبری میں کیا ہے۔ بقول گوپی چند نارنگ ان چودہ سلاسل میں جن چار سلاسل کو قبول عام حاصل ہوا وہ یہ ہیں:

۱۔ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی (م ۵۶۱ھ/۱۱۶۵ء) کا قادریہ

۲۔ شیخ شہاب الدین سہروردی (م ۶۳۲ھ/۱۲۳۴ء) کا سہروردیہ

۳۔ شیخ عبداللہ شاذلی (م ۶۵۶ھ/۱۲۵۸ء) کا شاذلیہ

۴۔ مولانا جلال الدین رومی (م ۶۷۲ھ/۱۲۷۳ء) کا مولویہ

ان میں مولویہ ترکی میں اور شاذلیہ زیادہ تر مصر، شمالی افریقہ، عرب اور شام میں مقبول ہوئے ہندوستان میں قادریہ اور سہروردیہ کا سکہ رائج رہا۔ برصغیر ہندوستان میں ان سلسلوں کے علاوہ اور جو سلسلے رائج ہیں ان میں خواجگان اور چشتیہ سلسلے نہایت ہی مشہور ہیں۔ سلسلۂ خواجگان کو خواجہ محمد اتا لیسوی (م ۵۶۲ھ) اور چشتیہ کو شیخ ابواسحاق شامی (م ۳۲۹ھ) سے منسوب کیا جاتا ہے۔ مگر چشتیہ کو ہندوستان میں پھیلانے اور پروان چڑھانے کا شرف خواجہ معین الدین سجزی (م ۶۳۲ھ/۱۲۳۵ء) کو حاصل ہے۔(۱)

سلسلۂ قادریہ ہندوستان میں

سلسلہ قادریہ کو جو عظمت ہندوستان میں حاصل ہے وہ اور دیگر سلاسل کو حاصل نہیں اس کا اعتراف متعدد مشائخ کرام اور ارباب دین و دانش نے کیا ہے۔ مجدد

۱۔ اسلامی تصوف کا نشو و نما "برہان" دہلی ص ۳۸ جولائی ۱۹۵۶ء

الف ثانی شیخ احمد سرہندی (م ۱۰۳۴ھ) نے اپنی مکتوبات، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) نے ہمعات و تفہیمات میں سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان اور ان کے فضائل و کمالات سے متعلق سیر حاصل بحث کی ہے ان کے علاوہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) شیخ عبدالعزیز دہلوی اور امام احمد رضا قادری علیہم الرحمۃ والرضوان کے علاوہ کئی ارباب علم و فضل نے عظمت قادریت سے متعلق کتابیں اور تحریریں یادگار چھوڑی ہیں۔

اس عظیم سلسلہ کا قیام اور رواج ہندوستان میں کب ہوا اور اس کا نشو و نما کہاں ہوا اس سلسلے میں ارباب فکر و نظر کے مختلف خیالات و نظریات ہیں۔ ذیل میں دی گئی تحریروں کی روشنی میں ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کے قیام اور فروغ سے متعلق سنہ متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۱۔ حضرت شاہ نعمت اللہ قادری

ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کا قیام اور رواج پندرہویں صدی کے وسط میں ہوا۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی رقم طراز ہیں:

"پندرہویں صدی کے وسط میں قادریہ اور شطاریہ کے سلسلے ہندوستان میں قائم ہوئے۔ قادریہ سلسلہ کو شاہ نعمت اللہ قادری نے ہندوستان میں قائم کیا۔ سید محمد غوث گیلانی، مخدوم شیخ عبدالقادر ثانی، سید موسیٰ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس سلسلہ کو عہد مغلیہ میں فروغ دیا۔" (۱)

ڈاکٹر یعقوب عمر نے بھی لکھا ہے کہ دکن کی زمین کو یہ فخر حاصل ہے کہ سب سے پہلے اس سلسلہ کے ایک بزرگ شاہ نعمت اللہ قادری متوفی ۱۴۳۰ء نے یہاں قدم رکھا لیکن اس سلسلے کی وسیع پیمانے پر اشاعت کے ذمہ دار حضرت مخدوم محمد

۱۔ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۳۴

گیلانی قدس سرہ تھے۔(۱)

سطور بالا کی روشنی میں یہ بات محقق ہو جاتی ہے کہ بانی سلسلہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال کے دو سو سال بعد شاہ نعمت اللہ قادری نے اہل ہند کو اس سلسلے سے متعارف کرایا۔

شاہ نعمت اللہ قادری نام کے دو بزرگ پائے جاتے ہیں جن کی ذات والا گہر سے غیر منقسم ہندوستان میں سلسلہ قادریہ رواج پذیر ہوا ان میں ایک کا تعلق دکن جب کہ دوسرے بزرگ کا تعلق گولڑ فیروز آباد (پنجاب) سے تھا۔اول الذکر کی سنہ وفات ۱۴۳۰ء ہے جبکہ موخر الذکر ۱۲۶۴ء میں اللہ کو پیارے ہوئے۔شاہ نعمت اللہ دکنی نے ہندوستان میں بقول پروفیسر خلیق احمد نظامی سلسلہ قادریہ قائم کیا۔اس کی تائید شیخ اکرام کی درج ذیل تحریر سے بھی ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں:

"شاہ نعمت اللہ قادری دکنی نے ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کو رائج کیا اگرچہ یہ سلسلہ ان سے نہیں چلا لیکن تقدمیت کا شرف انہیں حاصل ہے"۔(۲)

۲۔حضرت شاہ نعمت اللہ فیروز آبادی

حضرت شاہ نعمت اللہ فیروز آبادی نے بنگال میں اس سلسلہ کو فروغ بخشا، بقول شیخ محمد اکرام:

"بنگال میں قادریہ سلسلہ کے جن بزرگ کا نام سب سے پہلے لیا جاتا ہے وہ گولڑ فیروز آباد کے شاہ نعمت اللہ قادری تھے جو نارنول میں پیدا ہوئے اور سیر و سفر کے دوران راج محل آئے جو شاہ شجاع کے زمانہ میں بنگال کا حاکم تھا۔شاہ شجاع نے آپ کی بڑی قدر کی آخری ایام میں

۱۔ سلسلہ قادریہ ہندوستان میں۔ماہنامہ ذوق نظر ص ۳۷ غوث اعظم نمبر فروری و مارچ ۱۹۸۵ء

۲۔ ...کوثر

آپ گوز کے نواحی قصبہ فیروز آباد تشریف لے گئے اور وہیں ۱۶۶۳ء میں وفات پائی۔"(۱)

۳۔ حضرت سید محمد غوث گیلانی اوچی

بعض اصحاب قلم نے ہندستان میں قادریت کے فروغ اور اس کی نشر و اشاعت کا سہرا سید محمد غوث گیلانی اوچی (م ۱۵۱۷ھ) کے سر باندھا ہے اور اپنی تحریروں کو مدلل کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ آپ ہی کی ذات ستودہ صفات سے ہندوستان میں قادریت کی شمع روشن ہوئی جس کی روشنی سے دور دور تک اجالا پھیل گیا۔ مذکورۃ الصدر بزرگ کی ذات اقدس سے ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کو فروغ ملنے کا اعتراف تو پروفیسر خلیق احمد نظامی اور شیخ محمد اکرام نے بھی کیا ہے لیکن تذکرہ اولیائے ہند کے مصنف نے سید محمد غوث گیلانی کی ذات کو ہندوستان میں قادریہ سلسلہ کی نشر و اشاعت کے تعلق سے اولیت دی ہے۔ وہ اپنی تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سید محمد غوث گیلانی اہل علم اور خدا ترس بزرگ تھے۔ سخاوت اور بہادری ان کی ذات میں نمایاں تھی آپ نے باضابطہ مخلوق کی ہدایت کا اہم فریضہ انجام دیا۔ بڑے بڑے امراء اور علماء و فضلاء آپ کے دامن سے وابستہ ہوگئے۔ سلطان سکندر لودھی نے بھی آپ سے بیعت کی اس طرح عقید تمندوں کا ایک لمبا تانتا بندھ گیا آپ کی ذات بابرکات سے ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کا فیضان جاری ہوا اور ہندوستان میں اس سلسلہ کی نشر و اشاعت کے اولین شخص قرار دیے گئے۔"(۲)

سلطان سکندر لودھی کے عہد میں سلسلہ قادریہ کے آغاز کا تصور صفی حیدر

۱۔ رود کوثر ص ۵۱۳

۲۔ تذکرہ اولیائے ہند جلد ۳ ص ۱۸

نے بھی پیش کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

"سلسلہ قادریہ کا آغاز ہندوستان میں بعہد سلطان سکندر لودھی حضرت سید محمد غوث سے ہوا آپ کا سلسلہ نو واسطوں سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بانی سلسلہ قادریہ تک پہنچتا ہے۔"(۱)

ڈاکٹر یعقوب عمر نے بھی لکھا ہے۔

جہاں تک مستند روایات ملتی ہیں اس کی رو سے حضرت عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں سے سب سے پہلے جس نے اس سرزمین پر قدم رکھا وہ حضرت مخدوم محمد گیلانی تھے۔ ہندوستان میں یہ ۱۴۸۲ء کے لگ بھگ آئے سکندر لودھی کو ان سے بڑی عقیدت تھی انہوں نے ۱۵۱۷ھ میں انتقال فرمایا۔(۲)

۴۔ حضرت سید محمد غوث گوالیاری

ہندوستان میں سلسلہ قادریہ جاری کرنے والے پہلے بزرگ سید محمد غوث گیلانی نہیں بلکہ سید محمد غوث گولیاری ہیں اس حقیقت کا انکشاف مطالعہ اسلامیات کے مصنف حسن واصف عثمانی نے کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

"ہندوستان میں محمد غوث گولیاری (م ۱۵۶۲ء) سلسلہ قادریہ کے جاری کرنے والے پہلے بزرگ ہیں۔"(۳)

حسن واصف کا نظریہ توجہ طلب ہے اور وہ اس لیے کہ سیدنا محمد غوث گوالیاری کی سنہ وفات ۹۷۰ھ ہے اسّی سال کی عمر میں اللہ کو پیارے ہوئے۔ ۹۷۰ھ میں اسّی سال کے اخراج سے سنہ ولادت ۸۹۰ھ متعین ہوتی ہے۔ خزینۃ الاصفیاء میں سید محمد غوث گوالیاری کی سنہ وفات اس طرح مذکور ہے۔

۱۔ تصوف اور شاعری ص ۸۸

۲۔ مطالعہ اسلامیات ص ۱۴۴

۳۔ خزینۃ الاصفیاء [illegible]

"وفات آن جامع الکرامات باتفاق اہل اخیار در سال نہصد و ہفتاد (۹۷۰ھ) است کہ بتاریخ پانزدھم رمضان المبارک بوقوع آمد ومدت عمر ہشتاد سال وقبر در گولیار است۔"(۱)

دوسری بات یہ بھی ہے کہ سیدنا محمد غوث گوالیاری کا تعلق سلسلہ قادریہ سے کہیں زیادہ سلسلہ شطاریہ سے ہے۔ ہندوستان میں آپ کی شہرت بحیثیت شطاری بزرگ کے ہے۔ شطاریہ وہ سلسلہ ہے جسے عبداللہ شطاری بخاری (م ۸۹۰ھ) نے قائم کیا تھا اور سیدنا محمد غوث گوالیاری اور ان کے نسبتی بھائی شیخ پھول اور شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی نے ہندوستان میں اس سلسلہ کو ترقی دی۔"(۲)

۵۔ حضرت سید محمد قادری اُجھری

ان تفصیلات کی روشنی میں سید محمد غوث گوالیاری کو ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کا بانی کہنا تاریخی حقائق کے خلاف معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ ان کی ولادت کے تقریباً پچاس سال قبل ہی خانوادۂ قادریت کے چشم وچراغ سیدنا حضرت سید محمد قادری بغدادی (۸۴۶ھ) میں ہندوستان کی سرزمین پر اپنے چالیس خلفاء کے ساتھ ورود مسعود فرما چکے تھے انہوں نے اشاعت اسلام کے ساتھ سلسلہ قادریہ کو فروغ بخشا اور ان کے چالیس خلفاء بہار اور اس سے ملحق صوبوں میں پھیل کر اس سلسلہ کی نشرو اشاعت میں منہمک ہوگئے۔ سید فضل الحق قادری لکھتے ہیں:

"سلسلہ قادریہ کے سب سے پہلے بزرگ حضرت سیدنا محمد اجھری ہیں اور آپ کے بعد مخدوم محمد گیلانی (م ۹۲۳ھ) اوچ، شاہ قیس قادری (م ۹۹۳ھ) محلہ گڑھ منیر، بہار شریف اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) حضرت میاں میر لاہوری (م ۱۰۴۵ھ)

۱۔ خزینۃ الاصفیاء ص ۳۳۳

۲۔ تاریخ سلسلہ فردوسیہ ۷۰

نے اس سلسلہ کو فروغ دیا۔"(۱)

حضرت سید محمد قادری امجھری ہندوستان اس وقت تشریف لائے جب ۸۰۱ھ/۱۳۹۸ء میں سلطان تیمور دہلی کو تاراج کر کے اور سلطنت تغلقیہ کو برباد کر کے چلا گیا تھا ہندوستان میں ہر طرف طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا نہ جانے کتنے خود ساختہ راجہ و مہاراجہ عالم وجود میں آچکے تھے۔ ظلم و تشدد کی فضا عام تھی۔ کمزوروں اور ضعیفوں پر مظالم و مصائب کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے ایسے عالم میں سید محمد قادری ۸۴۶ھ میں ہندوستان تشریف لائے اور مختلف مقامات کا سفر کرتے ہوئے صوبہ بہار میں ایک ویران جگہ چشمہ کے کنارے اپنا عصا مارتے ہوئے فرمایا اب میں اسی جگہ سکونت پذیر ہوتا ہوں تو بھی متحرک نہ ہونا، آپ کے خلیفہ شیخ علی شیرازی جو آپ کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے تھے فرماتے ہیں:

"پس عصا کہ در دست داشت بر کنارہ چشمہ فرو برد و گفت من دریں جا ساکن شدم تو نیز متحرک مشو در حال عصا سبز شد و شاخہائے پُر از گل و میوہائے بر آورد۔"(۲)

سطور بالا میں جس عصا کا ذکر ہوا دراصل یہ سیدنا غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کا عصا تھا جسے بطور تبرک و نشانی آپ کے والد ماجد سید نا محمد درویش علیہ الرحمۃ نے آپ کو تاج اور خرقہ کے ساتھ عطا فرمایا تھا اور ساتھ ہی وصیت بھی کی تھی کہ یہ عصا زمین میں نصب کرنے کے بعد جہاں شاخیں اور کونپلیں نکل آئیں وہیں سکونت اختیار کر لینا۔(۳) والد ماجد کی وصیت کے مطابق آپ نے کہیں بود و باش اختیار کی آپ کے شرف بخشنے کے باعث اس سرزمین کو امجد کہا جانے لگا جو اب کثرت استعمال اور امتداد زمانہ کے سبب امجھر ہو گیا ہے۔(۴)

۱۔ سید الہند اور آپ کا اسلامی مشن ص ۱۴

۲۔ مناقب محمدیہ ص ۲۷

۳۔ حاشیہ مناقب محمدیہ ص ۲۷

۴۔ سید الہند اور آپ کا اسلامی مشن ص ۱۷

حضرت سید محمد قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات پاک سے ہندوستان میں جس طرح سلسلہ قادریہ کا فروغ ہوا اس کی ایک طویل داستان ہے۔ مختصر یہ کہ آپ نے کئی راجاؤں، مہاراجاؤں کو ان کے ظلم و تشدد کی بنا پر بحکم الٰہی فنا کے گھاٹ اتارا۔ پھر اسلام کی اخلاقی تعلیمات سے وہاں کے عوام کو روشناس کر کے اپنے قریب کیا۔ اور یہ سلسلہ آپ کی حیات مقدسہ تک چلتا رہا۔ ربیع الاول ۹۴۰ھ کی ابتدائی تاریخوں میں آپ کی وفات ہوئی۔ وفات فرمانے سے کچھ پہلے آپ نے لفظ عشق کو دوبارار شاد فرمایا تھا۔ "تکرار عشق ہی مادۂ تاریخ وصال ہے۔"(۱)

ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کی فروغ واشاعت آپ کی ذات اقدس سے ہوئی اس کا اعتراف پروفیسر محمد طیب ابدالی نے درج ذیل لفظوں میں کیا ہے۔

> "سلسلہ قادریہ کے عظیم المرتبت بزرگ حضرت سیدنا محمد القادری البغدادی الاچھری کا قدم مبارک ہندوستان میں ۸۴۶ھ میں پہنچا اور آپ نے اس دیار میں سلسلہ قادریہ کی تعلیمات روحانی و باطنی کی ترویج واشاعت کی آپ کے بعد آپ کے خلفاء و جانشینوں نے اس فیضان کا زیادہ سے زیادہ اجرا کیا پابندی شریعت اور اتباع سنت پر سختی سے گامزن رہے۔ رسوم جہالت و شرک و بدعات کا قلع قمع کیا۔ تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کی تعلیم کی خدمت خلق اور رشد و ہدایت کی توسیع کی ان سب حقائق نے سلسلہ قادریہ کو مقبول عام بنایا اور اس کی اشاعت کا نی ہوئی۔"(۲)

پروفیسر طیب ابدالی نے اس کا دعویٰ تو نہیں کیا کہ سید محمد قادری اچھری ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کے اولین بزرگ ہیں انہوں نے موزوں ترین بات کہی ہے۔ بلاشبہ سیدنا محمد قادری کی ذات والا صفات سے ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کا فیضان زیادہ سے زیادہ جاری ہوا۔ اور ان کے خلفا کے ذریعہ بہار اور اس سے ملے

۱۔ مراۃ الکونین ص ۳۹۸

۲۔ جادۂ عرفاں ص ۲۱۰

ہوئے دیگر صوبوں میں قادری فیوض وبرکات کے کئی چشمے رواں ہوئے۔

اس سلسلے میں یہ امر بھی غور طلب ہے کہ بغداد سے ہندوستان روانہ ہوتے وقت آپ کے والد ماجد نے ہندوستان جاکر اپنے ہی نسل میں شادی کرنے کے لیے بھی فرمایا تھا۔ شیخ علی شیرازی لکھتے ہیں:

"وقت وداع پدر بزرگوارش فرمود اے پسر اگرچہ حاجت نیست نصیحت وادب ونیکوئی زیراکہ خدائے تعالیٰ ہمہ بخشندہ است بتولیکن مزاج تجرد وتفرید از تزویج می نماید ازیں موجب ترا اندرزی کنم باید کہ بجا آری وزنے در عقد آری از اعیان واشراف خصوصاً از برادران مثل سید احمد قادری کہ در ہند رفتہ متوطن گردیدہ در نسل او مناکحت میسر آید جائے دیگر نکنی دریں معنی ہر گز تغافل نورزی۔"(۱)

والد ماجد کے حکم کے بموجب آپ نے دوران سفر ہندوستان میں موضع سرہرپور متصل کچھوچھہ مقدسہ صوبہ اتر پردیش میں اپنے ہی خانوادہ کے ایک بزرگ حضرت سید تاج الدین ابو عبد الرزاق کی دختر نیک اختر فاطمہ عرف بی بی پیارن سے رسم مناکحت فرمائی۔"(۲)

اس واقعہ سے پتا چلتا ہے کہ خانوادہ قادریت کے بزرگ نویں صدی ہجری کے قبل ہی ہندوستان میں آکر متوطن ہو چکے تھے اور شمع قادریت کی لو سے ہزاروں گم گشتگان راہ کو راہ حق وصداقت سے ہمکنار کر چکے تھے۔

۶۔ حضرت پیر شاہ عطاء اللہ بغدادی

نویں صدی ہجری کے قبل ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری میں سلسلہ قادریہ کے بزرگ ہندوستان میں موجود تھے۔ لیکن انہیں زیادہ اہمیت حاصل نہ تھی اس حقیقت کا انکشاف سید شمیم احمد ڈھاکہ کے اس مقالہ سے ہوتا ہے جو "بہار کے

۱۔ مناقب محمدیہ ص ۴۰

۲۔ اذکار طیبہ ص ۴۳

صوفیائے کرام" کے عنوان سے "معارف" اعظم گڑھ میں شائع ہوا ہے وہ لکھتے ہیں:

"بہار میں ساتویں، آٹھویں اور نویں صدی ہجری کے نصف اول تک قادریہ سلسلہ کو زیادہ اہمیت حاصل نہیں رہی گو اس سلسلہ کے متعدد بزرگ بنگال و بہار میں موجود تھے مگر ان کا حلقۂ اثر زیادہ وسیع نہ تھا مخدوم الملک کے معاصرین میں اس سلسلہ کے سب سے مشہور و معروف بزرگ پیر شاہ عطاء اللہ بغدادی (م ۸۱۷ھ) ہیں جن کا مزار مقدس بہار شریف میں محل پیر اور شیر پور کے درمیان سڑک سے تھوڑی دور پر ندی کے کنارے واقع ہے یہ جگہ عرف عام میں پیر ستہ گھاٹ کہلاتی ہے جو لفظ پیر شاہ عطا کی غالباً بگڑی ہوئی شکل ہے۔ قادریہ سلسلہ کی دوسری مشہور ہستی حضرت داؤد قریشی کی ہے جو حضرت صدر الدین راجو قتال بخاری (م ۸۰۹ھ) کے مرید اور خلیفہ تھے، قادریہ سلسلہ کو زیادہ عروج مغلوں کے دور میں ہوا اور آج یہ حال ہے کہ شاید ہی کوئی ایسی خانقاہ یا گدی ہو جہاں اس سلسلہ میں بیعت نہ لی جاتی ہو۔(۱)

درج بالا عبارت کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ساتویں صدی ہجری میں سلسلۂ قادریہ کی بنیاد ہندوستان میں پڑ چکی تھی مگر فروغ اسے نویں صدی ہجری کے نصف اول میں حاصل ہو سکا۔

۷۔ حضرت سید ابوالحیات قادری

بنگال میں سلسلہ قادریہ کی اشاعت میں جس اہم شخصیت نے کلیدی کردار ادا کیا ہے، وہ حضرت قمیص قادری علیہ الرحمتہ (۸۹۷ھ۔۹۹۲ھ) ہیں ان کے والد ماجد سید ابوالحیات قادری علیہ الرحمہ کو سیدنا شیخ عبد الرزاق قادری جیلانی (م ۶۲۳ھ) سے سلسلہ کی نسبت حاصل تھی وہ بغداد سے تشریف لا کر قصبہ سادھورہ خضر آباد میں

۱۔ بہار کے صوفیائے کرام، معارف جلد ۶ ص ۵۴-۴

مقیم ہوئے تھے۔ ان کے تذکرہ میں مفتی غلام سرور نے لکھا ہے کہ یہی وہ اول بزرگ ہیں جن کی ذات سے ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کو فروغ ہوا۔ وہ لکھتے ہیں:

"ابوالحیات اول بغداد سے ہند میں آئے اور چندے بنگال میں تشریف رکھے پھر قصبہ سادھورہ خضر آباد جو انبالہ کے علاقے میں ہے آئے اور سکونت اختیار کی اور ایک شخص نصر اللہ نامی نے جو عامل اور عالم تھے اپنی بیٹی ان کے نکاح میں دی اس کے بطن سے سید شاہ قیس پیدا ہوئے جو مادر زاد ولی تھے۔ باپ نے ان کو ظاہری اور باطنی تعلیم دی۔ ہزاروں ان کی ذات بابرکات سے کمالات صوری و معنوی کو پہنچے۔ گویا سلسلہ قادریہ ان کی ذات بابرکات سے ہند میں شائع ہوا، ان کی اولاد سادھورہ میں رہتی ہے۔"(۱)

مفتی غلام سرور کی درج بالا تحریر سے اتنا تسلیم کر لینے میں کوئی قباحت نہیں ہے کہ جس طرح سلسلہ قادریہ کے دوسرے بزرگوں سے اس سلسلہ کو فروغ حاصل ہوا اسی طرح سید ابوالحیات بغدادی اور ان کے فرزند دلبند حضرت شاہ قیس الاعظم قادری علیہما الرحمۃ والرضوان کی ذات ستودہ صفات نے بھی اس سلسلہ کی اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔

۸۔ حضرت سید بہاء الدین قادری

سلسلہ قادریہ رضویہ کے بانی حضرت العلام امام احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان (م ۱۹۲۱ء) ہیں انہیں خانوادہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے ایک بزرگ قدوۃ العارفین خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ (م ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ) سے بیعت و خلافت حاصل تھی انہی کے توسط سے یہ سلسلہ حضرت شاہ برکت اللہ مارہروی علیہ الرحمہ سے ہوتے ہوئے حضرت سیدنا بہاء الدین قادری شطاری دولت آبادی علیہ الرحمہ سے جاملتا ہے۔

۱۔ حدیقۃ الاولیاء ص [illegible]

حضرت سیدنا بہاء الدین قادری (م ۹۲۱ھ) وہ جلیل القدر بزرگ شخصیت ہیں جن کی عظمت کا اندازہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کے درج ذیل سے شعر سے لگایا جاسکتا ہے۔

منتقی جوہر زجیلاں سید احمد الاماں

بے بہا گوہر بہاء الدین بہا امداد کن (۱)

درج بالا شعر میں دوسرے مصرعہ سے سیدنا شیخ بہاء الدین علیہ الرحمہ کی ذات گرامی مراد ہے جب کہ مصرعہ اولیٰ سے ان کے پیرو مرشد سیدنا احمد الجیلانی (م ۸۵۳ھ) کی ذات مراد لی گئی ہے۔ حضرت بہاء الدین قادری نے نویں صدی ہجری کی ابتدا میں زیارت حرمین شریفین کے دوران خاص حرم شریف میں آپ سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل کیا تھا۔ انہوں نے سلسلہ قادریہ کے اوراد و اشغال سے متعلق ایک کتاب بھی لکھی تھی جس میں انہوں نے اپنا انتساب سلسلہ قادریہ سے جس انداز میں لکھا ہے وہ قابل مطالعہ ہے اس کی صراحت مختصر طور پر شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمہ نے اس طرح کی ہے۔

"لقن شیخ السموات والارضین شیخ محی الدین عبدالقادر الجیلی ابنه الشیخ عبد الرزاق ولقن شیخ عبدالرزاق شیوخاً بعد شیوخ الی شیخی ومرشدی سید احمد الجیلی القادری الشافعی و شیخی لقنی جمیع الاذکار و البسنی الخرقة القادریة فی الحرم الشریف تجاه الکعبة."(۱)

سید بہاء الدین قادری علیہ الرحمہ نے قادریت کا بیش بہا فیضان سرزمین بیت اللہ پر سید احمد جیلانی سے حاصل کیا اور ہندوستان واپس آکر اسے جاری و ساری فرمایا۔ ہندوستان کی اکثر و بیشتر قادری خانقاہیں ایسی ہیں جن کا سرچشمہ آپ ہی کی ذات

۱۔ حدائق بخشش حصہ دوم ص ۴۰

۲۔ اخبار الاخیار ص ۱۶

گرامی ہے۔ بطور خاص صوبہ اتر پردیش کی اکثر خانقاہوں کا روحانی تعلق آپ ہی کی ذات سے ہے تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ کے مصنف لکھتے ہیں:

"آپ (سید بہاء الدین) کی ذات مقدس سے ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کی ترویج ہوئی، جوق در جوق لوگ آپ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور آپ کے فیض صحبت سے بیشار لوگ ارادت میں شامل ہو کر ہندوستان کے کونے کونے میں پھیل گئے یہی وجہ ہے کہ آج بھی سلسلہ قادریہ سے کروڑوں افراد منسلک ہیں اور آپ کا فیض روحانی اہل ہند پر جاری و ساری ہے۔" (۱)

حضرت سیدنا بہاء الدین قادری علیہ الرحمہ نے کس سنہ میں فریضہ حج ادا کیا اس کا پتا نہ چل سکا ورنہ یہ تعین کرنے میں آسانی ہوتی کہ سیدنا محمد الجھری علیہ الرحمہ کو ہندوستان میں قادریت کی اشاعت میں اولیت حاصل ہے یا سیدنا بہاء الدین قادری کو، سید محمد الجھری علیہ الرحمہ کی وفات ۹۴۰ھ میں ہوئی اور سید بہاء الدین علیہ الرحمہ ۹۲۱ھ میں اللہ کو پیارے ہوئے اس سے اندازہ یہی ہوتا ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے نویں صدی ہجری میں ہی سلسلہ قادریہ کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا اور خلق خدا کو اس سلسلہ کے فیوض و برکات سے مستفیض فرمایا۔

اب تک ہمارے سامنے ارباب فکر و نظر کی جتنی تحریریں آئی ہیں اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ نویں صدی ہجری کے نصف اول میں سلسلہ قادریہ کی اشاعت خوب ہوئی لیکن اس سے قبل ہی اس سلسلہ کی بنیاد ہندوستان میں پڑ چکی تھی اگرچہ ہمارے بعض مورخین اور دانشوروں نے اس حقیقت سے چشم پوشی کی ہے اس کی وجہ شاید یہ ہو سکتی ہے کہ ہندوستان میں تصوف کے موضوع پر لکھنے والوں کا تعلق اکثر سلسلہ چشتیہ اور دوسرے سلاسل سے ہے اس لیے وہ قادریت سے متعلق تمام تر مواد فراہم کرنے میں دلچسپی نہ لے سکے اور ایک دوسرے کی تحریروں کو بنیاد بنا کر آگے

۱۔ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ ص ۲۹۷

بڑھ گئے اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور وخوض کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ اگر مذکورہ بالا نظریات وخیالات پر اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا کہہ لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ بغداد معلّٰی میں اس عظیم سلسلہ کی بنیاد پڑنے کے تقریباً دو ڈھائی سو سال بعد یہ سلسلہ ہندوستان پہنچا۔ حالانکہ یہ معاملہ قابل غور بھی ہے اور باعث عجب بھی کیوں کہ جب راقم السطور نے تصوف پر لکھی جانے والی کتابوں کا بالاستیعاب جائزہ لیا تو ایسے حقائق سامنے آئے جن سے صرف نظر کسی صورت میں ممکن ہی نہیں۔ افسوس یہ ہے کہ ہمارے مورخین وسوانح نگاروں کو اس کا ذکر اپنی تصانیف میں کرنا تو کجا اس کی نشاندہی کرنے کی بھی توفیق نہیں ہوئی۔

۹۔ حضرت میر سید اسماعیل قادری

میر سید اسمٰعیل حضرت سید ابدال کے بیٹے تھے ۸۰۹ھ میں ولادت ہوئی اور ۹۹۴ھ میں وصال ہوا۔ سلسلہ قادریہ کے اہم بزرگوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے اخبار الاخیار میں ہے۔

"آپ ہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے ہندوستان میں سید عبدالقادر جیلانی کے سلسلہ کو جاری کیا۔"(۱)

مفتی غلام سرور نے اخبار الاخیار کی عبارت درج کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کا اجراء کرنے والوں میں جن چند بزرگوں کے نام آتے ہیں اس میں سے ایک آپ بھی تھے۔ لیکن ان کی تحریروں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ اولیت انہیں نہیں بلکہ ان کے آباء واجداد کو حاصل تھی۔ مفتی غلام سرور نے اپنے اس قول کی تائید میں اسی کتاب سے درج ذیل عبارت پیش کی ہے:

"اول کسیکہ از سلاسل خاندان عالیشان قادریہ اعظمیہ رونق افزائے ہندوستان شد بزرگان سید اسمٰعیل بودند کہ قبل ازیشاں احدی از اولاد

۱۔ اخبار الاخیار ص ۴۳۹

حق باد حضرت غوثیہ رخ بہندوستان نکرد اگر کرد قیام نپذیرفت و بہ برکت نفس آں سید الاولیاء خلق کثیر بہدایت وارشاد رسید۔"(۱)

(قادری خانوادہ کے پہلے جو بزرگ ہندوستان آئے وہ میر سید اسمٰعیل کے آباء واجداد تھے ان سے پہلے کسی نے ہندوستان کا رخ نہیں کیا اور اگر تشریف لائے بھی تو اقامت نہیں فرمائی ان کے آباء واجداد میں سے کون سے بزرگ پہلے ہندوستان تشریف لائے ہیں ان کی ذات بابرکت سے بے شمار بندگان خدا کو ایمان کی دولت ملی)

اخبار الاخیار کے مترجم نے براہ راست میر سید اسمٰعیل کے بارے میں لکھا ہے جب کہ خزینۃ الاصفیاء سے اس کی تائید نہیں ہوتی ہے ایسا لگتا ہے کہ مترجم سے بزرگان سید اسمٰعیل میں لفظ بزرگان ترجمہ کرنے سے رہ گیا ہے۔ میر سید اسمٰعیل کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

"سید اسمٰعیل بن سید ابدال بن سید نصر بن سید محمد بن سید موسیٰ بن سید عبدالجبار بن ابی صالح نصر بن سید عبدالرزاق بن محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی"(رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

۱۰۔ حضرت سیدنا تاج الدین عبدالرزاق جیلانی

ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کی اشاعت اور آمد کے تعلق سے سوائے سید شمیم ڈھاکہ کے تمام ارباب فکر ونظر نے نویں صدی ہجری سے ہی اس کی ابتداء کو تسلیم کیا ہے۔ صرف انہوں نے وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ ساتویں صدی ہجری میں اس سلسلہ کی بنیاد ہندوستان میں پڑ چکی تھی ان کی تحریروں کی روشنی میں ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کے بانی نہ تو بقول پروفیسر خلیق احمد نظامی حضرت شاہ نعمت اللہ قادری علیہ الرحمہ ہیں اور نہ ہی دوسرے مورخین کی تحریروں کے بموجب

۱۔ خزینۃ الاصفیاء ص ۱۲۶

سیدنا شاہ بہاء الدین قادری شطاری اور سیدنا محمد غوث گیلانی اوچی علیہما الرحمۃ والرضوان ہیں۔ مقبول الرحیم مفتی (پاکستان) کی تحریروں سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ کی بنیاد ہندوستان میں سیدنا شیخ تاج الدین عبدالرزاق علیہ الرحمۃ والرضوان (م ۶۰۳ھ) کی آمد سے ہی پڑ چکی تھی۔ آپ ہندوستان میں کس ماہ و سن میں تشریف لائے اس کی تحقیق تو نہیں ہو سکی لیکن ان کی تحریروں سے اتنا تحقق ہوتا ہے کہ وہ ہندوستان تشریف لائے اور فیضان قادریہ یہاں جاری فرمایا۔ تذکرہ قادریہ کے مصنف لکھتے ہیں:

> "برصغیر پاک و ہند کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے فیوض و برکات کا سلسلہ ان کی زندگی ہی میں اس سرزمین میں پہنچ گیا تھا سب سے پہلے ان کے بڑے فرزند سید عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان تشریف لائے اور کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد واپس بغداد تشریف لے گئے۔ اس کے بعد سے آج تک برصغیر پاک و ہند سے کسب فیض کے لیے مشائخ اولیاء، صلحاء، امرا و سلاطین اور عوام الناس کی بغداد آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہے۔"(۱)

تذکرہ قادریہ کے مصنف مقبول الرحیم مفتی کی تحریروں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بانی سلسلہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات مقدسہ میں یہ سلسلہ ہندوستان کی سرزمین پر پہنچ گیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ سلسلہ قادریہ اور سلسلہ چشتیہ دونوں کی نشو و نما سرزمین ہند پر ساتھ ساتھ ہوئی۔

۱۱۔ حضرت شیخ عبداللہ انصاری بدایونی

حضرت شیخ عبداللہ انصاری بدایونی علیہ الرحمۃ والرضوان وہ قدیم بزرگ ہیں جن کی ذات سے ہندوستان میں قادریہ سلسلہ کو زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ یہ بزرگ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ "جھنڈے والے پیر"

۱۔ شہزادہ غوث الورٰی۔ "سیدنا غوث الاعظم نمبر" منہاج القرآن لاہور ۱۹۸۷ء ص ۵۷

سے شہرت حاصل تھی۔ جھنڈے والے پیر کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ سلطان محمد غوری کی سپاہ میں علمبردار رہے۔ اسی مناسبت سے آپ کو جھنڈے والے پیر سے شہرت حاصل ہوئی۔ آپ کا مزار مقدس شہر بدایوں کے کھنڈ ساری محلہ میں مسجد کے عقب میں ایک حریم کے اندر ہے اور اہل بدایوں آپ کو جھنڈے والے پیر ہی کے نام سے جانتے ہیں۔

شیخ عبداللہ انصاری کو سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی سے بے حد عقیدت تھی جو جھنڈا ان کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ اسے وہ "غوثیہ علم" کہتے تھے۔ آج بھی ۱۰ ربیع الثانی کی شب میں اس جھنڈے کو غسل دے کر غلاف تبدیل کیا جاتا ہے اور فاتحہ ہوتی ہے۔

مردان خدا کے مصنف ضیاء علی قادری لکھتے ہیں:

"شیخ عبداللہ انصاری نے شیخ احمد رفاعی سے مرید ہو کر خرقۂ خلافت حاصل کیا تھا۔ شریعت و طریقت سے آگاہ قادری مشرب بزرگ تھے۔ اپنے خاندان کے ستر افراد کو ساتھ لے کر بہ نیت جہاد قطب الدین ایبک ۵۹۹ھ میں بدایوں تشریف لائے اور مرتبۂ شہادت پایا۔" (۱)

۱۲۔ حضرت خواجہ سید عرب بخاری بدایونی

مدینۃ الاولیاء بدایوں کی سر زمین میں آرام فرما ایک ایسے دوسرے بزرگ کا بھی ذکر ملتا ہے جن کا سلسلہ بیعت و خلافت صرف ان کے والد ماجد کی وساطت سے بانی سلسلہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان سے مل جاتا ہے وہ شخصیت تھی حضرت خواجہ سید عرب بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان کی جو سلطان الاولیاء محبوب الٰہی حضرت خواجہ سید نظام الدین اولیاء کے رشتے کے نانا ہوتے تھے۔

خواجہ سید عرب بخاری سید اعظم ابو عبداللہ جعفر ثانی کی اولاد میں سے تھے اجداد کا وطن بخارا تھا بعد میں وہاں سکونت ترک کر کے غزنی چلے آئے تھے یہیں

۱۔ مردان خدا ص

۵۵۱ھ میں ان کی ولادت ہوئی قطب الدین ایبک کے عہد حکومت میں اہل وعیال کے ہمراہ غزنی سے ہندوستان آگئے اور لاہور میں قیام کیا۔ ۶۰۶ھ میں قبۃ الاسلام کی کشش سے لاہور سے بدایوں تشریف لے آئے اور سوتھا محلہ میں قاضی حسام الدین ملتانی کی مسجد کے قریب مسکن گزیں ہوگئے۔(۱)

خواجہ سید عرب بخاری کے والد ماجد خواجہ ابوالمفاخر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ تھے۔ انہوں نے اپنے والد سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کر کے خرقۂ خلافت حاصل کیا تھا۔

سید عرب بخاری اپنے زمانے کے ممتاز بزرگان دین میں سے تھے۔ صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے۔ امیرانہ زندگی بسر کرنے کی عادت تھی۔ فیاضی اور مہمان نوازی میں طاق تھے۔ دو چار مہمان بلاناغہ روزانہ ان کے دسترخوان پر ہوتے تھے۔ ۱۸/ شوال ۶۱۸ھ کو وصال ہوا۔ مولانا رضی الدین حسن صغانی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ شیخ فتح اللہ شیرازی (م۶۲۱ھ) اور ملا عبداللہ مکی (م ۶۲۷ھ) نے قبر میں اتارا۔ مزار مقدس اندرون شہر جانب شمال بمقام وجے نگلہ پروفیسرس کالونی کے قریب ایک مختصر حریم کے اندر ہے کسی صاحب دل نے قطعۂ تاریخ وصال اس طرح لکھا ہے:

بجست رفت زیں دنیائے فانی
چوں آں سید عرب ماہ طریقت
شنیدم از ندائے ملہم غیب
نصیر یاوراں تاریخ رحلت (۲)

مذکورۃ الصدر دونوں بزرگوں کی ہندوستان اور پھر قبۃ الاسلام بدایوں میں تشریف آوری سے بعد وثوق یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کا قیام چھٹی صدی ہجری ہی میں ہو چکا تھا۔ اور اس سلسلہ کا فروغ بھی رفتہ رفتہ ہونے لگا تھا۔ صرف قبۃ الاسلام بدایوں کی سرزمین پر ایسے چھبیس اولیائے کرام آسودۂ خواب ہیں

۱۔ مردان خدا ص ۱۲۹

۲۔ مردان خدا ص ۱۳۵

جن کا روحانی تعلق سلسلہ قادریہ سے تھا۔ ان شواہد کی روشنی میں یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ نویں صدی ہجری کے قبل ہندوستان میں اس سلسلہ کا وجود نہیں ملتا۔

مردان خدا کے مصنف ضیاء علی قادری سے راقم نے ان بزرگوں سے متعلق مزید تفصیل کے لیے جب یکم نومبر ۱۹۹۴ء کو ملاقات کی اور اس کتاب سے متعلق دریافت کیا جہاں سے مصنف نے اسی واقعہ کو نقل کیا ہے تو وہ فرمانے لگے۔

مردان خدا کا اصل ماخذ ملا عبدالقادر بدایونی (م ۱۰۰۴ھ) کی تصنیف "کشف الغطائی احوال اصحاب الصفا" ہے۔ یہ کتاب عربی زبان میں تھی اور ۱۹۴۷ء تک بدایوں میں محفوظ رہی جس گھر میں یہ کتاب تھی اسی ہنگامہ میں پاکستان سے آئے ہوئے شرر ناتھیوں نے اس گھر کو آگ لگا دی اور دوسری کتابوں کے ساتھ یہ کتاب بھی جل کر راکھ ہو گئی۔ البتہ اس کا دوسرا نسخہ لندن کی لائبریری میں محفوظ ہے۔

"مردان خدا" کے دوسرے مآخذ میں مولوی عبدالوالی بدایونی کی "باقیات الصالحات" ہے جو فارسی زبان میں بشکل مخطوطہ محفوظ ہے یہ کتاب تقریباً کشف الغطا کا چربہ ہے۔ تاریخ اولیائے بدایوں غالباً اسی کتاب کا ترجمہ ہے اس کتاب سے بھی میں نے استفادہ کیا ہے۔

خان بہادر مولوی رضی الدین فرشوری نے "تذکرۃ الواصلین" کے نام سے شیخ اکرام اللہ محشر بدایونی کی فارسی تصنیف "روضۂ صفا" کا ترجمہ کیا تھا۔ ترجمہ نظامی پریس بدایوں سے شائع ہو چکا ہے اصل کتاب طباعت کی منتظر ہے۔ روضۂ صفا کا قلمی نسخہ رضا لائبریری رام پور میں بھی ہے۔ ان کتابوں کے علاوہ "طبقات الاولیاء فی مدینۃ الاولیاء" جسے "جامع بصیرین" بھی کہا جاتا ہے سے استفادہ کیا ہے۔

ضیاء علی بدایونی کی گفتگو اور ماخذ کے طور پر استعمال کی ہوئی کتابوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ جو کچھ انہوں نے "مردان خدا" میں لکھا ہے وہ مستند حوالوں کی روشنی میں لکھا ہے اگر مصنف ان حوالوں کی نشاندہی اپنی وقیع تصنیف میں فرما دیتے تو کتاب مستند

ہی صرف نہیں ہوتی بلکہ اس کی وقعت میں مزید چار چاند لگ جاتے۔

۱۳۔ حضرت شیخ محمد قطب الدین مدنی

حضرت شیخ محمد بن احمد قطب الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے ہیں اپنے ماموں کی وفات کے بیس سال بعد ۵۸۱ھ/۱۱۸۵ء مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔(۱) اپنے ماموں زاد بھائی حضرت سیدنا عبدالرزاق قادری علیہ الرحمہ (م ۶۰۳) اور حضرت سید نجم الدین کبری (م ۶۱۷ھ) علیہ الرحمۃ والرضوان سے اکتساب علم کیا اور علم وفضل کی دولت سے مالا مال ہو کر یگانۂ روزگار ہوئے۔

فتنۂ مغول کے وقت جب والد ماجد کی شہادت ہوگئی تو ترک وطن کر کے غزنی چلے گئے اور وہاں مدتوں قیام کیا اور پھر وہیں سے اشاعت دین حق کی خاطر ہندوستان آگئے۔ حضرت شیخ ابراہیم سامرائی لکھتے ہیں کہ آپ کی تشریف آوری ہندوستان میں بغرض جہاد ہوئی تھی اور اسلام کے جانباز سپاہی کی حیثیت سے ہندوستان تشریف لائے تھے۔ وہ فرماتے ہیں:

> لعله فی ایام قطب الدین ایبك فجاهد معه فی سبیل الله و فتحت علی یده الكریمة قلعة كره ومانكپور و هنسوه وغیرها من القلاع الحصینة وكان السلطان شمس الدین الایلتمش یكرمه غایة الاكرام"(۲)

حضرت شیخ قطب الدین مدنی کی کاوشوں اور حسن تدبیر سے قلعہ کڑہ مانکپور فتح ہوا ایک عرصہ تک آپ نے وہاں بندگان خدا کی اصلاح فرمائی اور رشد وہدایت کا اہم فریضہ انجام دیا۔ کڑہ مانکپور اور اس کے اطراف ونواح میں جو اسلام کی روشنی نظر

۱۔ علماء العرب فی شبهة القاره ص ۳۵

۲۔ علماء العرب فی شبهة القاره ص ۳۵

آ رہی ہے وہ سب آپ ہی کے قدوم میمنت لزوم کا نتیجہ ہے۔ تاریخ دعوت وعزیمت کے مصنف نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے:

"امیر کبیر سید قطب الدین محمد مدنی (م ۶۷۷ھ) نجم الدین کبری کے خلفاء میں سے تھے۔ سلطان قطب الدین ایبک یا شمس الدین التمش کے عہد حکومت میں ہندوستان آئے۔ ایک عرصہ تک شیخ الاسلام کے منصب پر فائز رہے پھر کڑہ مانکپور فتح کر کے وہیں قیام پذیر ہو گئے۔"(۱)

۲۱ر رمضان المبارک ۶۷۷ھ / ۱۲۷۸ء کو وصال ہوا کڑہ مانکپور میں مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔

سطور بالا میں ان بزرگان دین اور مشائخین عظام کا ذکر ہوا جن کے بارے میں مورخین اور مستند سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ یہ ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کے بانی ہیں لیکن جب اس تعلق سے مزید ریسرچ و تحقیق کا سلسلہ دراز ہوا تو دوران تحقیق بعض ایسی غیر مطبوعہ نادر تصانیف بھی مطالعہ میں آئیں جس میں یہ واضح لفظوں میں لکھا ہوا ملا کہ ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کے اصل بانی فرزند غوث صمدانی حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی ہیں جو خواجۂ اجمیر سلطان الہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے ہمراہ کسی سفر میں ہندوستان میں اشاعت دین حق کی غرض سے تشریف لائے اور ناگور راجستھان میں قیام فرمایا۔ آج بھی ان کا آستانہ اسی سرزمین پر "درگاہ بڑے پیر" کے نام سے خاصی شہرت کا حامل ہے اس سلسلے میں ایک تحقیقی مقالہ آئندہ صفحات میں پیش کیا جائے گا۔

سلسلہ کی تنظیم اور خرقہ پوشی

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے کہ

۱۔ تاریخ دعوت وعزیمت ص ۱۸۹

سلسلہ قادریہ اور سلسلہ چشتیہ دونوں ایک ہی ساتھ سیدنا غوث اعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی علیہ الرحمۃ الرضوان کی اجازت سے ان ہی کے دور حیات میں ہندوستان آئے اور ان دونوں بزرگوں نے جس نظم وضبط کے ساتھ اشاعت دین حق کا اہم فریضہ انجام دیا اس کی تفصیل قدرے سطور بالا میں گزر چکی ہے۔ اس کھلی حقیقت کے باوجود اگر یہ کہا جائے کہ سلسلہ قادریہ کو ہندوستان میں زیادہ فروغ نہیں مل سکا۔ اس لئے وہ شمار کے قابل نہیں تعجب خیز ہے۔ پروفیسر نثار احمد فاروقی ہندوستان میں سلاسل کی آمد سے متعلق رقم طراز ہیں:

> "سلسلے کی باقاعدہ تنظیم اور خلفاء وجانشین نامزد کرنے کا طریقہ تقریباً چھٹی صدی ہجری سے ملتا ہے۔ سلسلوں کی تنظیم کے بعد پہلے چشتی اور سہروردی سلسلے ہندوستان آئے، پھر نقشبندی آئے یہی تین بڑے سلسلے ہیں دوسرے سلسلے یہاں دیر میں پہنچے اور زیادہ فروغ بھی نہیں پاسکے۔ اس لیے ہم انہیں نہیں گنار ہے ہیں۔" (۱)

مذکورہ بالا عبارت کئی وجوہ سے توجہ کا طالب ہے۔ سلاسل میں خلفاء وجانشینی نامزد کرنے کا طریقہ تقریباً چھٹی صدی ہجری سے ملتا ہے اگر اس عبارت سے مراد صرف اور صرف ہندوستان ہے تو بلاشبہ مبنی بر صداقت ہے اس لیے کہ جب سلاسل ہی چھٹی صدی ہجری میں ہندوستان آئے تو اس سے قبل خلافت وجانشینی کا کیا معنی؟ لیکن المطلق یجری علی اطلاقہ کے بمصداق اگر اس سے مراد عام ہے تو غور طلب ہے۔ اس لیے کہ ابتدائے اسلام ہی سے خلیفہ اور جانشین نامزد کرنے کا تصور ملتا ہے۔ مشائخ جس کو اپنا جانشین بناتے تھے اسے اپنا خرقہ پہناتے تھے یہ خرقہ تین طرح کا ہوتا تھا۔

(۱) خرقۂ اجازت (۲) خرقۂ ارادت (۳) خرقۂ تبرک۔

مشائخ کبار کے یہاں جو خرقہ پوشی کی رسم ادا کی جاتی تھی اس سے مراد خرقۂ اجازت وجانشینی ہوتا تھا۔ یہ رسم ابتدائے اسلام سے ہی ثابت ہے۔ اس میں زمان و

۱۔ نقد ملفوظات ص ۲۰۱

مکان کی کوئی قید نہیں ہے لیکن اس رسم کی شہرت سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ والرضوان (م ۲۹۷ھ) کے زمانے سے ہوئی۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی نے اس موضوع پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے وہ لکھتے ہیں:

"چوں خواہند کہ مجے را از محبان خود اجازت طریقہ دہند واو را نائب خود سازند در تلقین صحبت با طالباں واخذ بیعت واعطائے خرقہ او را خرقہ دہند و شرط آں قبولیت ایں معنیست۔"(۱)

(اہل سلوک جب اپنے دوستوں میں سے کسی کو طریقت کی اجازت اور تلقین و مصاحبت میں اپنا نائب بنانا چاہتے ہیں کہ وہ طالبوں سے بیعت لے اور خرقہ عطا کرے تو اسے وہ خرقہ پہناتے ہیں۔ شرط یہ ہوتی ہے کہ اسے تمام امور قابل قبول ہیں۔)

باب تصوف میں خرقہ بمنزلہ سند ہوتا تھا اور صوفیوں کا وہی سلسلہ مستند مانا جاتا ہے جس کی سند بغیر کسی قطع و برید کے پیغمبر اسلام ﷺ تک پہنچتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح باب احادیث میں ہوتا ہے۔ یعنی وہی حدیث مستند مانی جاتی ہے جس کی سند بغیر کسی قطع و برید کے رسول اللہ ﷺ تک پہنچتی ہو۔ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کا روحانی سلسلہ جن مشائخ اور بزرگان دین کے توسط اور توسل سے سرکار دو عالم ﷺ تک پہنچتا ہے اس کی تفصیل اس طرح ہے۔

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کو روحانیت کی سند ملی حضرت حماد بن مسلم دباس (م ۵۵۰ھ) سے، انہیں سند ملی ابو سعید علی مبارک مخزومی (م ۵۰۷ھ) سے، انہیں سند ملی ابوالحسن علی قرشی الہنکاری (م ۴۹۱ھ) سے، انہیں ابوالفرج محمد یوسف طرطوسی (م ۴۸۶ھ) سے، انہیں عبدالواحد تمیمی (م ۴۲۵ھ) سے، انہیں عبدالعزیز یمنی (م ۴۰۱ھ) سے انہیں ابوبکر شبلی (م ۳۵۰ھ) سے، انہیں جنید بغدادی (م ۲۹۷ھ) سے، انہیں سری بن المغلس السقطی (م ۲۵۰ھ) سے، انہیں معروف

۱۔ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص [illegible]

کرخی (م ۲۰۰ھ) سے، انہیں داؤد طائی (م ۱۶۵ھ) سے، انہیں حبیب عجمی (م ۱۳۰ھ) سے، انہیں خواجہ حسن بصری (م ۱۱۰ھ) سے، انہیں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم (م ۴۰ھ) سے۔(۱)

پھر سیدنا غوث پاک علیہ الرحمۃ والرضوان سے یہ سلسلہ جس نظم و ضبط کے ساتھ عالم عرب ہی میں نہیں عالم اسلام میں پھیلا اس کی تفصیل تذکرہ کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے ان کے خلفاء و جانشینوں کے علاوہ ان کے صاحبزادگان کے ذریعہ بلاد عرب اور برصغیر میں جس طرح اس سلسلہ کی اشاعت ہوئی گزشتہ اوراق میں اس کا اجمالی ذکر گزر چکا ہے۔

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کو تمام خلفائے راشدین کے خرقے ملے تھے۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب خرقہ انہیں شیخ احمد اسود دینوری اور امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم کا خرقہ انہیں حضرت ابوالخیر اور حضرت عثمان غنی ذوالنورین کا خرقہ انہیں شیخ سعید محمد مغربی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ملا۔ ان کے علاوہ انہیں حسنی اور حسینی خرقے بھی ملے تھے جن کی تفصیل تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ نامی کتاب میں دیکھی جاسکتی ہے۔(۲)

پہلی خانقاہ

تصوف کا یہ سلسلہ منظم طور پر ابتدائے اسلام سے ہی جاری و ساری ہے۔ البتہ خانقاہی نظام کا پتا دوسری صدی ہجری سے چلتا ہے۔ عبدالرحمٰن جامی (م ۸۸۹ھ) نے نفحات الانس میں ابوہاشم کوفی کے تذکرہ میں لکھا ہے:

"اول خانقاہے کہ برائے صوفیا بنا کردند آنست کہ رملہ شام کردند۔"

(پہلی خانقاہ صوفیوں کے لیے رملہ شام میں تیار کرائی گئی۔)

۱۔ بصائر ص ۳۸

۲۔ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ ص ۲۳۸

خانقاہ کی ضرورت اور اس کے اسباب و وجوہ پر روشنی ڈالتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں:

ایک دن ایک امیر شکار کے لیے نکلا دوران شکار اس کی ملاقات ایسے دو آدمیوں سے ہوئی جو ایک دوسرے کے پہلو میں ہاتھ ڈالے ہوئے چل رہے تھے چلتے چلتے دونوں ایک جگہ بیٹھ گئے اور جو کچھ ان دونوں کے پاس تھا نکال کر کھانے لگے۔ امیر یہ سارا ماجرا دیکھتا رہا امیر کو ان کی یہ روش بہت پسند آئی جب وہ لوگ کھانے سے فارغ ہوگئے تو ان میں سے ایک کو اپنے پاس بلایا اور دریافت کیا کہ وہ دوسرا آدمی کون ہے اس شخص نے جواب دیا مجھے خبر نہیں پھر پوچھا کیا تمہارے بارے میں اس کو خبر ہے کہا نہیں پھر امیر نے متعجب ہو کر پوچھا تم دونوں ایک دوسرے کو نہیں جانتے ہو پھر اس قدر آپس میں میل و محبت کیسے؟ امیر کی اس تعجب خیز گفتگو کا جواب دیتے ہوئے اس شخص نے جواب دیا کہ ہم لوگ درویش ہیں اور ہم لوگوں کا یہی طریقہ ہے۔ امیر نے پھر کہا کیا تم لوگوں کے لیے کوئی ایسی جگہ ہے جہاں بیٹھ کر آپس میں میل و محبت کی باتیں کر سکو اس درویش نے کہا نہیں۔ امیر نے کہا ٹھیک ہے میں ایک ایسی عمارت تیار کراتا ہوں جہاں تم لوگ اکٹھے ہو کر گفتگو کر سکو گے۔ بہر حال اس امیر نے رملہ شام میں ایک خانقاہ کی تعمیر کروائی۔(۱)

عبداللہ انصاری نے خانقاہ کی ابتداء سے متعلق اسی قسم کا نظریہ اپنی کتاب میں درج کیا ہے ان کی اس تحریر سے سطور بالا کی تائید ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں ان کی تصنیف "طبقات الصوفیہ" کا مطالعہ انتہائی مفید ہوگا۔ اس واقعہ کا ذکر انہوں نے بڑی شرح و بسط کے ساتھ کیا ہے۔(۲)

مذکورۃ الصدور شواہد و براہین سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صوفیا کا یہ روحانی سلسلہ باقاعدہ تنظیم کے ساتھ خانقاہی انداز میں دوسری صدی ہجری سے جاری و ساری ہے

۱۔ نفحات الانس ص ۳۴

۲۔ طبقات الصوفیہ ص

اور موجودہ چار مشہور سلاسل کے وجود میں آنے سے قبل اس دور کے دوسرے مشائخین عظام مسند جانشینی پر رونق افروز ہو کر رشد و ہدایت کا اہم فریضہ انجام دیتے رہے۔ لیکن جب یہ چار سلاسل وجود میں آئے تو ان کے وجود میں آتے ہی دوسرے سلاسل کی مقبولیت اور شہرت میں کمی واقع ہو گئی اور قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ پورے عالم اسلام میں پھیل گئے۔ یہ واضح رہے کہ ان مشہور سلاسل کے علاوہ جو دوسرے سلاسل جس بھی حالت میں ہیں وہ یا تو براہ راست انہی سلاسل کی شاخیں ہیں یا پھر انہی سے فیض یافتہ ہیں۔

برصغیر میں چشتیہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ کی طرح سلسلہ قادریہ کو بھی فروغ حاصل ہوا۔ آج بھی برصغیر میں بیشتر ایسی خانقاہیں ہیں جہاں چشتی آداب و رسوم پوری طرح ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ وہاں بھی بیعت قادریہ میں لی جاتی ہے اور طالب چشتیہ میں کیا جاتا ہے۔ ہندوستان کی شاید ہی کوئی ایسی خانقاہ ہو جہاں سلسلہ قادریہ کا فیضان نہ پہنچا ہو۔

سلسلہ قادریہ کے اصول و ضوابط اور اوراد و مشاغل قدرے مشکل ہیں اس لئے اس سلسلہ کی طرف عوام کی توجہ کم اور علماء کی توجہ زیادہ ہوئی چونکہ یہ سلسلہ علماء و فضلاء کے درمیان زیادہ ہے۔ اس لیے اس کی شہرت عوامی انداز سے نہ ہو سکی۔ اس سلسلہ کی عوام میں عدم تشہیر کی دوسری وجہ اس کیف و سرور کا فقدان ہے جو وابستگانِ سلسلہ چشتیہ کو بذریعہ "سماع" حاصل ہے۔ اگرچہ عوامی دلچسپی کی کوئی چیز اس سلسلہ میں نہیں ہے اس کے باوجود اس سلسلہ کی مقبولیت میں کوئی کمی نہیں بلکہ اس میں روز افزوں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ بلاشبہ یہ سلسلہ مدتوں جاری رہے گا اور ارباب سلسلہ اور دوسرے معتقدین اس سلسلہ سے استفادہ کرتے رہیں گے۔

باب دوم

ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کے بانی
قطب الہند سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی

قطب الہند سیف الدین عبدالوہاب جیلانی

بانی سلسلہ عالیہ قادریہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ و الرضوان کے جملہ صاحبزادگان میں حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی قادری سب سے بڑے تھے۔ والد ماجد کے پردہ فرمانے کے بعد آپ نے ہی اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ والرضوان کی نیابت کا فریضہ انجام دیا اور مسند قادریت کے زیب سجادہ ہوئے۔

بانی سلسلہ قادریہ حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کے پردہ فرمانے کے بعد جن صاحبزادوں کے ذریعہ عرب و عجم میں سلسلہ کو فروغ اور قبول عام حاصل ہوا ان میں حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب، حضرت سیدنا تاج الدین عبدالرزاق اور حضرت سیدنا عبدالعزیز علیہم الرحمۃ والرضوان کے اسماء بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ عالم اسلام بطور خاص برصغیر میں سلسلہ قادریہ کی جتنی شاخیں ہیں وہ کسی نہ کسی واسطے سے انہیں حضرات بابرکات پر منتہی ہوتی ہیں۔ ان حضرات میں حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب نے بڑی شہرت حاصل کی۔ حضرت سیدنا تاج الدین عبدالرزاق قادری کے واسطے سے بھی سلسلہ کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ ان دونوں حضرات نے جداگانہ طور پر الگ الگ سلسلے کی اشاعت اور دین حق کے فروغ کے لئے کام کیا۔ مگر بعض تاریخ نگاروں نے لکھا ہے کہ یہ دونوں دو شخصیتیں نہیں ہیں بلکہ حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب علیہ الرحمۃ کا ہی عرفی نام عبدالرزاق تھا، جو ہر اعتبار سے محل نظر ہے۔ "تذکرۃ الکرام تاریخ خلفائے عرب و اسلام" کے مصنف لکھتے ہیں:

[illegible] عالم اور کامل تھے سب

سے بڑے بیٹے حضرت عبدالوہاب معروف بہ عبدالرزاق تھے، جن کا نام اکثر سلسلوں میں دیکھا جاتا ہے۔ آپ میں سب طریقوں کے فیضان جمع تھے۔"(۱)

حضرت سیدنا عبدالوہاب ہی حضرت سیدنا عبدالرزاق تھے اس تحقیق میں تو اختلاف ہو سکتا ہے لیکن آپ تمام صاحبزادگان میں بڑے تھے اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اکثر مورخین اور سوانح نگاروں نے سیدنا غوث پاک عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کے بڑے بیٹے کی حیثیت سے آپ ہی کا نام پیش کیا ہے۔

ولادت اور تعلیم وتربیت

حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی کی ولادت ۲ر شعبان المعظم ۵۲۲ھ مطابق ۲ر جولائی ۱۱۲۸ء کو بغداد میں زوجہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی حضرت صادقہ کے بطن سے ہوئی۔ بغداد کے علاوہ عجم کے دوسرے شہروں میں ارباب علم وفضل سے اکتساب علم کیا۔ فقہ کی تعلیم آپ نے اپنے والد ماجد اور مشہور عالم غالب بن بنا سے حاصل کی اور انہیں سے حدیث کی سماعت کا بھی شرف حاصل کیا۔ ابن رجب نے طبقات الحنابلہ میں ابن الحسینی سے بھی سماعت کا ذکر کیا ہے۔ سبط ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ ابوالقاسم ابن الحسین ابن السمر قندی اور ابوالوقت سے بھی سماعت کا شرف حاصل ہے۔(۲)

حصول علم کی غرض سے آپ نے عجم کے شہروں کا بھی سفر کیا اور یہاں کے مشہور اساتذۂ علم وفن کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا صاحب خزینۃ الاصفیاء نے آپ کا بیان نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

"وقتے در بلاد عجم مسافر بودم وبعد حصول علوم بہ بغداد آمدم"(۳)

۱۔ تذکرۃ الکرام تاریخ خلفائے عرب واسلام ص ۴۳۹
۲۔ مراۃ الجنان جلد ۸ ص ۴۵۴
۳۔ خزینۃ الاصفیاء جلد ۱ ص ۱۱۰

(ایک وقت میں عجم کے شہروں میں بغرض تعلیم مسافر تھا پھر حصول علم کے بعد بغداد واپسی ہوئی)

آپ نے اکتساب علم کے تعلق سے کن کن عبقری شخصیتوں کی صحبت اختیار کی اور کہاں کہاں گئے اگر چہ اس کی تفصیل پردۂ خفا میں ہے لیکن آپ کی علمی عظمت و جلالت قدر میں کسی کو کوئی شبہ نہیں۔ آپ نے کئی ایک اساتذہ سے ضرور اکتساب علم کیا ہے لیکن آپ کی شخصیت کو سنوارنے اور نکھارنے میں آپ کے والد ماجد ہی کی کوششوں کا زیادہ ہاتھ ہے۔ یہ انہی کی توجہ خاص کا ثمرہ تھا کہ آپ اپنے معاصرین میں علمی حیثیت سے نمایاں اور ممتاز ہو کر والد ماجد کی حیات ہی میں ان کے قائم کردہ مدرسہ میں ۵۴۳ھ سے ہی درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اور ساتھ ہی وعظ وافتاء کا سلسلہ بھی شروع کر دیا اور والد ماجد کی اجازت سے وعظ بھی فرمانے لگے۔ پہلی بار جب آپ نے وعظ کہنا شروع کیا تو اس کا سامعین پر کیا اثر ہوا اس کی تفصیل خود آپ ہی کی زبانی سنئے فرماتے ہیں:

> "جب میں نے اپنے والد ماجد کی موجودگی میں وعظ کہنا شروع کیا تو سامعین کے دلوں پر اس وعظ کا کچھ بھی اثر نہ ہوا کسی کی آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ بھی نہ نکلا۔ ناچار سامعین نے والد ماجد سے وعظ کہنے کے لئے فرمایا میں منبر سے نیچے آیا والد صاحب منبر پر تشریف لے گئے اور اس طرح وعظ بیان کیا کہ اہل مجلس دھاڑیں مار کر رونے لگے۔ جب وعظ و تبلیغ کا سلسلہ ختم ہوا تو والد ماجد سے میں نے مجمع پر ایسی کیفیت طاری ہونے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ تم جو کچھ بھی بیان کرتے ہو خود ہی سے بیان کرتے ہو اور میرے پس پشت کوئی اور ہوتا ہے۔"(۱)

لیکن جب آپ کو اپنے والد ماجد کی جانشینی کا شرف حاصل ہوا تو آپ کے وعظ

۱۔ خزینۃ الاصفیاء [illegible]

و تبلیغ میں بھی وہی تاثیر پیدا ہوگئی جو آپ کے والد ماجد کی زبان و بیان میں تھی۔ آپ نے وعظ و تبلیغ کی مجلسیں منعقد کر کے ایک عالم کو اپنے مواعظ حسنہ سے مستفیض کیا اور مدرسۃ الازج میں بیٹھ کر تشنگان علم کی پیاس بجھائی۔ شریف الحسینی بغدادی اور احمد بن الواسع جیسے اساطین علم و فن کو آپ کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔

فضائل و کمالات

حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذہانت و فطانت کا وافر حصہ عطا کیا تھا۔ علمی مہارت اور اعلیٰ درجہ کی ذہانت حاصل ہونے کے باعث خلیفہ ناصرلدین اللہ نے ۵۸۳ھ میں مظلوموں کی دادرسی کا محکمہ آپ کے سپرد کر دیا تھا۔ صاحب مراۃ الجنان لکھتے ہیں:

"ولاه الخليفة المظالم" (۱)

آپ نے حکومت کی جانب سے حاصل ہونے والی اس ذمہ داری کو جس حسن و خوبصورتی کے ساتھ انجام دیا اس کا اعتراف صاحب قلائد الجواہر نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

> "آپ بہت جلد عوام کی ضروریات کو پورا فرمایا کرتے تھے۔ حدیث و وعظ اور افتاء و مناظرہ کے ساتھ عدالتی احکام بھی نافذ فرماتے آپ کے ادب و ظرافت سے لوگ بہت متاثر تھے۔"(۲)

فقہی امور میں آپ بہت ماہر تھے۔ فقہی مسائل پر آپ کی گرفت بہت مضبوط تھی۔ فقہی کلیات کے علاوہ جزئیات پر بھی آپ کی گہری نظر تھی مشکل سے مشکل ترین فقہی مسائل کو آپ چشم زدن میں حل کر دیا کرتے تھے۔ محمد یحییٰ تادنی آپ کی فقہی بصیرت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> "اہل بغداد آپ کو بہت بڑا بذلہ سنج اور فہیم سمجھتے تھے آپ کے والد محترم کی اولاد میں آپ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں ہوا۔"(۳)

۱۔ مراۃ الجنان جلد ۸ ص ۴۵۴

۲۔ قلائد الجواہر ص ۱۵۴

۳۔ قلائد الجواہر ص ۵۵

آپ کے علمی کمالات کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ابھی آپ بیس برس کے بھی نہیں ہوئے تھے کہ والد ماجد کے قائم کردہ مدرسہ میں والد ماجد کی مسند درس پر رونق افروز ہو کر تدریس کے فرائض انجام دینے لگے اور جب والد ماجد کا وصال ہو گیا تو باضابطہ طور پر آپ اس مدرسہ کے مدرس ہو گئے۔ آپ کو یہ منصب گوناگوں علمی صلاحیت اور فقہ میں کامل عبور حاصل ہونے کے سبب ملا تھا۔ عبدالرحمن المحض الگیلانی لکھتے ہیں:

"ولم يكن بين اولاد ابيه من هو افقه منه و كان شديدا فی الفتوی۔" (۱)

(سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں ان سے بڑا کوئی فقیہ نہیں تھا۔ فتوی نویسی پر انہیں کامل عبور حاصل تھا)

داراشکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں آپ کے فضائل و کمالات کے تعلق سے چند سطور لکھے ہیں جس میں انہوں نے آپ کی علمی جلالت قدر کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"علوم ظاہری و باطنی از والد بزرگوار خود کسب نمودہ اند و از جمیع علوم بہرہ تمام داشتند" (۲)

(انہوں نے اپنے والد ماجد سے ظاہری و باطنی علوم حاصل کئے اور ہر علم میں کمال حاصل کیا۔)

آپ کی فقہی بصیرت کا اعتراف تمام سوانح نگاروں نے یکساں طور پر کیا ہے۔ مسالک السالکین کے مصنف آپ کے علمی کمالات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"بہت لوگوں نے آپ سے علم و فضل حاصل کیا آپ بڑے فقیہ، شیریں کلام تھے۔ مسائل خلافیہ، وعظ گوئی اور خوش بیانی میں ید طولیٰ

۱۔ تاریخ حج ن الشیخ عبدالقادر الکیلانی ص ۶

۲۔ سفینۃ الاولیاء ص ۹۲

رکھتے تھے اور نہایت بامروت، کریم النفس اور صاحب جود و سخا اور
اعلیٰ درجہ کے متین وادیب کامل اور بڑے عابد و زاہد تھے اور آپ کو
مقبولیت عامہ حاصل تھی۔"(۱)

"آستانہ" دہلی کے غوث الاعظم نمبر میں آپ کے علمی محاسن کے تعلق سے
ذیل کی یہ عبارت بھی درج ہے:

"آپ اعلیٰ درجہ کے فقیہ، بڑے فاضل، متین ادیب اور شیریں کلام
واعظ تھے۔ تصوف میں آپ نے دو کتابیں "جواہر الاسرار" اور
"لطائف الانوار" تصنیف کیں۔ ان کے علاوہ اور بھی آپ کی کتابیں
ہیں۔"(۲)

درج بالا تحریروں کی روشنی میں بصد وثوق یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کا علمی
پایہ بہت بلند تھا اور آپ نے اپنے والد ماجد کی نیابت میں اشاعت دین حق کے تعلق
سے جو خدمات انجام دیں ہیں وہ بلاشبہ قابل تقلید اور لائق اتباع ہیں۔ ان تمام محاسن
اور کمالات کے باوجود قدیم کتب سوانح میں آپ کے حالات تفصیل سے نہیں ملتے
اور اگر ملتے بھی ہیں تو ایک ہی تحریر کئی ایک کتابوں میں ملتی ہے اس کی کیا وجہ ہو سکتی
ہے یہ عقدہ سمجھ سے بالا تر ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ تمام مصنفین اور سوانح نگاروں نے
ایک دوسرے کی اقتدا کی ہے اور ریسرچ و تحقیق کے دشوار گزار مراحل سے کنارہ
کشی اختیار کرتے ہوئے جو کچھ ملا اسی پر اکتفا کر لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی
شخصیت کے تعلق سے چند منتخب جملوں کے علاوہ قدیم سوانح کی کتابوں میں اور کچھ
دستیاب نہیں۔ اس کے برخلاف ہندوستانی مصنفین اور سوانح نگاروں میں بعض نے
آپ کے حالات و کمالات پر سیر حاصل بحث کی ہے اور ہندوستان میں آپ کی آمد
اور ناگور راجستھان میں اقامت اختیار کرنے اور پھر دین حق کی نشر و اشاعت کے

۱۔ مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین دفتر اول ص ۳۷۰

۲۔ غوث الاعظم نمبر، آستانہ دہلی، نومبر ۱۹۶۲ء ص ۱۵۶

سلسلے میں جو آپ نے شبانہ روز مساعی اور جدو جہد فرمائی ہے اس کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا ہے۔

آپ کی دینی خدمات اور روشن کارناموں کا ذکر تو بعد میں تفصیل کے ساتھ سپرد قلم کیا جائے گا۔ سر دست میں یہاں ایک شبہ کا ازالہ ضروری سمجھتا ہوں جو حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی کے تئیں عوام و خواص میں پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب آپ ہندوستان نہیں آئے تو ہندوستانی مصنفین کو ہندوستان کے تناظر میں آپ کی دینی و اشاعتی خدمات کا ذکر تفصیل کے ساتھ کرنے کا مواد کہاں سے فراہم ہوا۔ اور دوسرا شبہ یہ ہے کہ جب آپ کا مزار مقدس عرب مصنفین کے بقول "حلبہ" بغداد میں ہے تو "ناگور" راجستھان میں آپ کے مزار مقدس کی نشاندہی کیوں کر کی جاتی ہے۔ دراصل یہ وہ مباحث ہیں جن کے لئے دفتر درکار ہے۔ چند اوراق پر مشتمل یہ مختصر مقالہ ان اہم مباحث کا متحمل نہیں۔ پھر بھی کوشش یہ ہوگی کہ حقائق و معارف کی روشنی میں کچھ باتیں آپ کے گوش گزار کر دی جائیں تاکہ حقیقت آشکارا ہو جائے۔

دفتر ولایت بغداد میں ہے

قطب الہند حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی، حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ والرضوان کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے اور انہیں کے ہمراہ راجستھان میں اشاعت دین حق کا اہم فریضہ انجام دیا۔ اول الذکر بزرگ کی موخر الذکر بزرگ سے ملاقات کس طرح ہوئی اس کا تفصیلی ذکر صاحب عین القلوب العارفین نے کیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے۔

> "سلطان الہند حضرت سیدنا خواجہ معین الحق والدین علیہ الرحمۃ والرضوان بائیس سال کی عمر میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں

حاضری دی اور مہینوں وہاں جاروب کشی کا فریضہ انجام دیا۔ ایک دن
خواب میں سرکار دو عالم ﷺ تشریف لائے اور اس محنت و مشقت کی
وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا:
بندہ کے تمام حالات سے آپ بخوبی واقف ہیں اگر مجھے کسی ملک کی
ولایت نصیب ہو تو یہ آپ کا مجھ پر غایت کرم ہوگا۔
سرکار دو عالم ﷺ نے جواب میں فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے تو روزِ ازل سے ہی آپ کو ہندوستان کا والی نامزد کیا ہے۔
بغداد جائے دفترِ ولایت وہاں ہے۔"(۱)

چونکہ ایک منظم طریقۂ کار کے تحت روحانیت کا نظم و نسق چل رہا ہے اس
لئے آقا و مولیٰ روحی فداہ ﷺ نے خواجہ صاحب کو بغداد جانے کا حکم فرمایا اس روحانی
طریقہ کار اور نظم و نسق کی تائید "مسالک السالکین" کی اس عبارت سے ہوتی ہے۔
مرزا عبدالستار بیگ سہرامی فرماتے ہیں:

"جب کوئی شخص منصب ولایت پر منسوب ہوتا ہے تو پہلے بحکم
ایزدی حضرت خواجہ عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا جاتا ہے۔ آں
حضرت ﷺ اس کو آپ (غوث پاک) کی خدمت میں بھیجتے ہیں آپ
اس کو اگر لائق ولایت پاتے ہیں تو اس کا نام دفتر ولایت میں درج
کرتے ہیں اور یہ دستور عہد غوثیت مہد سے جاری ہے اور تا قیامت
جاری رہے گا۔"(۲)

خواجۂ اجمیر بارگاہ غوث الاعظم میں

اس روحانی نظام کے تحت خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ
الرحمۃ والرضوان بغداد تشریف لے گئے اور غوث العالم حضرت سیدنا شیخ محی الدین

۱۔ عین القلوب العارفین ص ۶
۲۔ مسالک السالکین دفتر اول ص ۳۵۰

عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت میں حاضری دی اور کئی ماہ خدمت میں رہ کر استفادہ واستفاضہ کرتے رہے۔ بعض سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ خواجہ اجمیر کی ملاقات حضرت سیدنا غوث الاعظم علیہما الرحمۃ والرضوان سے ثابت ہی نہیں یہ محل نظر اس لئے ہے کہ جن مورخین اور سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ ملاقات ہوئی ان میں سلسلہ چشتیہ سے تعلق رکھنے والے مورخین کی کثرت ہے۔ "حقیقت گلزار صابری" کے مصنف لکھتے ہیں۔

> "بائیسویں ذوالحجہ ۵۶۹ھ کو بروز شنبہ وقت نماز ظہر حضرت خواجہ غریب نواز حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے ہمراہ بغداد شریف سیدنا غوث پاک کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور پانچ روز اور سات ساعت اقامت فرمائی۔ اور ۲۶ ویں ذوالحجہ ۵۶۹ھ بروز شنبہ نماز عصر کے بعد حضرت خواجہ معین الدین سجزی رحمۃ اللہ علیہ چشتی شہنشاہ ہند الولی علیہ الرحمۃ والرضوان نے حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو حضرت محبوب سبحانی کی محفل اجلاس میں تمام اولیائے ہمعصر کی موجودگی میں اپنے ہاتھ پر بیعت توبہ اور ارشاد سے خاندان چشتیہ عالیہ میں بہ تبدیل ولایت اغیاثی مشرف فرمایا اور اسی روز دونوں حضرات بغداد شریف سے دہلی کے لئے روانہ ہوئے۔" (۱)

سیدنا شیخ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ کے حالات سفر کا ذکر کرتے ہوئے بڑی سوانح عمری کے مصنف حضرت مولوی حافظ اللہ حافظ چشتی لکھتے ہیں:

> "حضرت خواجہ صاحب دوران سفر شیخ نجم الدین کبری سے ملاقات کرنے کے بعد کوہ جودی پر تشریف لے گئے وہاں آپ کی ملاقات غوث الاغیاث سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی سے ہوئی جو

۱۔ حقیقت گلزار صابری ص ۲۷

عبادت الٰہی میں مشغول تھے ان کی زیارت سے مشرف ہوئے اور فیض باطنی پایا وہاں سے حضرت غوث الاعظم کے ہمراہ جیلان شریف لے گئے اور تھوڑے عرصہ کے بعد جیلان سے بغداد تشریف لے گئے۔ بغداد شریف میں چند مدت حضرت غوث پاک قدس سرہ کے ہم صحبت رہ کر فیض حاصل کیا۔"(۱)

شریف احمد مرادنے بھی لکھا ہے کہ جب خواجہ صاحب خلافت کی رحمت سے بارياب ہوگئے اور ہندوستان آنے کا ارادہ فرمایا تو پہلے بغداد تشریف لے گئے اور وہاں سیدنا غوث پاک کی خدمت میں حاضری دی۔ فرماتے ہیں:

"حضور شیخ غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں بارياب ہوئے اور کامل پانچ ماہ تک حضور غوث الاعظم کی خدمت میں رہے اور فیوض باطنی حاصل کئے۔"(۲)

میر حسین دوست سنبھلی نے تذکرۂ حسینی میں تقریباً انہی تمام باتوں کا اعادہ کیا ہے جو سطور بالا میں گزر چکی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب شیخ کی بارگاہ سے دولت خلافت حاصل ہوگئی تو وہاں سے رخصت کی اجازت لے کر سیدنا غوث پاک کی بارگاہ میں حاضری دی۔

"بعدہ رخصت شدہ و توجہ بسمت بغداد نمود و شیخ عبد لقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ را دریافت و فیض وافر برداشت۔"(۳)

بغداد شریف حاضری سے متعلق ایک روایت اس طرح کی بھی ملتی ہے کہ ہندوستان جاکر اشاعت دین حق کا اہم فریضہ انجام دینے سے متعلق الہام بغداد شریف ہی میں ہوا تھا۔ ہندوستان کی ولایت کے منصب پر سرفراز ہونے کے بعد آپ نے مدینہ منورہ جاکر سرکار دوعالم ﷺ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا تھا اس حقیقت کا انکشاف شاہ محمد حسن صابری چشتی نے ان لفظوں میں کیا ہے۔

۱۔ بڑی سوانح عمری ص ۶
۲۔ کفرستان ہند کے تین ولی ص ۴۵
۳۔ تذکرۂ حسینی ص ۲۹۶

"حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ جس وقت بغداد شریف تشریف لے گئے اس وقت آپ کو الہام ہوا کہ اشاعت اسلام کی خاطر ہندوستان تشریف لے جایئے مگر وہاں جانے سے پہلے مدینہ منورہ ضرور حاضری دیجئے۔ خواجہ صاحب نے بموجب حکم باطن بغداد شریف سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور راستے میں اسم اعظم چشتیہ تلاوت فرماتے رہے۔ دوسری محرم ۵۷۰ھ کو بروز دو شنبہ وقت مغرب مدینہ شریف میں داخل ہوئے تیسری محرم کو آدھی رات کے وقت عالم ارواح میں سرکار دو عالم ﷺ نے آپ کو ایک شیریں انار عنایت کیا اور فرمایا کہ معین الدین تو اس انار کو کھالے اس کے کھانے کی برکت سے از روئے باطن ہفت اقلیم تیرے مطیع و فرمانبردار ہو جائیں گے اور ولایت ہند تو جا کر اسلام کو ترقی دے گا اور دین محمدی کی مدد کرے گا اور میری طریقت کو جاری کرے گا۔"(۱)

بعض مصنفین نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے سیدنا غوث پاک علیہ الرحمۃ سے ایک بار نہیں دو بار ملاقات کی ہے اور فیض باطنی سے اپنے کو مالا مال کیا ہے ان دو ملاقاتوں میں ایک ملاقات بغداد اور دوسری ملاقات جیلان میں ہوئی۔ جیلان میں ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے مفتی انتظام اللہ شہابی رقمطراز ہیں:

"(خواجہ صاحب نے) قصبہ سنجان میں شیخ نجم الدین کبری سے فیض حاصل کیا۔ حضرت غوث الاعظم قطب ربانی محبوب سبحانی پیران پیر دستگیر سید محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز جو حضرت خواجہ کی والدہ ماجدہ کے ہمشیر زادہ تھے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر چلہ کشی کی اور فیض باطنی حاصل کیا جیلان میں ایک عرصہ تک مقیم رہے۔"(۲)

۱۔ حقیقت گلزار صابری ص ۳۸۰

۲۔ ماہتاب اجمیر

خواجہ صاحب نے خانۂ کعبہ اور مدینہ منورہ کا سفر اپنے شیخ حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے ہمراہ کیا تھا۔ جب مدینہ طیبہ حاضری ہوئی تو پیر و مرشد نے خواجہ صاحب سے فرمایا "سلام کرو انہوں نے روضۂ اطہر کی طرف رخ کر کے سلام کیا آواز آئی" وعلیکم السلام یا قطب المشائخ اور حکم ہوا کہ ہندوستان جا کر اشاعت اسلام کرو۔ پھر پیر و مرشد نے خواجہ صاحب سے فرمایا:

اب تم درجۂ کمال کو پہنچ گئے اور حضور کا حکم بجا لاؤ

شیخ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے خواجہ صاحب نے اشاعت اسلام کے لئے ہندوستان کا سفر کیا۔ زیارت حرمین شریفین سے واپسی میں بغداد تشریف لائے سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں حاضری دی اس حاضری کا طریقہ خواجہ صاحب کی زبان سنئے۔ مفتی انتظام اللہ شہابی لکھتے ہیں:

"حضرت خواجہ غریب نواز نے اپنے حال میں لکھا ہے کہ مسافرت طے کرتا ہوا خانہ کعبہ سے واپسی پر بغداد آیا حضرت عثمان ہارونی علیہ الرحمہ (م ۶۱۷ھ) معتکف ہوئے پھر مسافرت اختیار کی۔ گیارہ برس تک ابریق و جامۂ خواب حضرت کا اپنے ساتھ سفر میں رکھ کر چلتا تھا۔ بیس برس تک مسافرت کی۔ اس وقت پھر حضرت پیران پیر دستگیر بغداد تشریف لائے اور حجرے کے اندر بیٹھ گئے اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ آج سے ہم باہر نہ آئیں گے مگر تم کو چاہئے کہ ہر روز بوقت چاشت میرے پاس آیا کرو چنانچہ میں حاضر ہوا کرتا آپ نے تعلیم فقر دی۔"(۱)

اثنائے سفر حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کی ایک ملاقات سیدنا غوث الاعظم سے جودی پہاڑ پر اس وقت ہوئی جب وہ وہاں عبادت و ریاضت میں مصروف تھے وہ خواجہ صاحب کو ہمراہ لے کر پہلے جیلان گئے اور پھر بغداد ساتھ لے گئے اس کا ذکر خزینۃ الاصفیاء کے مصنف نے ان لفظوں میں کیا ہے:

"بعد ازاں روانہ بغداد شد و در اثنائے راہ بقصبہ سنجان بخدمت خواجہ

۱۔ ماہتاب اجمیر ص ۱۲

نجم الدین کبری فائز شد واز آنجا بر کوہ جودی کہ بعد طوفان کشتی نوح
علیہ السلام بر آں کوہ قائم شدہ بود رفت و در آنجا مشرف بشرف
خدمت حضرت غوث الاعظم محی الدین عبد القادر جیلانی قدس اللہ
باسرارہ الشامی شد و ہمرکاب آنجناب بجیلان واز جیلان بغداد رسید و
چندے بفیض صحبت آنحضرت مستفیض ماند۔"(۱)

شہزادہ دارا شکوہ نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا غوث پاک علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضری دی ہے اور پانچ ماہ سات روز ان کی خدمت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کئے ہیں۔ خواجہ صاحب کی سیاحت کا ذکر کرتے ہوئے مصنف کتاب سفینۃ الاولیاء لکھتے ہیں:

"حضرت خواجہ در سیاحی اکثرے از مشائخ کبار دریافتہ اند، چنانچہ
بصحبت حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ در جیلان رسیدہ پنج ماہ و
ہفت روز باایشاں بودہ انواع فوائد بودہ اند۔"(۲)

محمد غوثی شطاری مانڈوی نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ غریب نواز نے سفر ہند کا آغاز حضرت سیدنا غوث الاعظم کی ملاقات کے بعد ہی کیا اور ان کی یہ ملاقات جودی پہاڑ پر ہوئی تھی۔ فرماتے ہیں:

"اولا کوہ جودی کے دامن میں جو بغداد سے سات منزل دور ہے اسوۃ
العرفاء شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی کے حضور میں پہنچے اور جو کچھ
ازلی حصہ نصیب میں لکھا تھا وہ حاصل کیا۔"(۳)

مصنف سیر الاقطاب حضرت الہدیہ چشتی عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ کی ملاقات کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔ انہوں نے بھی لکھا ہے کہ خواجہ صاحب کی حضرت

۱۔ خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۲۵۷
۲۔ سفینۃ الاولیاء ص ۱۵۸
۳۔ گلزار ابرار ص

غوث الاعظم سے دوبار ملاقات ثابت ہے ایک شروع زمانے میں اور دوسری جوانی کے عالم میں جب پہلی ملاقات خواجہ صاحب کی غوث الاعظم سے ہوئی تھی تو اس وقت حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ صاحب کو بہت دعائیں دی تھیں اور فرمایا تھا:

"ایں مرد از مقتدائے مشائخ روزگار خواہد بود"(۱)

(یہ شخص اپنے زمانے کے تمام مشائخ کا سردار ہوگا۔)

اللہ والوں کی دعائیں کبھی رائیگاں نہیں ہوتیں۔ حضرت غوث الاعظم نے جو کچھ خواجہ اجمیر کے حق میں فرمایا تھا، اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت سے اسے سرفراز فرمایا اور خواجہ صاحب "سلطان الہند" کے ساتھ ساتھ "سلطان الاولیاء" اور "مقتدائے کاملین" بن کر صفحہ ہستی پر نمودار ہوئے اور ہر ایک کو اپنی روحانیت سے مستفیض فرمایا۔

دوسری بار خواجہ صاحب کی ملاقات کوہ جودی کے دامن میں واقع بستی جیلان میں ہوئی وہاں کا ماحول خوشگوار ہونے کی وجہ سے حضرت غوث الاعظم نے کچھ زمین خرید کر وقف علی الاولاد کر دی تھی یہ جگہ بغداد کے قریب ہے۔ خواجہ صاحب نے غوث پاک سے وہاں ملاقات کی اور ایک عرصہ ساتھ بیٹھ کر باہم گفت وشنید بھی کیا۔ جیلان میں خواجہ صاحب کئی ماہ رہے وہاں ایک حجرہ کی تعمیر بھی کرائی اور وہیں چلہ بھی فرمایا۔ مصنف سیر الاقطاب کے بقول وہ چلہ گاہ ابھی جیلان میں موجود ہے۔ ہر سال حسب ضرورت اس کی مرمت ہوتی رہتی ہے۔

صاحب سیر العارفین مولانا جمالی جنہیں خواجہ صاحب کے اس حجرہ کی زیارت کا شرف حاصل رہا ہے۔ انہوں نے سیر العارفین میں تفصیل سے غوث و خواجہ علیہما الرحمۃ والرضوان کی ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"خواجہ صاحب بخارا سے ۵۸۰ھ یا ۵۸۱ھ میں بخارا سے بغداد تشریف

۱۔ سیر الاقطاب ص ۱۰۶

لائے اور شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی سے ملاقات کی حضرت غوث پاک اس زمانے میں جیل (متصل موصل) میں موجود تھے۔ جیل بہت پُر فیض اور معتدل آب و ہوا کا مقام ہے۔ یہ مقام کوہ جودی کے تحت میں واقع ہے۔ یہاں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ٹھہری تھی۔ یہ مقام بغداد سے سات منزل ہے۔ جب خواجہ معین الدین شیخ عبدالقادر جیلانی سے ملے تو ستاون دن تک ان کی صحبت میں رہے اور بہت سے فیوض اور جمعیت باطنی آپ کی صحبت سے حاصل کی۔"(۱)

صاحب "اقتباس الانوار" نے "مراۃ الاسرار" کے حوالے سے جیل میں مدت قیام پانچ ماہ سات دن بتلائی ہے(۲) یہ مدت اس لئے قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کیونکہ خواجہ صاحب نے وہاں مستند سوانح نگاروں کے بقول ایک حجرہ تیار کرا کے اس میں اعتکاف بھی کیا تھا۔ حجرہ تیار کرانا اور پھر اس میں اعتکاف کرنا اس کے لئے یہ مختصر ایام بظاہر ناکافی معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے وثوق کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ "اقتباس الانوار" کی روایت زیادہ قرین قیاس ہے۔ انہوں نے "زبدۃ الحقائق" کے حوالے سے ان دونوں حضرات کی عمروں کے تعلق سے حسب ذیل روایت بھی درج کی ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت غوث الاعظم سے خرقۂ خلافت بھی پہنا ہے۔

"خواجہ بزرگ بہ اجازت سید کائنات ﷺ خرقۂ خلافت حضرت غوث الاعظم وخال وے رضی اللہ عنہ پوشیدہ است و دراں وقت عمر خواجۂ بزرگ پنجاہ سالگی رسیدہ بود و عمر غوث الاعظم رضی اللہ عنہ بہ نود سال رسیدہ بود۔"(۳)

(خواجہ بزرگ نے بہ اجازت (باطنی) سید کائنات ﷺ اپنے ماموں غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے خرقۂ خلاف پہنا ہے اس وقت حضرت

۱۔ سیر العارفین ص ۴

۲۔ اقتباس الانوار ص ۱۴۴

۳۔ اقتبا[illegible]

خواجہ کی عمر پچاس سال اور حضرت غوث الاعظم کی عمر نوے سال کی تھی۔")

حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان کے سنہ ولادت سے متعلق کئی روایتیں ہیں اس میں ایک روایت ۵۳۰ھ کی بھی ہے اس روایت کے پیش نظر ۵۸۰ھ میں خواجہ صاحب کی عمر ۵۰ سال ہو جاتی ہے لیکن سیدنا غوث پاک علیہ الرحمۃ والرضوان جن کے سلسلے میں مورخین یہی لکھتے چلے آئے ہیں کہ ۵۶۱ھ میں ان کا وصال ہوا۔ اس روایت کے بموجب درج بالا تحریر کی حیثیت بالکل ریت کی دیوار معلوم ہوتی ہے جن کی نہ تو کوئی حقیقت ہے اور نہ ہی کوئی تاریخی حیثیت ایسی صورت میں خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان کے اس بیان کی کیا اصلیت ہو سکتی ہے۔ غور طلب ہے؟

حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان آغاز سفر میں ہندوستان سے پہلے حرمین شریفین تشریف لے گئے یا بغداد شریف حاضری دی، بغداد شریف پہنچنے کے بعد چند ساعت غوث پاک کی خدمت میں رہے، یا چند ماہ۔ ملاقات کوہ جودی کے قریب جیلان میں ہوئی یا کہیں اور۔ اس میں اختلاف کی گنجائش ہے اسی لئے مصنفین کے خیالات میں تصادم ہے لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ خواجہ صاحب نے غوث پاک سے ملاقات کی ہے اور فیوض و برکات حاصل کئے ہیں۔ لہٰذا جو ارباب علم و فن اس بات کے حامی ہیں کہ خواجہ صاحب کا حضرت غوث الاعظم سے روحانی فیوض و برکات حاصل کرنا تو درکنار ملاقات ہی ثابت نہیں وہ حضرات تاریخی غلط فہمی کے شکار ہیں انہیں اپنے اس خیال پر نظر ثانی کر لینی چاہئے۔

حضرت غوث الاعظم کے مروجہ سن ولادت ووصال پر ناقدانہ نظر

سیدنا غوث الاعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے سنہ ولادت کے بارے میں بھی تین روایتیں ہیں بعض ۴۷۰ھ بعض ۴۷۱ھ اور بعض نے ۴۹۱ھ لکھا ہے۔ موخر الذکر

روایت جسے صاحب "اقتباس الانوار" کی تائید حاصل ہے اگر صحیح مان لی جائے تو ۵۸۰ھ میں سیدنا غوث الاعظم علیہ الرحمۃ کی عمر نوے سال ہو جاتی ہے۔ اس لئے آپ کا سنہ ولادت ۴۹۱ھ ہی میں ہونا عقل و دماغ کے زیادہ قریب ہے۔ رہی بات ان قدیم مورخین کی جنہوں نے سنہ ولادت ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ لکھا ہے اس میں غلطی کا امکان اس لئے ہے کہ تسعین (۹۰) اور سبعین (۷۰) کے انداز کتابت میں بہت تھوڑا سا فرق ہے۔ رہا تسعین کی ت اور سبعین کی ب کے نقطوں کا سوال تو قدیم رسم الخط میں نقطوں کا زیادہ اہتمام نہیں کیا جاتا تھا۔ جن حضرات کو قدیم مخطوطات دیکھنے اور پڑھنے کا تجربہ ہے ان پر یہ بات مخفی نہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ سہو کتابت سے ناقل نے تسعین کو سبعین لکھ دیا ہو اور پھر بعد کے مورخین اور سوانح نگار اسی کی اتباع کرتے چلے آئے ہوں۔

فارسی کے مشہور زمانہ تصنیف گلستاں کی ایک حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات حرم کعبہ میں بانی سلسلہ قادریہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان سے ہوئی تھی حضرت شیخ سعدی نے گلستان میں لکھا ہے۔

> "عبدالقادر گیلانی را دیدم در حرم کعبہ روئے بر حصار نہادہ ہمی گفت اے خداوند بہ بخشای واگر مستوجب عقوبتم در قیامت مرا نابینا برانگیز تا در روئے نیکاں شرمسار نشوم۔"(۱)
>
> (عبدالقادر جیلانی کو میں نے دیکھا کہ حرم کعبہ میں پتھریلی زمین پر چہرہ رکھ کر فرما رہے تھے اے اللہ میری مغفرت فرما اور اگر میں سزا کا مستحق ہوں تو قیامت کے دن مجھے اندھا اٹھا تاکہ نیک لوگوں کے سامنے میں شرمندہ نہ ہوں)

گلستان کے بیشتر مخطوطات اور مطبوعات دونوں میں یہی عبارت ہے۔ مولوی

۱۔ کلیات سعدی شیرازی ص ۴۰

الھداد مرحوم نے گلستان کے قدیم مخطوطات میں چار اہم نسخوں کا موازنہ کر کے بدر علی کی فارسی شرح کے ساتھ جو نسخہ شائع کیا ہے اس کے ص ۱۳۳ پر بھی یہی "دیدم" کی عبارت ہے۔ البتہ بعض جدید مطبوعات میں "دیدم" کی جگہ "دیدند" ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ شیخ سعدی نے نہیں دوسرے لوگوں نے دیکھا۔ دیدم اور دیدند کی روایت کا تنقیدی جائزہ لینے کے لئے میں نے تقریباً ایک درجن گلستاں کے مخطوطات کا مطالعہ کیا تو مجھے بیشتر قدیم نسخوں میں "دیدم" کی ہی روایت ملی اس سے میرے اس خیال و فکر کو تقویت ملی جس کا ذکر میں نے سطور بالا میں کیا ہے۔

شیخ سعدی کی ولادت عام مورخین کے بقول ۵۸۰ھ میں ہوئی لیکن یہ روایت محل نظر ہے۔ اور وہ اس لئے کہ اگر صحیح مان لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ شیخ سعدی کی ملاقات جب غوث پاک سے ہوئی اس وقت وہ صرف دو یا تین سال کے تھے اور یہ ممکن نہیں اس لئے نظر ثانی شدہ بایو گرافیکل ڈکشنری ص ۳۳۹ میں ہنری جارج کین نے عالمانہ تحقیق کے بعد شیخ سعدی کا جو سنہ ولادت ۵۷۱ھ لکھا ہے وہی درست ہے۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں شیخ سعدی کی ملاقات حضرت غوث الاعظم سے اس وقت ثابت ہوگی جب وہ باشعور تھے اور اپنی عمر کی گیارہ بارہ بہاریں دیکھ چکے تھے۔

حضرت سیدنا غوث الاعظم علیہ الرحمہ کا وصال ۵۸۳ھ میں ہوا کیونکہ اگر آپ کا سنہ وصال ۵۶۱ھ صحیح مان لیا جائے تو پھر شیخ سعدی کے اس جملہ جس میں انہوں نے "عبدالقادر گیلانی را دیدم" لکھا ہے اس کی حقیقت افسانے سے کم نہ ہوگی مگر ایسا نہیں غوث پاک کی ولادت کے تعلق سے نقل کتابت میں سہو کی بنیاد پر احدو تسعین واربعماۃ میں تسعین، سبعین ہو گیا ہے۔ یعنی ۴۹۱ھ کے بجائے ۴۷۱ھ ہو گیا ہے۔ اس لئے واقعات کے تاریخی تطابق میں الجھنوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ بعض سوانح نگاروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ شیخ سعدی نے حضرت سیدنا شیخ شہاب الدین

سہروردی علیہ الرحمۃ الرضوان سے بیعت وارادت کا شرف حاصل کرنے سے قبل سیدنا غوث پاک علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں حاضری دے کر بیعت ارادت حاصل کی تھی۔ شیخ سعدی کس کے مرید تھے سیدنا شیخ شہاب الدین سہروردی کے یا سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس میں تو اختلاف ہوسکتا ہے لیکن ان دونوں روایتوں سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ شیخ سعدی کی ملاقات سیدنا غوث پاک علیہ الرحمۃ والرضوان سے ۵۷۱ھ کے بعد کسی سنہ میں ہوئی تھی اس لئے بصد وثوق یہ کہا جاسکتا ہے کہ غوث پاک کا صحیح سنہ وفات ۵۶۱ھ نہیں بلکہ ۵۸۳ھ ہے۔

خواجۂ اجمیر اور ولایت ہندوستان

یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ نے بغداد شریف جاکر حضرت غوث پاک کی خدمت میں حاضری دی اور کئی ماہ ان کی خدمت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کئے دوران قیام ایک دن خواجہ صاحب نے حضرت غوث پاک سے فرمایا کہ مجھے کسی ملک کی ولایت عطا فرما کر رخصت کیجئے تو انہوں نے فرمایا کہ ملک ہندوستان تو روز اول ہی سے آپ کے نام مقدر ہو چکا ہے اور اسی ملک کے بارے میں میرے جدامجد سرکار دوعالم ﷺ نے آپ سے فرمایا ہے جایئے اور وہاں کا روحانی نظام اپنے ہاتھوں میں لیجئے۔ اتنا سننے کے بعد خواجہ صاحب نے فرمایا:

> "اگر مجھے عراق کی ولایت عطا کی جائے تو میرے حق میں زیادہ مفید ہوگا۔"

یہ جملہ سن کر غوث پاک نے فرمایا:

> عراق میں شہاب الدین نام کا ابھی ایک بچہ ہے جب وہ سن شعور کو پہنچے گا تو عراق کی ولایت اسی بچے کے سپرد کی جائے گی۔ ملک عراق اس

بچے کا نام پہلے سے ہی تفویض ہو چکا ہے۔

یہ سننے کے بعد خواجہ صاحب نے فرمایا:

اگر آپ کی رضا اسی میں ہے کہ میں ملک ہندوستان جاؤں تو کیا ہی بہتر ہو تا کہ آپ میری معاونت فرماتے اور میرے ساتھ چلتے۔

حضرت غوث پاک نے فرمایا:

میرے لئے خداوند تعالیٰ کا حکم ہو چکا ہے کہ میں بغداد چھوڑ کر کہیں نہ جاؤں۔ لہٰذا اس موقع سے میں آپ کے ساتھ ہندوستان چلنے کے لئے معذرت خواہ ہوں۔

خواجہ صاحب نے فرمایا:

اگر آپ میرے ساتھ نہیں چل سکتے ہیں تو اپنے صاحبزادگان میں سے کسی ایک کو میرے ساتھ کر دیں تاکہ ان کی اعانتوں اور برکتوں سے ہندوستان میں دین حق کی اشاعت کا اہم فریضہ کما حقہ انجام دے سکوں۔

حضرت غوث اعظم نے اپنے تمام صاحبزادگان کو خواجہ صاحب کے سامنے پیش کر کے فرمایا۔ ان تمام صاحبزادگان میں جن کو آپ مناسب سمجھیں اپنے ہمراہ ہندوستان لے جائیں۔

خواجہ صاحب کی نظر انتخاب سیدنا غوث پاک کے بڑے فرزند قطب الہند حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب پر پڑی اور فرمایا:

"یہ اللہ کے دوست ہیں، معرفت ذات باری کے نور سے ان کا دل روشن و تابندہ ہے انہیں ہی ہندوستان چلنے کے لئے میرے ہمراہ کر دیں۔

حضرت سیدنا غوث الاعظم اپنے فرزند دلبند سیدنا سیف الدین عبدالوہاب سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

اے میرے لخت جگر خواجہ (صاحب) کے ہمراہ ہندوستان چلے جاؤ
تاکہ ہندوستان میں بھی ہماری ایک نشانی رہے۔"(۱)

حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب علیہ الرحمہ کو خواجہ صاحب کے ساتھ جانے کے لئے آمادہ کرنے کا ذکر صاحب جواہر الاعمال نے ان لفظوں میں کیا ہے:

"بہ ہمراہی من ساز فرزند خویش
شود زو مرا پشت ماوائے پیش
کہ تایکدگر ہر دو رفتہ عزیز
کفر دور سازیم از ہند نیز
بفرمود آں غوث عالی جناب
بفرزند خود شاہ عبدالوہاب
کہ اے نور فرزند عینان من
واے زبدۂ جگر گوشان من
بہمراہ خواجہ معیں شد رواں
برو یکدگر سوئے ہندوستان" (۱)

حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب علیہ الرحمہ ہندوستان روانہ ہونے سے قبل ہی ۲۴ سال کی عمر میں روحانیت کے اعلیٰ منصب سے ہمکنار ہو چکے تھے۔ اس لئے بخوشی آپ کے والد ماجد نے آپ کو خواجہ صاحب کے ہمراہ ہندوستان سفر کرنے کی اجازت دے دی۔ خواجہ صاحب کے ہمراہ مختلف ممالک اور شہروں کی سیر وسیاحت کرتے ہوئے ہندوستان تشریف لائے اور علاقہ مارواڑ (راجستھان) میں قیام کیا اس علاقہ میں خواجہ صاحب کے ہمراہ تقریباً چھ ماہ رہ کر اشاعت دین حق کا اہم فریضہ انجام دیا۔ اس آمد کی تفصیل صاحب "محبوب المعانی" نے ان الفاظ میں لکھی ہے۔

"حضرت سید عبدالوہاب بہ بست و چار سال رسید کہ درجات کمال

۱۔ جواہر الاعمال (ص ۵۱)

رسیدہ کہ بموجب تواضع و ارشاد شہنشاہ بغداد ہمراہ حضرت خواجہ
معین الدین چشتی رخصت شدہ درنواح ملک مارواڑ رسید ند و مدت
شش ماہ برائے اعانت خواجہ بزرگوار در دارالخیر اجمیر گزرانید باکیدگر
مرخص گشتہ۔"(۱)

خواجہ اجمیر کا ہندوستان میں ورود مسعود

دنیائے ولایت کے آفتاب وماہتاب کا یہ نورانی قافلہ سرزمین ہند کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے کب سرفراز فرمایا اس سلسلے میں مورخین کے متضاد بیانات ہیں۔ بعض مورخین نے ۵۵۷ھ/۱۱۶۱ء، ۵۸۵ھ/۱۱۸۹ء، ۵۸۷ھ/۱۱۹۲ء اور بعض نے ۶۰۱ھ/۱۲۰۶ء کو صحیح آمد کا سنہ قرار دیا ہے۔

خواجہ صاحب نے ہندوستان کا پہلا سفر ۵۵۷ھ/۱۱۶۱ء میں کیا تھا اس کے بعد پھر کئی بار ہندوستان سے باہر آئے گئے اسی آمدورفت کی وجہ سے مورخین کے بیان میں تضاد نظر آتا ہے۔ سنین کے اندراج میں خواہ کتابت کی غلطی کارفرما ہو یا کچھ اور لیکن کتب تاریخ کے حوالے سے یہ مسلم ہے کہ ۵۵۷ھ کے بعد بزرگان دین کی بارگاہ میں حاضری کی غرض سے خواجہ صاحب نے ہندوستان سے باہر کا بھی سفر کیا۔ اس سے یہ باور کیا جاسکتا ہے کہ خواجہ صاحب ہندوستان آنے کے بعد مستقل طور پر یہیں کے ہوکر نہیں رہ گئے بلکہ اپنے مرشد اور دوسرے بزرگان دین کے فیوض و برکات حاصل کرنے کی غرض سے بیرون ہند کا بھی سفر کرتے رہے۔ بعض مورخین نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ خواجہ صاحب نے ہندوستان کا جو پہلا سفر کیا تھا اس میں وہ اجمیر شریف تشریف نہیں لے گئے تھے۔ ایسا کیوں ہوا اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے "معین الارواح" کے مصنف لکھتے ہیں:

"یہ ورود ہند بار اول بسلسلۂ سیاحت تھا نہ کہ اس موقع پر آپ باشارۂ

۱۔ محبوب المعانی ص ۵۳۷

باطنی دربار رسالت سے اجمیر بھیجے گئے تھے اس لئے اس سفر میں آپ کے اجمیر آنے کی کوئی خاص وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ علاوہ ازیں دلیل العارفین (ص: ۵۴، ۵۵) کی روایت (مندرجہ ورود ہند بار دوم) سے بدلائل یہ امر ثابت ہے کہ اس ورود (ورود ہند بار اول) کے موقع پر آپ اجمیر نہیں گئے بلکہ ہندوستان میں صرف ملتان و لاہور تک تشریف لے گئے کیونکہ اس زمانہ (۵۶۱ھ) میں ان ہر دو مقامات پر ہندوستان میں رونق اسلام اور مسلمانوں کی آمد ورفت زیادہ تھی اور یہی مقامات ایک مسلمان سیاح کے لئے سیر کے قابل تھے۔"(۱)

خواجہ صاحب نے اسی پہلے سفر میں لاہور میں حضرت شیخ علی ہجویری الملقب بہ "داتا گنج بخش" علیہ الرحمۃ والرضوان کے مزار مقدس پر حاضری دی تھی اور وہاں تقریباً دو ہفتہ اور بعض مصنفین کے بقول دو ماہ معتکف رہے خواجہ صاحب کا حجرۂ اعتکاف اب تک اندرون احاطۂ مزار موجود ہے اس موقع سے جو شعر ان کی زبان فیض ترجمان سے جاری ہوا تھا آج بھی حضرت داتا گنج بخش کے آستانہ پر لکھا ہوا ہے۔ راقم کو زیارت کا شرف حاصل ہو چکا ہے وہ شعر یہ ہے:

گنج بخش ہر دو عالم مظہر نور خدا
کاملاں را پیر کامل ناقصاں را رہنما (۲)

خواجہ صاحب کے سفر ہندوستان کے تعلق سے پانچ روایتیں ملتی ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ورود مسعود ہندوستان میں پانچ مرتبہ ہوا۔ بعض روایات کا خلاصہ مختصر تشریح کے ساتھ "معین الارواح" کے حوالے سے درج ذیل ہے۔

۱۔ زمانہ ورود اول ۵۶۱ھ: حسب ترجمہ فرشتہ جلد دوم ص ۳، آپ بتاریخ ۱۰ ر محرم الحرام ۵۶۱ھ وارد اجمیر (ہند) ہوئے۔

۱۔ معین الارواح ص ۴۳
۲۔ خزینۃ الاصفیا جلد دوم ص [illegible]

۲۔ ورود دوئم بعہد پر تھوی راج درمیان ۵۷۲ھ و ۵۸۸ھ سیر الاولیاء کے ص ۳۶ اخبار الاخیار کے ص ۲۲ اور فوائد السالکین کے ص ۱۱ کے بیانات کے مطابق آپ اس وقت وارد اجمیر ہوئے جب راجہ پر تھوی راج اجمیر میں موجود تھا۔"

۳۔ زمانہ ورود سوئم ۵۸۸ھ یا ۵۸۹ھ : حسب ترجمہ آئین اکبری ص ۳۲۷، آپ اس سال وارد اجمیر ہوئے جس سال معزالدین سام بعد زوال پر تھوی راج دہلی پر قابض ہوا چونکہ بقول فرشتہ جلد اول ص ۵۸ شہاب الدین غوری ۵۸۸ھ میں بقول بعض ۵۸۹ھ میں قابض ہوا اس لئے یہی زمانہ وارد اجمیر ہونے کا ہے۔

۴۔ سال ورود چہارم ۶۰۲ھ بقول سیر العارفین ص ۱۲ آپ اس سال وارد اجمیر ہوئے جس سال شہاب الدین غوری ہندوستان سے غزنین جاتے ہوئے اثنائے راہ میں واصل بحق ہوا۔" چونکہ حسب فرشتہ جلد اول ص ۶۰ شہاب الدین کا انتقال ۶۰۲ھ میں ہوا اسی لئے یہی سنہ آپ کے ورود ہند کا ہے۔

۵۔ سال ورود پنجم ۶۱۱ھ حسب روایت سیر العارفین ص ۱۹ او سیر الاقطاب ص ۱۴۹ آپ خراسان سے اس وقت وارد ہندوستان ہوئے جب کفار مغلوں نے بزمانہ قباچہ بیگ ملتان کا محاصرہ کر لیا تھا چونکہ حسب منتخب التواریخ ص ۷۱ یہ واقعہ ۶۱۱ھ میں پیش آیا اس لئے یہی سنہ آپ کے ورود ہند کا ہے۔"(۱)

حضرت خواجہ صاحب نے جب پر تھوی راج کے عہد حکومت میں ۵۸۵ھ میں ہندوستان کا سفر کیا اس سفر میں حضرت سیدنا عبدالوہاب اپنی اہلیہ اور اپنے خادم کے ساتھ آپ کے ہمراہ تھے۔ سیدنا عبدالوہاب کا سفر ہندوستان اس سے پہلے اس لئے ممکن نہیں کیونکہ آپ ۵۸۳ھ میں ناصر الدین کے عہد حکومت میں مظلوموں کی فریاد رسی کے محکمہ کے نگراں تھے۔ جس کا ذکر کئی ایک مستند سوانح نگاروں نے کیا ہے۔

اجمیر شریف کا پتہ سرکار دو عالم ﷺ نے اسی وقت بتا دیا تھا جب آپ بارگاہ

۱۔ معین الارواح ص ۳۶

نبوت میں حاضر تھے۔اس موقع سے سرکار دوعالم ﷺ نے آپ سے فرمایا تھا۔

معین الدین تو عین دین مائی ولیکن ترا بہندوستان باید رفت ودر آنجا
مقامے است اجمیر آنجا فرزندانم سید حسین نام بہ یمن قدومت در
آنجا اسلام آشکار خواہد شد وکافراں مقہور گردند۔"(۱)

(معین الدین میرے دین کے اصل سر چشمہ تمہیں ہو لیکن ہندوستان
میں ایک مقام اجمیر ہے وہاں چلے جاؤ وہاں میرے ایک فرزند سید
حسین نام کے موجود ہیں آپ کے تشریف لے جانے کے سبب وہاں
کافر مغلوب ہوں گے اور اسلام کو سر بلندی حاصل ہو گی۔)

اتنا فرمانے کے بعد آپ کو انار کا ایک پھل عطا ہوا اور حکم ہوا کہ اس پھل میں دیکھئے کہ آپ کو کہاں جانا ہے۔جب حضرت خواجہ نے اس پھل کو بغور دیکھا تو اس میں مشرق سے مغرب تک سب آپ کو واضح نظر آیا اجمیر اور اس کی پہاڑیاں اس میں بخوبی دکھائی دے رہی تھیں۔آپ وہاں سے رخصت ہو کر اپنے چالیس ساتھیوں کے ہمراہ ہندوستان کے لئے روانہ ہوئے اسی سفر میں آپ نے بغداد معلیٰ اور دوسرے مقدس مقامات کا سفر کیا اور بزرگان دین سے فیوض و برکات حاصل کئے۔اغلب یہی ہے کہ اس چالیس نفری قافلے میں حضرت سیدنا عبدالوہاب اپنی اہلیہ اور اپنے خادم کے ہمراہ موجود تھے۔جس زمانہ میں آپ علاقہ مارواڑ اجمیر مقدس کی سرزمین پر آپ نے نزول اجلال فرمایا اس وقت وہاں پر تھوی راج کی حکومت تھی۔پورا خطہ مارواڑ اسی کے زیر نگیں تھا۔صاحب سیر الاقطاب نے اس راجہ کا نام نہیں لکھا ہے صرف مہاراجہ کہہ کر آگے بڑھ گئے ہیں۔صاحب خزینۃ الاصفیاء کا نقطۂ نظر اس سلسلے میں جداگانہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ خواجہ صاحب پہلے ہی سفر میں اجمیر شریف تشریف لائے تھے۔اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب ۵۵۷ھ میں آپ نے بغداد سے

۱۔ سیر الاقطاب ص ۱۲۴

ہندوستان کا سفر کیا تھا۔ اجمیر شریف کی سرزمین پر آپ کا ورود مسعود دسویں محرم الحرام ۵۶۱ھ کو ہوا تھا۔

خواجہ صاحب نے سفر اول میں اجمیر شریف کی سرزمین کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا یا سفر دوم میں اس میں تو اختلاف ہو سکتا ہے لیکن اتنا مسلم ہے کہ جب بھی آپ اجمیر شریف میں وارد ہوئے ہیں اس وقت وہاں رائے تھورا (پرتھوی راج) کی حکومت تھی۔ صاحب اخبار الاخیار حضرت سیدنا شیخ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں:

"(خواجہ صاحب) در زمانہ تھورا رائے بہندوستان باجمیر آمد وبعبادت مشغول شد وتھورا نیز دراں زماں در اجمیر بود۔"(۱)

(خواجہ صاحب رائے تھورا کے عہد حکومت میں ہندوستان کے شہر اجمیر شریف میں تشریف لائے اور عبادت الٰہی میں مشغولیت اختیار کی ان دنوں رائے تھورا وہاں موجود تھا۔)

رائے تھورا کی شہر اجمیر میں موجودگی اتفاقیہ نہیں تھی بلکہ اس نے اجمیر کو اپنا پایۂ تخت بنایا تھا۔ کارنامۂ راجپوتانہ کے مصنف مولوی نجم الغنی خاں رائے تھورا کے تعلق سے لکھتے ہیں:

"خاندان چوہان کا اخیر فرماں روا پرتھی راج تھا جس کو رائے تھورا بھی کہتے ہیں۔ دہلی اور اجمیر دونوں کی ریاستیں اس کے زیر نگیں تھیں۔ پرتھی راج نے اجمیر کو اپنا پایہ تخت بنایا۔ دہلی کی حکومت اپنے سردار کھانڈے رائے کے سپرد کی تھی۔"(۲)

مہاراجہ رائے تھورا کا ہی عرفی نام پرتھوی راج تھا اگرچہ مورخین اور سوانح نگاروں نے جداگانہ طور پر اس کے ناموں کو استعمال کیا ہے لیکن حقیقت میں ان دونوں ناموں سے ایک ہی شخصیت مراد تھی۔ سیر و سفر کے مصنف رقم طراز ہیں۔

۱۔ اخبار الاخیار ص ۲۶

۲۔ کارنامۂ راجپوتانہ ص ۸

"راجہ اجمیر مسمٰی راءعرف پرتھوی راج ہند کے عظیم القدر حکمرانوں میں تھا۔ دہلی، اجمیر اور گجرات وغیرہ دور دور تک اس کی حکومت پھیلی ہوئی تھی۔ انتظام مملکت داری فنون سپہ گری، شہسواری اور جمیع آداب شاہی اور علوم حکمت و نجوم وغیرہ سے بخوبی ماہر تھا۔"(۱)

خواجۂ اجمیر اور اشاعت اسلام

اجمیر شریف میں خواجہ صاحب کے تشریف لاتے ہی اشاعت اسلام کی جو گرم بازاری ہوئی اس کا ذکر صاحب خزینۃ الاصفیاء نے ان لفظوں میں کیا ہے۔

"ہزار دو ہزار از صغار و کبار بخدمت آں محبوب کردگار حاضر شد مشرف بہ شرف اسلام و ارادت آں حضرت شدند بحدیکہ چراغ اسلام در ہندوستان بطفیل ایں خاندان عالیشان روشن گشت۔"(۲)

(ہزاروں ہزار کی تعداد میں چھوٹے بڑے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دولت اسلام سے مشرف ہو کر آپ کے دامن ارادت سے وابستہ ہوئے، یہاں تک کہ ہندوستان میں ان حضرات کے طفیل چراغ اسلام روشن و آبدار ہو گیا۔)

اس سفر میں کتنے بندگان خدا خواجہ صاحب کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوئے اس کی صحیح تعداد کسی سوانح نگار نے نہیں لکھی ہے۔ البتہ حقیقت گلزار صابری کے مصنف نے ایک مختصر خاکہ ضرور پیش کیا ہے۔ ان کے کہنے کے مطابق خواجہ صاحب ہندوستان میں جہاں جہاں تشریف لے جاتے خلق خدا کی ایک بھاری جمعیت آپ کے آگے پیچھے ہو جاتی اور ایمان کی روشنی سے اپنے دلوں کو منور کرتی۔ خواجہ صاحب کے تعلق سے اشاعت اسلام کا ذکر کرتے ہوئے فضل حسن صابری لکھتے ہیں:

۱۔ سیر و سفر ص ۲۳۶

۲۔ خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۲۵۹

"ستائیسویں محرم الحرام ۵۷۱ھ بروز جمعہ اشراق کے وقت حضور غریب نواز، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے ہمراہ سیال کوٹ پنجاب پہنچے۔ اشاعت دین حق کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کی شہرت اطراف و نواح میں پھیل گئی۔ ۱۳ صفر ۵۷۱ھ تک خاص شہر سیال کوٹ میں سترہ سو (۱۷۰۰) آدمی مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ آپ کی بابت پورے شہر میں مشہور ہو گیا تھا کہ ایک خوبصورت اور خوب سیرت بزرگ عرب سے ہندوستان آئے ہیں ان کی جو نورانی صورت دیکھتا ہے مسلمان ہو جاتا ہے۔ سیالکوٹ سے سترہویں رجب ۵۷۲ھ کو قلات میں تشریف لائے۔ وہاں بھی آپ کے فیض و ہدایت وارشاد سے قلات کے ۱۹۶۷ آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔ پھر قلات سے خواجہ غریب نواز ۱۶ شوال ۵۷۳ھ کو بروز جمعہ پشاور تشریف لے گئے اور وہاں ۲۷۹۵ لوگوں کے دلوں میں اسلام کی روشنی ڈالی۔ انہیں ایام میں معز الدین محمد سام غوری رائے پھورا سے مصروف جنگ تھا۔ سترہویں محرم ۵۷۴ھ بروز شنبہ حضرت خواجہ غریب نواز اجمیر میں داخل ہوئے۔ وہاں چند ماہ قیام کرنے کے بعد ۵۷۴ھ کے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو خلافت کلی و شہنشاہی ولایت علو العزم والمرتبہ مرحمت فرما کر اپنی طرح بنا دیا اور اس گرد و نواح میں ۳۹۲۲ لوگ آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے۔ ۲۷ صفر ۵۷۶ھ کو بروز سہ شنبہ حضرت خواجہ غریب نواز اجمیر شریف میں رونق افروز ہوئے اور تارا گڑھ کے زیر قلعہ آرام فرمایا۔ سادی دیو اور اجے پال مسلمان ہوئے۔ ۵ ذوالحجہ ۵۷۷ھ بروز چہار شنبہ لاہور میں آپ کی آمد سے ہر طرف روشنی پھیل گئی اور تلقین و ہدایت کے باعث ۵۲۸۰۰ لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ وہاں قیام کئے ہوئے ایک ماہ ستائیس روز ہی گزرے ہوں گے کہ خواجہ صاحب نے

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو عزیز اللہ ابدال اور ۱۹۵ سواراں جنات کے ہمراہ دہلی روانہ کر دیا۔ ۱۲ محرم ۵۷۸ھ بروز چہار شنبہ حضرت خواجہ غریب نواز لاہور سے ملتان آئے اور یہاں آپ نے اپنے روحانی فیضان سے ۲۹۹۹ لوگوں کو مرید کیا۔ ۲۲ محرم ۵۸۰ھ کو خواجہ صاحب دہلی تشریف لائے جمعہ کا دن تھا۔ نماز جمعہ ادا فرمائی خواجہ قطب الدین بختیار کاکی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور پھر عرض کرنے لگے۔ حضور دہلی کی حکومت کو پرتھوی راج نے قطب الدین ایبک سے پھر مقابلہ کر کے حاصل کر لیا ہے۔ اس وقت دہلی کا حکمراں پرتھوی راج ہے۔ یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے اور تین ماہ دہلی میں قیام فرما کر ۷۰۲۴ آدمیوں کو دولت اسلام سے مالا مال کیا اور پھر حکم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ ۲۵ ربیع الثانی ۵۸۰ھ کو بروز پنجشنبہ وقت مغرب اجمیر شریف جلوہ افروز ہوئے اور جہاں اس وقت مزار ہے وہیں قیام پذیر ہوئے۔"(۱)

ہندوستان میں خواجہ صاحب کی تشریف آوری سے متعلق سنہ میں تو اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن آپ نے ہندوستان آکر جس سعیٔ مسلسل اور عمل پیہم کے ذریعہ اشاعت اسلام کا اہم فریضہ انجام دیا اس سے کسی کو انکار نہیں۔ آپ نے اشاعت اسلام کے لیے جو شب و روز جدوجہد فرمائی اس کا نتیجہ ۵۸۸ھ یا اس کے بعد بر آمد ہوا۔ جب شہاب الدین غوری نے پرتھوی راج پر حملہ کر کے تخت سلطنت پر قبضہ جما لیا تھا۔ مہاراجہ سری کشن پرشاد سیر پنجاب میں لکھتے ہیں:

"آپ کے قدوم میمنت لزوم سے ۵۸۸ھ میں شمالی ہندوستان اور اجمیر شریف میں توحید کا پھریرا اڑنے لگا۔"(۲)

۱۔ حقیقت گلزار صابری ص ۳۸۲

۲۔ سیر پنجاب ص ۲۹

خواجۂ اجمیر کا دختر راجہ سے عقد مناکحت

اجمیر شریف پہنچنے کے بعد خواجہ صاحب نے اس سر زمین کو ہمیشہ کے لئے اپنا مستقر بنالیا سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق آپ نے وہاں شادی فرمائی۔ صاحب سیر الاقطاب کے بموجب آپ نے دو عقد کیا۔ پہلا عقد میر سید حسین خنگ سوار کی چچازاد بہن سے اور دوسرا عقد ایک راجہ کی لڑکی سے کیا۔ عقد کے بعد جن کا نام بی بی امیہ رکھا گیا۔ خواجہ صاحب کی دختر نیک اختر بی بی حافظہ جمال موخر الذکر اہلیہ دختر راجہ کے بطن سے ہی پیدا ہوئی تھیں۔ صاحب سیر الاقطاب لکھتے ہیں:

"پس عقد نکاح بستد وبی بی عصمت راکہ وے عمہ میر سید حسین خنگ سوار رحمۃ اللہ علیہ است بخانہ آوردند ــــــ و آں حضرت زن دیگر کہ خواست چنیں بود کہ شبے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم را در واقعہ دید کہ می فرماید کہ معین الدین تو دین مائی نباید کہ سنت من ترک سازی اتفاقاً ہماں شب حاکم قلعہ پٹلی ملک خطاب نام برسر کافراں تاختہ بود و دختر راجہ آں دیار اسیر نمودہ آوردہ بخدمت حضرت خواجہ گزرانید و آں حضرت دیرا قبول نمود و بی بی امیہ نام گشت، پس ازاں تاج المستورات دخترے بوجود آمد بی بی حافظہ جمال نامش کردند۔"(۱)

بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ راجہ کی جس بیٹی سے خواجہ صاحب نے عقد فرمایا تھا اس کا نام صبیہ تھا۔ اور اسی راجہ کی دوسری بیٹی جس کا نام بعض مصنفین و سوانح نگاروں نے راج کنور لکھا ہے۔ ان کا عقد فرزند غوث اعظم حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب سے ہوا تھا۔ اس طرح خواجہ صاحب اور حضرت سیدنا عبدالوہاب جیلانی درج بالا بیانات کی روشنی میں "ہم زلف" ہوتے تھے اس حقیقت کا انکشاف صاحب محبوب المعانی نے ان لفظوں میں کیا ہے:

"بی بی زینب (نام اول راج کنور) کہ در نکاح حضرت سید عبدالوہاب

ا۔ سیر الاقطاب ص ۱۳۵

قدس سرہ العزیز معزز و مشرف گشتند خالہ زادوے بی بی حافظہ جمال
بودند و بی بی مذکور بنت حضرت خواجہ بزرگوار معین الدین چشتی اند کہ
از دختر صبیہ راجہ اجمیر متولد گشتہ و در حبالۂ سید رضا مشہدی قدس سرہ
العزیز بودہ اند پس حضرت شاہ عبدالوہاب و حضرت خواجہ معین الدین
ہر دو ہمزلف مستعد قدس اللہ اسرار ہما۔"(۱)

خواجۂ بزرگوار کے عقد ثانی کا ذکر صاحب خزینۃ الاصفیاء نے بھی کیا ہے مگر انہوں نے صرف اتنا لکھا ہے کہ خواجہ صاحب کا دوسرا عقد ہندوستان کے کسی راجہ کی لڑکی سے ہوا تھا۔ مصنف کتاب نے نہ تو راجہ کا نام لکھا ہے اور نہ ہی راجہ کی لڑکی کا۔ البتہ انہوں نے دختر راجہ کو نکاح میں لانے کی وجہ وہی بتائی ہے جس کا ذکر سیر الاقطاب کے حوالے سے سطور بالا میں گزر چکا ہے۔ مصنف لکھتے ہیں:

واہلیہ ثانی خواجہ دختر یکے از راجہ ہائے ہند است"(۲)

خزینۃ الاصفیاء میں یہ بھی درج ہے کہ خواجہ صاحب نے اس دختر راجہ کا نام امۃ اللہ رکھا تھا۔ اور آپ کی دختر بی بی حافظہ جمال انہیں کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں جن کا عقد بعد میں شیخ رضی الدین سے ہوا تھا۔ یہ شیخ رضی الدین غالباً وہی بزرگ ہیں جن کا ذکر سطور بالا میں سید رضا مشہدی سے ہو چکا ہے۔

تاریخ زادالاعوان کی بھی ایک تحریر سے کسی دختر راجہ سے خواجہ صاحب کے عقد کرنے کا ذکر ملتا ہے مصنف کتاب رقم طراز ہیں:

"خواجۂ بزرگ معین الدین اجمیری از خراسان باجمیر تشریف آمدہ دو
زن کردند یکے بی بی عصمت دختر سید وجیہہ الدین عم حقیقی سید حسین
خنگ سوار جعفری دوئم بی بی امۃ اللہ کہ دختر راجہ نواحی اجمیر بود و در
جہاد گرفتار شد آں رابطریق ملک الیمین در تصرف خود داشتند و ازیں ہر

۱۔ محبوب المعانی، ص ۵۴۰

۲۔ خزینۃ الاصفیاء، جلد اول ص ۲۶۳

دواولاد شد۔"(۱)

(خواجہ صاحب خراسان سے اجمیر تشریف لائے اور انہوں نے یہاں دو شادیاں کیں۔ ایک سید حسین خنگ سوار کے چچا سید وجیہہ الدین کی لڑکی سے اور دوسری علاقہ اجمیر کے کسی راجہ کی لڑکی سے اور ان دونوں سے اولادیں ہوئیں۔)

مذکورہ روایات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ خواجہ صاحب کا عقد کسی راجہ کی لڑکی سے ہوا تھا جن سے بی بی حافظہ جمال پیدا ہوئی تھیں۔ کس راجہ کی لڑکی سے عقد ہوا؟ اور کس سنہ میں ہوا؟ اس میں تو اختلاف ہو سکتا ہے مگر یہ کہنا کہ کوئی راجہ کی لڑکی خواجہ صاحب کے عقد میں نہیں آئی تھیں یہ سراسر تاریخ سے نادانی کا نتیجہ ہے۔

عقد مناکحت سے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ

پیر زادہ سید محمد ذوالفقار علی جیلانی صاحب سجادہ درگاہ بڑے پیر ناگور راجستھان نے علماء کے تاثرات کے ساتھ تذکرہ سیدنا عبدالوہاب علیہ الرحمہ کے عنوان سے ہندی زبان میں ایک کتاب ترتیب دی ہے جس میں انہوں نے سیدنا خواجہ غریب نواز اور سیدنا عبدالوہاب علیہما الرحمۃ والرضوان کے ازدواجی زندگی کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

> "تاریخ سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ پرتھوی راج کی ایک اور شاہزادی صبیہ بھی تھیں جو خواجۂ خواجگاں سلطان الہند معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی نکاح میں بھی تھیں اور یہی بی بی حافظہ جمال کی والدہ محترمہ بھی تھیں۔ اس لحاظ سے خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور قطب الہند شیخنا و سیدنا عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ ہم زلف ہوئے۔"(۲)

۱۔ تاریخ زادالاعوان ص ۱۸۹

۱۔ تذکرہ سیدنا عبدالوہاب ہندی ص ۱۹

ہمارے بعض مصنفین ان تاریخی حقائق کا نہ جانے کیوں رد و ابطال کرتے ہیں اور درج بالا مستند کتابوں کی مندرجات کو افسانوی روایات سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ محمد رحمت اللہ رونق چشتی تذکرہ سیدنا عبدالوہاب نامی کتابچہ میں حضرت سیدنا شیخ معین الدین چشتی کی دختر راجہ سے عقد کرنے کی روایت کو نقل کرنے کے بعد "ردالکاذبین و دلیل الصادقین" نامی کتاب میں لکھتے ہیں:

> "نیز پورا ہندی کتابچہ "تذکرہ سید عبدالوہاب" اسی قسم کی افسانوی روایات بہتان تراشیوں اور جھوٹی تصدیقوں سے بھرا ہے اور اس قسم کی من گھڑت روایات اور لغویات کو حضرت سیدنا عبدالوہاب ابن حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اور حضور غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ جیسی برگزیدہ پاک ہستیوں کے ساتھ منسوب کرکے انتہائی گستاخی کی گئی ہے بلکہ سلاسل عالیہ کے خلاف ناپاک سازش اور مذموم حرکت ہے۔"(۱)

اگر تاریخی حقائق کو منظر عام پر لانا سلاسل عالیہ کے خلاف ناپاک سازش اور مذموم حرکت ہے تو صاحب سیر الاقطاب حضرت الہدیہ چشتی عثمانی اور صاحب خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری اور ایسے وہ تمام مصنفین جنہوں نے اپنی کتاب میں شادی کے تعلق سے اس واقعہ کو درج کیا ہے ان کے بارے میں صاحب ردالکاذبین کا کیا خیال ہے؟ کیا یہ حضرات بھی بارگاہ اولیاء کے گستاخ ہیں؟

اہلیہ و خادم کے ہمراہ قطب الہند کی ہندوستان آمد

حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ جب خواجۂ بزرگوار کے ہمراہ بغداد معلٰی سے ہندوستان کے لئے روانہ ہوئے تو ساتھ میں اپنی اہلیہ حضرت عائشہ اور اپنے خادم مظفر کو بھی ساتھ لیا اور والد ماجد کے تبرکات میں لوٹا اور عصا

۱۔ ردالکاذبین و دلیل الصادقین ص ۸۲

آپ کو عنایت ہوا، اور قبقاب (کھڑاؤں) اور آفتابی (چھتری) خواجۂ بزرگوار کے حصے میں آئی۔ آپ کے ہمراہ آپ کے خادم مظفر کے ہونے کا ثبوت محبوب المعانی کے درج ذیل اشعار سے ملتا ہے۔ جس میں وہ سیدنا عبدالوہاب جیلانی کی عظمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"نذر بردی کس چو بر قطب زماں — خادم ار حاضر نبودے نزد آں
حکم کردی زیر سجادہ بنہ — زر بکف بگرفتی آں سلطان مہ
چوں رسیدی خادم آں روشن ضمیر — امر می کردے کہ ایں زر را بگیر
پس برو بسیار مربقال را — تاکہ وجہ او فرض گردد ادا
بُد مظفر نام آں شہ را غلام — یک طبق ناں داشتی حاضر مدام
نزد آں سلطاں دیں قطب زماں — ہر کہ می آمد باو می داد ناں
از خلیفہ خلعتے گر آمدی — بر ابوالفتح آں حوالہ می شدی(۱)

خواجۂ بزرگوار حضرت سیدنا شیخ معین الدین چشتی فرزند غوث سیدنا عبدالوہاب اور دیگر رفقائے سفر پر مشتمل نورانی قافلہ بزرگان دین کی زیارت اور فیوض و برکات حاصل کرتے ہوئے سالوں کے بعد رائے پتھورا کے عہد حکومت میں مارواڑ ہندوستان آیا اور ہندوستان میں مختلف مقامات کا سفر کرتے ہوئے چھ ماہ کی مدت میں دارالخیر اجمیر پہنچے۔

اجمیر کو آجا نامی ایک راجہ نے بسایا تھا جس کی حکومت غزنی تک تھی۔ آجا ہندی زبان میں سورج اور میر ہندی زبان میں پہاڑ کو کہتے ہیں۔ شروع میں اس شہر کا نام آج میر یا آجامیر تھا۔ پھر کثرت استعمال سے اجمیر ہو گیا۔ (۲)

مولوی نجم الغنی خاں کا نقطۂ نظر اس سلسلے میں جداگانہ ہے وہ اپنی کتاب "کارنامۂ راجپوتانہ" میں لکھتے ہیں:

۱۔ محبوب المعانی ص ۴۷۳

۲۔ خزینۃ الاصفیا جلد ۱ ص ۲۶۶

"چوہانوں کے نامور راجہ اجے پال نے اجمیر کو آباد کیا اجمیر میں بڑے بڑے چوہان راجہ مہاراجہ مثل سبیل دیو اور بگرہ راج وغیرہ کے ہوئے جن کی فتوحات کا سلسلہ شمال میں دہلی تک اور دکن میں گجرات تک پہنچا۔ تاوقتیکہ پرتھی راج نے دہلی کو نقل دارالحکومت کر کے اپنا آخری عظمت و جلال حاصل کیا۔"(۱)

اہل ہنود کی تاریخ میں ہے کہ جو پہلی دیوار ہندوستان کی پہاڑ پر بنائی گئی وہ اجمیر میں ہے اور جو پہلا تالاب ہندوستان کی سرزمین پر تیار کیا گیا وہ پشکر ہے۔ یہ تالاب اجمیر سے چار کوس کے فاصلے پر ہے اس تالاب کی ہندو پرستش کرتے ہیں اور ہر سال کسی مہینے میں چھ روز تک مسلسل اس تالاب میں اشنان (غسل) کرتے ہیں جو ہندو قیامت کا عقیدہ رکھتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ قیامت کا آغاز پشکر تالاب سے ہی ہوگا۔(۲)

سلطان الہند اور قطب الہند کا اجمیر میں ورود مسعود

بہرحال جب خواجہ اپنے قافلہ کے ہمراہ اجمیر پہونچے تو وہاں اسی برگد کے نیچے قیام کیا جہاں رائے پتھورا کے اونٹ دھوپ کی شدت سے بچنے کے لئے باندھے جاتے تھے یہ نورانی قافلہ صبح کے وقت وہاں پہنچا اور اسی درخت کے نیچے پڑاؤ ڈال دیا۔ جب دوپہر کا وقت ہوا راجہ کے شتربان اونٹوں کو لے کر اس درخت کے نیچے پہنچے تو اس نورانی قافلے کو دیکھ کر بہت متعجب ہوئے ان لوگوں نے آپ حضرات سے پوچھا کہ آپ کون ہیں کہاں سے آئے ہیں اور آنے کا مقصد کیا ہے؟۔ ہم لوگوں کو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ مسلمان ہیں اگر واقعی ایسا ہی ہے تو بلاشبہ آپ لوگ مار ڈالے جائیں گے۔ کیونکہ راجہ رائے پتھورا کے روزانہ کا معمول ہے کہ جب تک وہ کسی

۱۔ کارنامۂ راجپوتانہ ص ۳۳

۲۔ عین القلوب العارفین ص ۵

مسلمان کو قتل کر کے اس کے خون سے اپنے ماتھے پر ٹیکا نہیں لگا لیتا ہے ناشتہ نہیں کرتا ہے۔ بہتر ہو گا آپ لوگ یہاں سے چلے جائیں۔ خواجہ بزرگوار اپنے ہمراہیوں کو لے کر اس جگہ سے ضرور اٹھ گئے مگر ساتھ ہی ساتھ انہوں نے اونٹوں سے یہ بھی کہہ دیا کہ اے اونٹو بیٹھ جاؤ حکم خدا کے بغیر اب اپنی جگہ سے جنبش مت کرنا۔ خواجہ صاحب اپنے ہمراہیوں کو وہاں سے لے کر چلے گئے اور اناساگر تالاب کے کنارے جہاں بے شمار مندر تھے اقامت گزیں ہو گئے جب رات گزر گئی اور صبح کے وقت اونٹوں کو اٹھانے کے لئے شتربان ان کے پاس پہنچے اور انہیں اٹھانے کی کوشش کی تو ان میں ذرا بھی حرکت نہ ہوئی ایسا لگ رہا تھا کہ ان کا سینہ زمین سے چپک گیا ہے۔ شتربان سمجھ گئے کہ رات جس فقیر کو ہم لوگوں نے یہاں سے بھگا دیا ہے اسی کی بددعاؤں کا نتیجہ ہے وہ سب کے سب خواجہ صاحب کی بارگاہ میں حاضر ہوئے الحاح وگریہ زاری کی تو خواجہ صاحب نے ان اونٹوں کو زمین سے اٹھنے کا حکم دیا جب وہ لوگ خواجہ صاحب کی بارگاہ سے پلٹ کر اونٹوں کے پاس آئے تو دیکھا کہ تمام اونٹ اپنی اپنی جگہ پر کھڑے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر ان لوگوں کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جلد ہی یہ حیرت انگیز خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے شہر اجمیر میں پھیل گئی۔ تمام دشمنان اسلام پیچ ہو کر راجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ راجہ رائے پتھورا ان دنوں خود شہر اجمیر میں موجود تھا صاحب خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں:

"مشہور است کہ چوں آمد آمد لشکر اسلام بہندوستان شد رائے پتھورا نیز در اجمیر بود۔"(۱)

راجہ رائے پتھورا کو شہر اجمیر میں خواجہ صاحب کی آمد کی اطلاع نجومیوں کے ذریعہ پہلے ہی سے ہو چکی تھی بلکہ خود راجہ کی والدہ کو علم نجوم میں بڑا درک تھا اس نے اپنے بیٹے کو خواجہ صاحب کی آمد کی خبر دی تھی۔ صاحب سیر وسفر لکھتے ہیں:

"قبل تشریف آوری خواجہ بزرگ رائے پتھورا کی والدہ جو علم نجوم

۱۔ خزینۃ الاصفیاء، جلد اول ۲۶۳

سحر میں یکتائے روزگار تھی۔ حضرت خواجہ کی آمد سے رائے پتھورا کو مطلع کر چکی تھی کہ اتنے زمانے کے بعد ایک مرد صاحب کمال فقیر صورت اس ملک میں آئے گا اور وہی تیری عزت و دولت کے لئے باعث زوال ہو گا۔"(۱)

والدہ کی اس پیش گوئی سے خائف ہو کر راجہ رائے پتھورا نے دیواروں پر اپنا بیان ان لفظوں میں لکھوا دیا تھا۔

"اگر درویشے بدیں قیافہ بداں راہ بگذرد او را ہلاک سازند۔"(۲)

(اگر کوئی فقیر اس قیافہ کا راستہ میں چلتا ہوا مل جائے تو اسے مار ڈالا جائے۔)

اس واضح حاکمانہ اعلان کے باوجود بھی راجہ کی باتوں کا کچھ اثر نہ ہوا، دشمنان اسلام اس نورانی قافلے کا ایک بال بھی بے کانہ کر سکے۔ جب راجہ کو ان حضرات کی آمد کی خبر ملی اور ساتھ ہی بتانے والوں نے یہ بھی بتایا کہ:

ایک اجنبی شخص ہمارے بت خانوں کے درمیان بیٹھا ہوا ہے اس کا وہاں بیٹھنا اس لئے مناسب نہیں کیونکہ ہمارے مذہب سے اس کا مذہب مختلف ہے اسے وہاں سے ہٹانے کا حکم صادر فرمائیں۔ راجہ نے اپنے کسانوں کو حکم دیا کہ اس فقیر کو تالاب کے کنارے سے ہٹا کر میرے ملک سے ہی باہر کر دو۔ تعمیل حکم کے لئے جب تمام خدام اکٹھے ہو کر خواجۂ بزرگوار کے پاس پہنچے اور آپ کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کی تو خواجہ صاحب نے ایک مشت خاک زمین سے اٹھائی اور اس پر آیت الکرسی پڑھا پھر دم کر کے راجہ کے خدام کی طرف پھینک دیا جس کا فوری طور پر اثر یہ ہوا کہ سب لوگ بے حس و حرکت زمین پر گر پڑے کسی میں اٹھ کر بھاگنے کی سکت نہ رہی۔"(۳)

۱۔ سیر و سفر ص ۲۳۷

۲۔ خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۲۶۲

۳۔ خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۲۶۰

سیر الاقطاب میں بھی یہ واقعہ درج ہے مگر انداز بیان تھوڑا مختلف ہے مصنف کتاب نے لکھا ہے کہ جس وقت راجہ کے خدام حکم کی تعمیل کے لئے خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت خواجہ اور ان کے ہمراہی مصروف عبادت تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد ایک مشت خاک پر آیت الکرسی پڑھی اور راجہ کے حواریوں کی طرف پھینک دیا جس جس کے اوپر وہ خاک پڑی وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ باقی لوگ پریشان حال ہو کر بھاگ گئے جب تمام غیر مسلموں کو اس کا اندازہ ہو گیا کہ اس فقیر سے مقابلہ کرنا آسان نہیں ہے تو انہوں نے لڑنے کا ارادہ ترک کر دیا، اور انہیں بت خانوں میں سے ایک دیو کے پاس گئے بڑی ہی عجز وانکساری سے اس سے فریاد چاہی اس دیو نے جب پوری باتیں سماعت کر لیں اور اسے تمام حقائق کا علم ہو گیا تو تھوڑی دیر خاموش رہا پھر سنجیدگی سے کہنے لگا۔

> "اے دوست داران من ایں درویش کہ آمدہ است در دین خود صاحب کمالات است بادبسر نخواہم شد مگر بعلم سحر و فسوں" (۱)
>
> (اے میرے دوست یہ فقیر جو آیا ہوا ہے اسے اپنے دین میں کمال حاصل ہے۔ سحر و فسوں کے علاوہ کسی چیز سے بھی مقابلہ اس سے آسان نہیں)

اس دیو نے پہلے ان سب کو جادو کی تعلیم دی جب انہیں فن جادوگری میں کامل مہارت ہو گئی تو اس دیو کی قیادت میں اپنی جادوگری سے شکست دینے کے لئے خواجہ صاحب کے پاس پہنچے، جب خواجہ صاحب کو اس کی خبر ہوئی جادوگروں کی ایک جماعت دیو کی قیادت میں اپنے فن کا مظاہرہ کرنے آئی ہے تو آپ نے فرمایا ان جادوگروں کا تمام جادو باطل ہے اس کا ہم لوگوں پر کچھ بھی اثر نہ ہوگا یہ فرما کر آپ نماز میں مشغول ہو گئے جیسے ہی وہ جادوگر آپ کے قریب پہنچے اوران کی نظر خواجہ صاحب پر پڑی تو وہ تاب و توانائی جو ان کے بدن میں تھی نظر پڑتے ہی زائل ہو گئی جو جہاں

۱۔ سیر الاقطاب ص ۱۲۶

کھڑا ہوا تھا وہیں کھڑا رہ گیا نماز سے فراغت کے بعد جب آپ نے انہیں غور سے دیکھا اور دیو کی نظر جب آپ کی نظر سے ٹکرائی تو خواجہ کا جمال با کمال دیکھتے ہی اس کے بدن میں ہیبت سی طاری ہوگئی اور درخت بید کی طرح اس کا پورا بدن لرزنے لگا بہت کوشش کی کہ رام رام کہہ کر اپنے دل کو تسلی دے مگر مرضیٔ مولیٰ یہ کہ جب جب وہ رام کہنے کی کوشش کرتا تو اس کی زبان سے رحیم رحیم کی آواز آنے لگتی۔ اس کی حالت یہ ہو چکی تھی کہ جس جماعت کی وہ قیادت کر رہا تھا ان سے ایسا برگشتہ ہوا کہ جو بھی شے اس کے ہاتھ میں آتی اس سے وہ اپنے ہمراہیوں کو مارنے لگتا۔ اس طرح اس نے کتنے لوگوں کو مار ڈالا اور کتنے گھائل و شکست خوردہ ہو کر واپس ہو گئے۔ خواجہ صاحب نے اس دیو کو اپنے خادم کے بدست ایک پیالہ پانی پینے کے لئے دیا اس پانی کے پیتے ہی اس دیو کے دل سے کفر کی تاریکی دور ہوگئی اور آپ کے قدموں میں گر کر دولت ایمان سے مشرف ہو گیا۔ پھر اسے "سادی دیو" کے نام سے پکارا جانے لگا۔

گھائل و شکست خوردہ جادوگروں نے جاکر جب راجہ سے سادی دیو کے تعلق سے اس واقعہ کی پوری تفصیل بیان کی تو راجہ کی حیرت و استعجاب کی کوئی انتہا نہ رہی اس نے پریشان ہو کر اس واقعہ کی خبر جوگی اجے پال کو دے دی، اور پھر اس سے مدد کا خواستگار ہوا۔

جوگی اجے پال کی سحر طرازی

جوگی اجے پال اپنے زمانے کا مشہور جادوگر تھا اس کی سحر طرازی کے باعث سب لوگ اس کے سامنے گھٹنے ٹیکتے تھے۔ اس جوگی کا نام بعض مورخین نے جے پال اور بعض نے اجے پال لکھا ہے۔ اس کے نام میں اگرچہ مورخین کے درمیان اختلاف ہے لیکن اس کی ساحرانہ عظمت کا اعتراف تمام مورخین نے یکساں طور پر کیا ہے۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے ایک مرید ایں جوگی کے ساحرانہ اوصاف و کمالات کا ذکر

کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آں جوگی سحر بسیار می دانست و طلسمات بسیار در خاطر خود یاد می داشت ...... ہفصد افسوں گر ہمیشہ ہمراہ خود می داشت خورد و بزرگ جملہ یک ہزار پانصد ہمراہ می بودند آں جوگی ایں مقرر ریاضت و علم ور زیدہ بود کہ در باطن خود راہ یافتہ۔"(۱)

(وہ جوگی جادوگری اور سحر طرازی میں اپنی مثال آپ تھا سات سو جادوگر ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے چھوٹے بڑے جادوگر جو اس کے ساتھ رہتے تھے ان کی تعداد تقریباً ڈیڑھ ہزار تھی اس سلسلے میں اس نے بڑا مجاہدہ کیا تھا۔ اس لئے اسرار باطن اس کے سامنے روشن تھے۔)

اسی ساحرانہ کمال کی بنیاد پر راجہ رائے تھورا جوگی اجے پال کا معتقد تھا اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرنا ہرگز پسند نہیں کرتا تھا۔ راجہ کے دل میں رہ رہ کر یہ بات آتی تھی کہ اس فقیر کا اگر کوئی مقابلہ کر سکتا ہے تو وہ اجے پال ہی ہے چلو اس سے استمداد کیا جائے۔ خواجہ صاحب کے تعلق سے تمام واقعہ کی تفصیل راجہ نے لکھ کر جوگی اجے پال کے پاس بھیج دی اور اس سے مدد کا طلب گار ہوا۔ خط ملتے ہی اجے پال اپنے جادوگر حواریوں کے ہمراہ خواجہ صاحب اور ان کے رفقائے سفر کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنے کی ناکام تمنا لے کر راجہ کے دربار میں حاضر ہو گیا۔ یہاں پہنچنے کے بعد جب حقائق کا مزید علم ہوا اور دیگر تفصیلات شتر بانوں کی زبانی معلوم ہوئیں تو جوگی اجے پال نے کہا:

چنیں کہ شما می گوئید ایں درویش جادوئے بسیار یاد خواہد داشت بزور جادو او پائے دریں مقام نہادہ است و اگرنہ مسلمان را چہ جائے آنکہ دریں جا تواند رسید۔"(۲)

(جیسا کہ تم سب کہہ رہے ہو اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس مرد

۱۔ رسالہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی ص ۲۲

۲۔ رسالہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی ص ۲۲

درویش کو جادوگری میں کمال حاصل ہے اور اپنی جادوگری کی بنیاد پر
یہاں جما ہوا ہے ورنہ ایک مسلمان کی یہ مجال کہ وہ یہاں تک پہنچ
جائے۔)

جوگی اجے پال نے راجہ کو بہت تسلی دلائی اور ڈینگ مارتے ہوئے متکبرانہ لہجہ میں کہا کہ گھبرانے کی بات نہیں اس فقیر پر اتنا جادو چلاؤں گا کہ اس کا نام صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔ راجہ رائے تھورا جوگی کی اس متکبرانہ گفتگو سے بہت خوش ہوا اور بری طرح اس کی باتوں میں آ گیا۔ جوگی اور راجہ دونوں خواجہ صاحب سے مقابلہ آرائی کے لئے چلے راستہ بھر رائے تھورا خواجہ صاحب کو نیست نابود کرنے سے متعلق منصوبے تیار کرتا رہا طرح طرح کے فاسد خیالات اس کے دل میں آتے جاتے رہے۔ خواجہ صاحب کے متعلق فاسد خیال دل میں لانے کے سبب راجہ کی آنکھوں کی بینائی چلی گئی۔ رسالہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی میں ہے۔

"چشم او نابینا شد چنانکہ ہیچ کس را ندید چوں از خیال فاسد پشیماں شد
چشم او روشن شد۔"(۱)

(راجہ کی آنکھ کی بینائی چلی گئی اندھاپن کی وجہ سے وہ کسی کو دیکھ نہیں
سکتا تھا جب ان فاسد خیالات سے اسے ندامت ہوئی تب اس کی
آنکھوں میں بینائی واپس آ گئی)

راستے بھر راجہ رائے تھورا انہیں کیفیات سے دوچار تھا خواجہ صاحب سے متعلق جب جب برے خیالات دل میں آتے بینائی چلی جاتی اور جب اسے ان خیالات فاسدہ سے ندامت اور پشیمانی ہوتی تو آنکھوں کی روشنی واپس ہو جاتی۔ جوگی اجے پال ہرن کی کھال پر سوار ہو کر سفر کر رہا تھا اور اس کے حواری اس کے پیچھے دوڑ کر چل رہے تھے جیسے ہی اجے پال ہمراہیوں کے ساتھ خواجہ صاحب کے پاس پہنچا تو زبردست شور و غوغا بلند ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک بھیڑ خواجہ صاحب کے اردگرد

۱۔ رسالہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی

جمع ہو گئی۔ خواجہ صاحب نے فوراً اپنے چاروں طرف ایک دائرہ کھینچ لیا تاکہ یہ دشمن اس دائرہ کے اندر نہ آسکیں پھر خواجہ صاحب نماز میں مشغول ہو گئے۔ بڑی ساحرانہ طاقت کے باوجود اس خط کشیدہ دائرہ کے اندر کوئی جادوگر نہ پہنچ سکا۔ جس وقت جوگی اجے پال راجہ کے ہمراہ خواجہ کی خدمت میں آیا تھا اس وقت شادی دیو جو چند یوم قبل دولت ایمان سے مشرف ہو چکے تھے بڑے ہی نیازمندانہ انداز میں آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ یہ دست بستہ حاضری دیکھ کر جوگی اجے پال بہت برہم ہوا۔ سادی دیو سے ان جادوگروں نے بہت کچھ کہا۔ ماضی میں کئے گئے احسانات کی یادیں بھی تازہ کرائیں اور جس قدر ان پر انعامات و نوازشات کی بارش ہوئی تھی اس کا ذکر بھی سامنے آیا مگر سادی دیو نے تھوڑی دیر کے لئے بھی مڑ کر ان جادوگروں کی طرف نہیں دیکھا جب خواجہ صاحب نماز پڑھ چکے تو ان جادوگروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔

"اے گمراہاں چہ میگوئید جملہ فریاد برآوردند کہ عمرہا مایاں عبادت او کردیم والحال بجادوئے تو از راہ مارفتہ۔"(۱)

(اے گمراہو یہ کیا کہہ رہے ہو تو سب جادوگروں نے بآواز بلند کہا کہ ہم لوگوں نے سادی دیو کی پرستش کی ہے اب آپ کے جادو کی وجہ سے ہمارے راستے سے الگ ہو گیا ہے۔)

واقعہ اناساگر

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ٹھیک ہے شور و غوغا بلند نہ کرو۔ عین اسی موقع پہ پانی کی ضرورت کا احساس ہوا تو خواجہ صاحب نے سادی دیو کو ایک پیالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اسے لو اور حوض سے پانی بھر لاؤ مگر یاد رکھنا پیالے کو حوض میں ڈالنے سے پہلے یا بدوح ضرور کہنا۔ سادی دیو نے پیالہ ہاتھ میں لیا اور یا بدوح کہہ کر جب پیالہ حوض میں ڈالا تو حوض کا سارا پانی پیالے میں سمٹ آیا۔ جب سادی دیو وہ پانی کا پیالہ لے کر

۱۔ رسالہ حضرت خواجہ معین الدین ص ۲۷

خواجہ کی بارگاہ میں واپس ہوئے تو اجے پال جوگی اور اس کے تمام حواری یہ کرامت دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے اس واقعہ کا ذکر حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے مرید نے ان لفظوں میں کیا ہے:

"ایں قدح بردار واز حوض پُر کردہ بیار وقت پُر کردن بگوئی 'یا بدوح' شادی فی الحال قدح را برداشت و نام خدائے تعالیٰ بر زبان راند چوں بکنار آب رفت گفت یا بدوح و قدح را در آب نہاد بفرمان الٰہی تمام آب حوض در قدح شادی در آمد گویا کہ در حوض آب نبود شادی قدح را برداشت بخدمت خواجہ بایستاد۔"(۱)

بعض سوانح نگاروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب جوگی اجے پال اپنے حواریوں کو لے کر غلط ارادہ سے حضرت خواجہ کی خدمت میں آیا تو آتے ہی خواجہ صاحب کو اس کے ناپاک ارادہ کی خبر ہو گئی انہوں نے مشورتاً حضرت سیدنا عبدالوہاب جیلانی فرزند غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ ان کفار کے حق میں ہم لوگوں کو کیا کرنا چاہیے تو آپ نے فرمایا:

"اے آفتاب ہند حال کافراں بوقت صبح باید دید کہ از پردۂ غیب چہ ظہور آید الغرض بعد از نماز تہجد قطب الہند حضرت سیدنا عبدالوہاب قدس سرہ دہن ابریق کشادہ کردہ فرمود کہ اے ابریق حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آں آب کہ گرداگرد اجمیر باشد اندرون خود بگیر، گویند کہ از عنایت الٰہی ہمہ تالاب ہا و چاہ ہا وغیرہ اندرون ابریق مذکور پنہاں و نابود گردید۔"(۲)

(اے ہندوستان کے آفتاب خواجہ اجمیر! کافروں کا حال صبح دیکھنے کے قابل ہو گا۔ بوقت صبح نماز تہجد سے فارغ ہونے کے بعد قطب الہند سیدنا عبدالوہاب نے وہ ابریق (پانی کا لوٹا) جسے سیدنا غوث پاک نے

۱۔ رسالہ حضرت خواجہ معین الدین ص ۲۷

۲۔ میر [illegible]

آپ کو دیا تھا اس کا منہ کھول کر فرمایا کہ اے ابریق اجمیر اور اس کے
اطراف و نواحی کے تمام پانی اپنے اندر سمیٹ لے۔ کہا جاتا ہے کہ
عنایت الٰہی سے تمام پانی ابریق میں سمٹ آیا)

پیالے یا ابریق میں حوض انا ساگر یا پورے شہر اجمیر کا پانی سمٹ آنے کا واقعہ
کہیں خواجہ کے حکم اور کہیں حضرت خواجہ کی سرپرستی میں پیش آیا ان دونوں واقعات
سے کہیں ثابت یہ نہیں ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب نے خود پیالہ انا ساگر حوض میں ڈالا
ہو اور جب نکالا ہو تو پورے حوض کا پانی پیالے میں سمٹ آیا ہو۔ لیکن موخر الذکر
واقعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ پہلے واقعہ سے قدرے مختلف ہے جو سادی دیو
کے ذریعہ وجود میں آیا تھا کیونکہ پہلے واقعہ میں صرف حوض انا ساگر کا تمام پانی سمٹنے کا
ذکر ہے جب کہ دوسرے واقعہ میں حوض ہی نہیں بلکہ شہر اجمیر کے تمام کنوئیں،
تالاب اور نل کا پانی سمٹ آنے کی بات کہی گئی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے یہ دونوں
دو واقعہ ہے جو خواجہ صاحب کی سرپرستی میں مختلف اوقات میں پیش آیا ہے۔ بہر حال
جب صبح ہوئی تو شہر اجمیر میں پانی حاصل کرنے کے جتنے ذرائع تھے سب خشک ہو چکے
تھے صبح گاہی ضروریات سے فراغت حاصل کرنے کے سلسلے میں باشندگان شہر اجمیر
و جن مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ ناقابل بیان ہے شہر کے تمام باشندے
ناساگر پر بنے مندروں میں اپنے خود ساختہ خداؤں کے سامنے حاضر ہو کر کہنے لگے
اے ہمارے خدا کہاں فرار ہو گئے ہو ہمارے لئے پانی کا بندوبست کیجئے جب وہاں ان کی
ریاد نہ سنی گئی اور ان کی مانگ پوری نہ ہوئی تو سب روتے گڑگڑاتے جوگی اجے پال کے
اس پہنچے اور اس سے کہنے لگے اے پیر مغاں ہماری کشتی دریا میں غرق ہو چکی ہے اس
کے نکالنے کا کوئی بندوبست کیجئے۔ جب وہاں بھی درپیش مسائل حل ہوتے نظر نہ
ئے تو سب کے سب راجہ رائے پتھورا کے پاس گئے اور کہنے لگے:

"آپ کو خبر نہیں کہ خواجہ معین الدین (قدس سرہ) کے ہمراہ ایک
اللہ کے ولی آئے ہیں ضروری ہے کہ آپ ان کی خدمت میں حاضری

دیں اور عجز و انکساری کے ساتھ اپنی خطاؤں کے معاف کرنے اور تمام شہر اجمیر کا پانی چھوڑنے کی درخواست کریں جب اس طرح عجز و انکساری کے ساتھ راجہ اور اس کے خدام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی خطاؤں کی معافی مانگی تو آپ نے ابریق کو پانی چھوڑنے کا حکم دیا پھر دیکھتے ہی دیکھتے شہر اجمیر کے تمام کنویں اور تالاب پانی سے بھر گئے۔"(۱)

سادی دیو کون تھا؟

سطور بالا میں جس سادی دیو کا ذکر آیا ہے اس کے بارے میں سوانح نگاروں کا اختلاف ہے۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ وہ خود دیو تھا جس کی پوجا کی جاتی تھی اور بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ دیو نہیں بلکہ وہ دیو کا پجاری تھا۔ وہ دیو تھا کہ دیو کا پجاری اس میں اختلاف ہو سکتا ہے لیکن اس کا نام تمام سوانح نگاروں نے سادی دیو اور بعض نے رام دیو ہی لکھا ہے اور اس کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ صاحب "عین القلوب العارفین" نے ان لفظوں میں لکھا ہے مصنف کے بیان کا خلاصہ ذیل میں دیا جا رہا ہے۔

> جب حضرت سیدنا عبدالوہاب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابریق کو پانی چھوڑنے کا حکم دیا اور اس نے پانی چھوڑ دیا تو دوسرے دن راجہ رائے پتھورا اپنے چند سپہ سالاروں کے ہمراہ اس بت خانہ کے دروازہ پر پہنچا جسے لوگ سادی کہتے تھے۔ اس کے قدموں میں راجہ اپنا سر ڈال کر کہنے لگا اے پناہ بے کساں اور حامی درمنداں چند درویش آئے ہوئے ہیں اور شرارت کر رہے ہیں۔ انہیں یہاں سے چلتا کیجئے پھر راجہ وہاں سے چلا گیا اور اس کے حمایتی اس بت کی خدمت میں رہ گئے۔ راجہ کے جانے کے بعد ان لوگوں نے اس بت کو عرق گلاب سے نہلایا عمدہ لباس پہنایا پھر اسے خوش کرنے کے لئے اس کے سامنے رقص و

۱۔ عین القلوب العارفین ص ۱۳

سرود کی محفلیں منعقد کیں جب اس گانے بجانے کی آواز حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب علیہ الرحمہ کے کانوں میں پہنچی تو آپ خواجہ صاحب کی اجازت سے اس بت خانہ میں تشریف لے گئے اور رقص و سرود سے مدہوش پرستاروں سے اس بت کا نام دریافت کیا تو جواب ملا کہ یہ ہمارا خدا ہم پر بڑا ہی مہربان اور مشکل کشا ہے اس کا نام سادی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تمہارے خدا سادی نے کبھی تم سے بات کی ہے؟ تو جواب میں ان عقیدت مندوں نے کہا:

"بنیاد ایں از سنگ خارا است و سنگ بہ کسے سخن نہ تواند کرد

یہ سنگ خارا کا بنا ہوا ہے اور پتھر کسی سے بات نہیں کر سکتے۔"

یہ سننے کے بعد آپ سادی دیو سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔

اے سادی

سادی نے کہا

لبیک یا ھادی بخدمت حضرت حاضرم

پھر سیدنا عبدالوہاب نے فرمایا۔

زود تر ابریق را از آب پُر کردہ بیار تا وضو سازیم

جلدی سے لوٹا پانی سے بھر کر لائیے تا کہ وضو بنائیں۔"(۱)

بقول مصنف کتاب اس دیو میں حرکت پیدا ہوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، لوٹا لیا اور پانی بھر کر آپ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے وضو کیا اور نماز ادا کی۔ اس بت خانہ کے پجاریوں نے جب یہ منظر دیکھا تو سب آپ کے قدموں میں گر پڑے اور کلمۂ طیبہ لا اله الا الله محمد رسول الله پڑھ کر داخل اسلام ہو گئے۔ صاحب "سیر الاقطاب" نے کچھ حذف و اضافہ کے ساتھ اس واقعہ کو خواجہ صاحب کی طرف منسوب کیا ہے۔ صاحب خزینۃ الاصفیاء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ جب

۱۔ عین القلوب العارفین ص ۱۳، ۱۴، ۱۵

اہل اجمیر پریشان ہو گئے اور تشنگی کے سبب مرنے لگے تو اجے پال جوگی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔

"مخلوق خدا از عذاب تشنگی می میرند و شا خود را فقیر می گوئید و فقیر رحیم وکریم می باشد مقتضائے دریادلی آنست کہ آب بندگان خدا بدہید۔"

(مخلوق تشنگی کی عذاب سے مر رہی ہے تم اپنے آپ کو فقیر کہہ رہے ہو فقیر بڑے رحیم وکریم ہوتے ہیں دریادلی کا تقاضہ یہی ہے مخلوق خدا کو پانی سے سیراب کیجئے۔)

حضرت خواجہ نے اجے پال جوگی کی اس گزارش کے بعد سادی دیو سے فرمایا:

"قدح آب کہ از تالاب آوردہ باز در آنجا بیند از چوں انداخت از زمیں بجوشید و تالاب لبالب شد۔"(۱)

(پانی سے بھرا ہوا پیالہ جو حوض سے لائے ہو اسی حوض میں ڈال آیئے جب وہ پیالہ حوض میں ڈالا گیا فوراً ہی زمین جوش میں آئی اور سارا تالاب پانی سے لبریز ہو گیا۔)

جوگی اجے پال کی سرکوبی

ان تمام واقعات کا مشاہدہ کرنے کے بعد جوگی اجے پال کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور خواجہ صاحب کو نیست و نابود کرنے کے تمام جتن کر ڈالے مگر "مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ"

شکار کرنے کو آئے شکار ہو کے چلے

جوگی اجے پال نے آپ کو پریشان کرنے کی ہزار ہا تدبیریں اختیار کیں پہاڑ سے سانپوں کو بلوایا مگر وہ سانپ خواجہ صاحب کو ڈسنے کے لئے جیسے ہی آگے بڑھتے تو خط کشیدہ دائرہ تک پہنچتے ہی عاجز و درماندہ ہو جاتے ایسا لگتا کہ سب بے جان ہو گئے ہیں

۱۔ خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۲۷۱

خواجہ صاحب سانپوں کی یہ حالت زار دیکھ کر اپنے احباب سے فرماتے:

"ایں مارہا گرفتہ بجانب کوہ اندازید ماراں گرفتہ بجانب کوہسار انداختند"(۱)

(ان سانپوں کو پہاڑ کی جانب پھینک دو آپ کے احباب نے سانپوں کو پکڑا اور پہاڑ کی جانب پھینک دیا)

لوگوں کا بیان ہے کہ وہ سانپ جہاں گرتے سرسبز و شاداب درخت بن جاتے انہیں میں سے ایک درخت اب بھی ہے جس کا نام "چتراول" ہے۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید کی اصل عبارت یہ ہے۔

"آوردہ اند کہ آں مارہا ہر جا کہ افتادی آنجا درختے شدی و سبز گردیدی تاکنوں نام آں درخت چتراول می گویند۔"(۲)

جب سانپوں کے ذریعہ اجے پال جوگی کو مقصد میں کامیابی نہ ملی تو اس نے آسمان سے آگ کی بارش کا کرشمہ دکھایا اس قدر آگ کی بارش ہوئی کہ مفتی غلام سرور لاہوری کے بقول اکثر درخت اس آگ کی چنگاری سے جل کر خاکستر ہو گئے مگر خدا کا شکر یہ کہ جس دائرہ کے اندر خواجہ صاحب اور ان کے رفقائے سفر تھے اس میں آگ کی کوئی چنگاری نہ پہنچی اور سب لوگ اللہ تعالیٰ کے حفظ و امان میں رہے۔ جب جوگی اجے پال کا یہ داؤ بھی بیکار گیا تو اس نے متکبرانہ لہجے میں کہا کہ ابھی تو آپ نے میری ساحرانہ طاقت کا ایک پہلو دیکھا ہے جس قدر جلا ممکن ہو یہاں سے اٹھیے اور جائیے نہیں تو اسی وقت میں آسمان پر جا کر اتنے مصائب آپ کے سر پر برساؤں گا کہ آپ اس کی روک تھام نہ کر سکیں گے اور عاجز و درماندہ ہو جائیں گے۔ خواجہ صاحب یہ سن کر اپنے ساتھیوں سے فرمانے لگے کہ دیکھو کس قدر یہ مجھے دھمکی دیتا ہے اور اپنی تعریف کرتا ہے پھر آپ اجے پال سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔

۱۔ رسالہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی ص ۴۴

۲۔ رسالہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی ص ۵۸

تو کار زمیں را نکو ساختی　　　که باآسماں نیز پرداختی

(زمین پر رہ کر تو تم کچھ نہ کر سکے تو آسمان پر جاکر کیا کر لو گے)

جوگی اجے پال کی سرکوبی۔اور نعلین مبارک

جوگی اجے پال آپ کی زبان مبارک سے یہ جملہ سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ پھر مارے غصہ کے ہرن کی کھال پر سوار ہو کر فضاؤں میں اڑ گیا اور عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ جب خواجہ صاحب نے اس کا یہ کرتب دیکھا تو اپنے نعلین مبارک پر ایک نگاہ ڈالی اور فرمایا:

"بروید وجے پال را بہ بدترین حال حاضر کنید پس ہر دو کفش در ہوا پریدند وجے پال را بدیں حال پر وبال کہ متواتر ضربہائے پاپوش بر سرش می زدند برزمین بروئے خواجہ آوردند۔"(۱)

(جاؤ اور اجے پال کو بدترین صورت میں میرے پاس لاؤ دونوں نعلین ہوا میں اڑ گئے اور اجے پال کی سرکوبی کرتے ہوئے خواجہ کی خدمت میں لے آئے۔)

ہندوستان تشریف لانے سے قبل خواجہ صاحب نے حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضری دی تھی اور فیوض وبرکات حاصل کئے تھے اور جب وہاں سے رخصت ہونے لگے تھے تو نشانی کے طور پر دیگر تبرکات میں سیدنا غوث پاک علیہ الرحمۃ والرضوان نے آپ کو اپنی کھڑاؤں بھی دی تھی جس کا ذکر بعض سوانح نگاروں نے کیا ہے، بعض نے نہیں۔ جن سوانح نگاروں نے اس کا ذکر کیا ہے ان کا بیان ہے اجے پال جوگی کی سرکوبی کے لئے خواجہ صاحب نے جس کفش کو حکم دیا تھا وہ سیدنا غوث الثقلین علیہ الرحمۃ والرضوان کی کھڑاؤں تھی اس حقیقت کا

۱۔ خزینۃ الاصفیاء، جلد اص ۲۶۲

انکشاف صاحب عین القلوب العارفین نے ان لفظوں میں کیا ہے۔

پس آں خواجۂ خواجگاں قدس سرہ قبقاب خود راکہ حضرت غوث الثقلین بوقت رخصت عنایت کردہ بود گفت اے قبقاب زدہ بر سر آں منکر دیں متین رسیدہ بزدو کوب نزد ما درآر"(۱)

(پس خواجۂ خواجگان نے اپنی اس کھڑاؤں کو دیا جسے غوث پاک علیہ الرحمۃ والرضوان نے رخصت کے وقت آپ کو دیا تھا کہ جا اور اس دشمن دین کی سرکوبی کرتے ہوئے میرے پاس لا۔)

وہ قبقاب یا کفش غوث پاک حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کا عطیہ تھا یا حضرت سیدنا شیخ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ والرضوان کا ذاتی تھا۔ اس میں تو اختلاف ہو سکتا ہے لیکن اس کفش کی کارکردگی پر تمام مورخین اور سوانح نگاروں کا اتفاق ہے۔ اس کفش نے اجے پال جوگی کی جو درگت بنائی اس سے اس کو دن میں تارے نظر آنے لگے وہ اپنی تمام ساحرانہ کرتب بھول گیا اس زد و کوب کا ذکر سیر الاقطاب میں ان الفاظ میں موجود ہے۔

"کفش بر ہوامی رفت تا بہ سر اجے پال رسید گاہ بر سر و گاہ بر روئے او طراق طراق زدہ اورا فرود آورد۔"(۲)

(کفش فضا میں پہنچ کر اجے پال کے کبھی سر اور کبھی چہرے پر تڑاخ تڑاخ مارتے ہوئے نیچے لایا)

جوگی اجے پال کی پٹائی فضا میں خود جوتوں نے کی تھی یا کسی ہاتھ نے ان جوتوں کے ذریعہ سے اسے زدوکوب کیا تھا اس سلسلے میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جب خواجہ صاحب نے اس کام کے لئے اپنے کفش مبارک کو حکم دیا تو آپ کے کسی مرید نے اس کام کے لئے ان جوتوں کو فضا میں پھینکا فضا میں پھینکتے ہی غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوا جس نے ان جوتوں کو ہاتھ میں لے کر اجے پال کی سرکوبی کی۔ فقر و نقد

۱۔ عین القلوب العارفین ص ۱۷

۲۔ سیر الاقطاب ص ۱۳۰

اسلام آباد میں ہے:

"لوگوں کا بیان ہے کہ جب جوتوں کو آسمان کی طرف پھینکا تو غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوا اس ہاتھ نے جس طرح اجے پال جوگی کی درگت بنا کر زمین پر اتارا وہ بیان سے باہر ہے۔ اس نے مارے شرم و ندامت سے پھر اپنا سر اونچا نہ کیا اور زمین پر اترتے ہی خواجہ کے قدموں سے لپٹ گیا اور گریہ وزاری کرنے لگا۔ عقیدت و ارادت کے آنسو آنکھوں سے ساون بھادوں کا سماں پیش کر رہے تھے۔ جب خواجہ صاحب نے اس کی یہ حالت دیکھی تو اسی پیالے سے ایک گھونٹ پانی پینے کو کہا، جو شادی دیو حوض سے بھر کر لایا تھا اور پورے حوض کا پانی جس میں سمٹ آیا تھا۔"(۱)

جوگی اجے پال اور قبول اسلام

اجے پال جوگی نے جیسے ہی فرط عقیدت میں پانی کا گھونٹ حلق سے اتارا تو اس کے دل کی دنیا بدل گئی اور پھر جو کچھ ہوا اس کا ذکر صاحب رسالہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے ان لفظوں میں کیا ہے:

بجز د خوردن آں آب ہر شرک وضلالت کہ از فعل کفر در سینہ او بود پاک شد"(۲)

(پانی کا ایک گھونٹ پیتے ہی اس کا سینہ کفر و ضلالت اور شرک و گمرہی کی غلاظتوں سے پاک و صاف ہو گیا)

پھر خواجہ صاحب نے اجے پال جوگی سے فرمایا کہ کیا دل میں اور کوئی خواہش ہے تو اس نے بڑے ہی نیاز مندانہ انداز میں کہا:

۱۔ فکر و نظر، اسلام آباد، پاکستان، ص۵۹ جولائی ۱۹۹۵ء

۲۔ رسالہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی ص۹

"اے محرم اسرار راز الٰہی سچا راستہ یہی ہے جس پر آپ گامزن ہیں آپ کا دین برحق ہے میں دل وجان سے آپ کا دین قبول کرتا ہوں لیکن میرے دل میں ایک آرزو ہے اگر حکم ہو تو عرض کروں۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا تمہارے دل میں جو بھی آرزو ہے بلا جھجک بیان کرو۔"

اجے پال جوگی نے کہا میں جانتا ہوں کہ درویش اور طالبان حق و صداقت زہد و ریاضت کے ذریعہ کس منصب تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔

جس وقت تم سچے دل سے خدا اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آؤ گے معلوم ہو جائے گا۔

اتنا سنتے ہی جوگی اجے پال کھڑا ہوا اور کہنے لگا مجھے جس قدر جلد ممکن ہو ایمان کی تلقین کیجئے۔

حضرت خواجہ نے اپنے خادم خاص محمد فخر الدین سے فرمایا:

اے فخر الدین یہ جوگی جو ایمان لانا چاہتا ہے اسے شرائط ایمان کی تلقین کیجئے یہ فرمانے کے بعد خواجہ صاحب حالت مراقبہ میں چلے گئے اس استغراقی کیفیت میں جب خواجہ کی نظر جوگی پر پڑی تو اس کے دل کی دنیا ہی بدل گئی۔ اس نظر کیمیا کا اثر یہ ہوا کہ اجے پال جوگی کی ظاہری دنیا نگاہوں سے اوجھل ہو گئی اور وہ عالم بالا کی سیر کرنے لگا اس دوران جن عجائبات کا مشاہدہ اس نے اپنے ماتھے کی نگاہوں سے کیا وہ بیان سے باہر ہے۔ اس نے اپنی نگاہوں سے اس مقام کو دیکھ لیا جہاں ایک طالب صادق زہد و ریاضت کے ذریعہ پہنچتا ہے جب اس کی یہ خواہش پوری ہو گئی تو اس نے اپنی ایک اور خواہش کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اے حضرت خواجہ می خواہم کہ تا قیامت زندہ باشم در حق من دعا بکن۔"(۱)

۱۔ رسالہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی ص ۲۶

(اے خواجہ میں قیامت تک زندہ رہنا چاہتا ہوں آپ میرے حق میں دعا کیجئے۔)

جوگی اجے پال کی اس خواہش پر خواجہ صاحب کو تھوڑی دیر کے لئے تامل ہوا مگر فوراً ندائے غیبی سنائی دی کہ اے خواجہ آپ اس جوگی کے حق میں دعا فرمائیں۔ اس جوگی سے متعلق آپ کی تمام دعائیں قبول ہوں گی۔ پھر خواجہ صاحب نے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد جوگی کے لئے درازیٔ عمر کی دعا فرمائی خواجہ صاحب کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی دعا بابِ اجابت سے ٹکرائی اور جوگی کے حق میں دعا قبول ہو گئی۔ آپ نے فرمایا اے جوگی!

"تاقیامت تو زندہ خواہی ماند۔"(۱) (تو قیامت تک زندہ رہے گا۔)

آپ نے اس جوگی کا نام اجے پال سے بدل کر عبداللہ بیابانی رکھا۔ اسی نام سے وہ قیامت تک زندہ رہیں گے اور گم گشتگان راہ کو منزل مقصود کا پتا بتائیں گے۔ اجمیر کی پہاڑیوں میں روپوش ہیں۔ ایک بار کسی لکڑہارے سے ملاقات بھی ہوئی ہے۔ ایک روایت کے مطابق ہر جمعرات کو عبداللہ بیابانی خواجہ صاحب کی بارگاہ میں حاضری بھی دیتے ہیں مگر انہیں کوئی پہچان نہیں پاتا۔

جوگی اجے پال جو اپنے حواریوں کے ساتھ خواجہ صاحب کو شکار کرنے آیا تھا خود ہی شکار ہو گیا۔ کہاں وہ آپ کو شہر اجمیر سے بھگانے کے لئے آیا تھا۔ اس سلسلے میں اس نے اپنی ساری توانائی خرچ کر دی تھی مگر جس کو خدا رکھے اسے کون چکھے۔ کہیں جانا تو درکنار خود اجے پال (عبداللہ بیابانی) ہی شہر اجمیر میں آپ کی مستقل سکونت کے لئے درخواست کرنے لگا اور یہ کہنے لگا کہ شہر اجمیر میں آپ کے مستقل قیام سے بندگان خدا زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں گے۔ حضرت خواجہ نے جگہ کے تعین کے لئے اپنے خادم خاص محمد فخر الدین کو شہر بھیجا انہوں نے آپ کی مستقل سکونت کے لئے اسی جگہ کا انتخاب کیا جہاں سادی دیو کی پرستش ہوتی تھی آج اسی

ا۔ رسالہ حضر[illegible]

مقام پر آپ کا مزار پُر انوار ہے، جس کا گنبد پوری دنیا کے کروڑوں مسلمانوں کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہے۔ اسی مزار مقدس کے بیگمی دالان کے گوشہ شمال و مشرق میں آپ کے خادم خاص حضرت محمد فخر الدین کی قبر اطہر بھی ہے مفتی انتظام اللہ شہابی اس تعلق سے رقمطراز ہیں:

"حضرت فخر الدین مرید حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بیگمی دالان کے گوشہ شمال و مشرق میں ہے اسی طرف آپ کی زوجہ کی قبر ہے آپ کے دو بیٹے حضرت مسعود و حضرت اسماعیل تھے خدام درگاہ جن کی اولاد میں سے ہیں۔"(۱)

حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب علیہ الرحمۃ والرضوان چونکہ خواجہ اجمیر حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ والرضوان کے ہمراہ تھے اس لئے اشاعت دین حق کے سلسلے میں آپ ان کے شانہ بشانہ رہے۔ اس سلسلے میں جو کٹھنائیاں اور دشواریاں ان حضرات کو لاحق ہوئیں اس کا ذکر اکثر سوانح نگاروں نے اپنی تصنیف میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ شہر اجمیر جہاں مندروں کی کثرت تھی ناقوس کی صداؤں سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ بت پرستوں اور دشمنان اسلام سے شہر پٹا پڑا تھا لیکن آپ حضرات کے وہاں قدم رنجہ فرماتے ہی جو انقلاب برپا ہوا اس کا نقشہ خلاصۃ الامور کے مصنف سید احمد علی نے ان لفظوں میں کھینچا ہے۔

چوں آں شاہ در بند کردہ نزول | ہمہ بندہ ایماں نمودہ قبول
در اجمیر چوں ہر دو شاہاں رسید | ہماں وقت اسلام گشتہ پدید
در آں شہر جملہ مسلماں شدند | صنم باصنم خانہ ویراں شدند(۱)

چلہ بڑے پیر صاحب اجمیر کی تحقیق

حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب نے اسی موقع سے اجمیر کی پہاڑی پر

۱۔ ماہتاب اجمیر ص ۱۲۰
۲۔ خلاصۃ الامور (قلمی) ص ۴

ایک چلہ بھی فرمایا وہ چلہ گاہ تاراگڑھ پہاڑ کے نیچے دامن میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے جہالرہ کے اوپر ہے لیکن تاریخی غلطی کی بنیاد پر ایک دوسری جگہ چلہ پیران پیر کے نام سے مشہور ہوگئی۔ یہ طے ہے کہ جب بانی سلسلہ قادریہ حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ ہندوستان نہیں آئے تو ان کے چلہ فرمانے کا کوئی مطلب نہیں ہوتا ہے ممکن ہے یہ چلہ آپ کے فرزند حضرت سیدنا عبدالوہاب جیلانی کا ہو اور عظمت واجلال کے سبب والد ماجد کی طرف منسوب ہوگیا ہو۔ صاحب عین القلوب العارفین لکھتے ہیں:

"جناب حضرت سیدنا عبدالوہاب قدس سرہ چہل روز بالائے کوہ اجمیر چلہ کشید ند تاالحال مردماں زوار برائے زیارت آں زاویہ می روندو آں را چلہ پیران پیر می گویند غلط می گویند بلکہ چلہ مذکور حضرت سید عبدالوہاب قدس سرہ است کہ بالائے جہالرہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ واقع است۔"(۱)

تاراگڑھ شہر اجمیر کا مشہور پہاڑ ہے اس پر ایک قلعہ تھا جسے راجہ آجاتے اپنے بیٹے تارا کی زیر نگرانی ۶۱۴ھ میں بنوایا تھا اسی لئے اس کا نام تاراگڑھ رکھا گیا اس کی بلندی ساڑھے چار کوس جاتی ہے۔(۲) اس پہاڑ کے دامن میں جو پیران پیر کا چلہ ہے اس کا ذکر مولوی نجم الغنی خاں نے ان لفظوں میں کیا ہے جس میں اس چلہ کی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"تاراگڑھ کے نیچے پہاڑ کے دامن پر ایک مقام چلہ پیر دستگیر مشہور ہے اصل میں یہ قلعہ کے برج کا مورچہ تھا روایت ہے کہ فقیر سونڈا نامی کوئی شخص اکبر کے عہد سے پیشتر خواجہ صاحب کی زیارت کو اجمیر میں آیا تھا اور اپنے ساتھ بغداد کے پیران پیر کی قبر سے ایک اینٹ لایا تھا اپنی حیات میں لوگوں کو اس کی زیارت کرایا کرتا تھا اور آخری وقت

۱۔ عین القلوب العارفین ص ۲۰

۲۔ سیر و سفر ص ۲۴۳

وصیت کر گیا کہ اس اینٹ کو بھی میری قبر میں دفن کر دینا، چونکہ فقیر سونڈا برج میں رہا کرتا تھا لوگوں نے اس کو اور اینٹ کو بھی اسی قبر میں دفن کر دیا جب سے قبر کی زیارت ہونے لگی۔"(۱)

مفتی انتظام اللہ شہابی نے ماہتاب اجمیر میں اینٹ دفن ہونے کا ذکر تو ضرور کیا ہے مگر فقیر سونڈا کی قبر کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ ایک سید کا مزار ہے لکھتے ہیں:

"یہاں حضرت پیران پیر کے مزار کی ایک اینٹ دفن ہے پاس ہی ایک سید کا مزار ہے۔ صحن دالان مسجد دیکھنے کے قابل ہے۔"(۲)

قطب الہند کی ناگور کی طرف روانگی

حضرت سیدنا عبدالوہاب جیلانی اپنی اہلیہ حضرت عائشہ اور اپنے خادم مظفر کے ہمراہ حضرت خواجہ اجمیر کی معیت میں چھ ماہ رہے۔ پھر خواجہ صاحب کی بارگاہ سے وداع ہو کر والد ماجد کی وصیت کے مطابق گوشۂ عراق کی جانب چلے اور سیر و سیاحت کرتے ہوئے شام کے وقت میڑتہ جنگل میں پہنچے اس دور میں وہاں جنگل ہی جنگل تھا نہ تو میڑتہ سٹی کا وجود تھا اور نہ ہی میڑتہ روڈ کا۔ اسی جنگل میں آپ نے چالیس یوم کا چلہ فرمایا آج بھی میڑتہ سٹی میں آپ کی یادگار اور آپ کی اولاد کی زیارت گاہیں ہیں۔ جہاں ارباب عقیدت حاضری دے کر فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔ میڑتہ سٹی میں چالیس یوم کا چلہ فرمانے کے بعد آپ سوالکھ جنگل کی طرف متوجہ ہوئے یہ جنگل وہیں تھا جہاں آج شہر ناگور آباد ہے۔ شہر اجمیر سے آپ سوالکھ جنگل کس طرح پہنچے اس کا ذکر صاحب جواہر الاعمال نے ان الفاظ میں کیا ہے:

پس از ماہ شش آں ہمایوں آثار ز اجمیر گردید در مارواڑ
دراں ملک یک بیشہ عام بود معرّف سوالکھ در انام بود

۱۔ کارنامۂ راجپوتانہ ص ۵۶۳

۲۔ ماہتاب اجمیر ص ۱۳۹

دراں بیشہ یک دیر شد نامور | زجائے بُر بود آں کان شر
زبہر پرستیدن کافراں | ہمہ آمدندے بصد صدق جاں (۱)

صاحب جواہر الاعمال نے جس سوالکھ جنگل کا ذکر کیا ہے وہ بہت بڑا تھا ہر قسم کے درندے اور وحشی جانور اس میں موجود تھے۔ اسی جنگل میں ایک خوبصورت دیدہ زیب مندر بھی تھا جس کی زیارت کے لئے دور دور سے اہل عقیدت آتے تھے۔ اس مندر کی تعمیر پر اس زمانے میں راؤانا اور رائے پھورا نے تین لاکھ روپے خرچ کئے تھے۔ زیب و زینت اور حسن و زیبائش کے اعتبار سے وہ مندر اپنی مثال آپ تھا۔ اسی جنگل میں کسی زمانہ میں ہندو عقیدت کے مطابق پانچ پانڈوؤں نے بھی پرستش کی تھی اور جپ و تپ میں اپنی زندگی کا گرانمایہ حصہ صرف کیا تھا۔ راجہ رائے پھورا کی لڑکی سال میں دو بار پورے شاہی اعزاز کے ساتھ سیر و شکار اور مندر میں عبادت و پرستش کی غرض سے آتی تھی اس مندر میں دو بڑے بڑے بت تھے ایک عورت کی شکل کا جس کا نام "دیبی" اور دوسرا مرد کی شکل کا جس کا نام "مہادیو" تھا۔ اس مندر میں پرستش کی غرض سے جب بھی راجہ رائے پھورا کی لڑکی آتی تو اس کے ہمراہ نو سو سوار اور ہزاروں پیادے ہوتے۔ اس مندر اور راجہ کی لڑکی کی آمد کا ذکر خلاصۃ الامور میں ان الفاظ میں موجود ہے:

دراں دیر دو بت بود بے مثال | یکے مثل زن بود دیگر رجال
یکے نام دیبی بود سیم رنگ | دگر بود اسود مہا دیو سنگ
پرستادن بہر دیوی رجیم | بدہ دختر رائے آنجا مقیم
نہ صد سوار و پیادہ ہزار | برائے پرستش نمودہ قرار
زاجمیر چوں شاہ بر آمدند | بہ نزد ہماں دیر در آمدند (۲)

۱۔ جواہر الاعمال ص ۵۰۶

۲۔ خلاصۃ الامور ص

قطب الہند کا سوالکھ جنگل میں قیام اور اشاعت اسلام

جب میرٹھ سٹی سے حضرت سیدنا عبدالوہاب چل کر سوالکھ جنگل میں پہنچے تو حسن اتفاق دیکھئے کہ اسی مقام پر آپ کا عصاز مین پکڑ کے کھڑا ہو گیا جہاں مندر تھا۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ جب آپ بغداد سے روانہ ہوئے تھے تو تبرکات میں آپ کے والد ماجد غوث پاک علیہ الرحمۃ والرضوان نے آپ کو اپنا عصا بھی دیا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ خواجہ صاحب سے رخصت حاصل کرنے کے بعد جب آپ گوشۂ عراق کی جانب چلیں گے تو چالیس کوس کی مسافت طے کرنے کے بعد جہاں یہ عصاز مین پکڑ کر کھڑا ہو جائے گا وہی آپ کا جائے قیام ہوگا۔ اسی مقام پر ٹھہر جائیے گا اور سکونت اختیار کر لیجئے گا۔ والد ماجد کی وصیت کے مطابق آپ نے اسی مندر کے قریب ایک سایہ دار درخت کے نیچے پڑاؤ ڈال دیا۔ دو رکعت نماز پڑھی اور سجدۂ شکر ادا کیا۔ پھر وہیں مستقل طور پر رہنے لگے روز و شب کے لمحات کبھی درخت کے نیچے اور کبھی مندر میں گزارتے مجاہدہ۔ مراقبہ اور عبادت و ریاضت میں راتیں بسر ہوتیں درختوں کے پھل سے روزہ افطار فرماتے جس شجر سایہ دار کے نیچے آپ نے قیام کیا تھا۔ وہ درخت آج بھی ناگور میں آستانہ حضرت سیدنا عبدالوہاب جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے پاس محفوظ ہے۔ اس درخت کا نام کسی کو معلوم نہیں مگر وہاں کے پرانے لوگوں سے اتنا ضرور سنا گیا ہے کہ یہ درخت کئی بار حوادث زمانہ کا شکار ہوا۔ اسے آگ بھی لگی اور ایسا لگ رہا تھا کہ اب اس کا وجود نابود ہو جائے گا مگر کچھ دنوں کے بعد وہ درخت پھر سرسبز و شاداب ہو گیا۔ کتاب کے شروع صفحات میں اس درخت کی عکسی تصویر موجود ہے۔ اس درخت کے نیچے آپ کو قیام کئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ معمول کے مطابق رائے پتھورا کی شاہزادی جس کا نام سوانح نگاروں نے راج کنور لکھا ہے، شاہی اعزاز کے ساتھ اس جنگل میں سیر و شکار کی غرض سے آئی اس وقت اس کے

ہمراہ نو سو سوار اور ایک ہزار پیادے تھے۔ جب اس کا لشکر سیر و شکار کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچا جہاں آپ کی اہلیہ اور خادم مظفر مقیم تھے تو آپ لوگوں کو اس خوفناک جنگل میں دیکھ کر لشکریوں کی حیرانی کی کوئی انتہا نہ رہی اور جب وہی لشکری مندر میں پرستش کے لئے پہنچے تو دیکھا کہ ایک شخص پیکر حسن و جمال وہاں عبادت الٰہی میں مصروف ہے یہ دیکھ کر سب لوگ آپس میں سرگوشی کرنے لگے ان میں سے کسی ایک نے آپ کے خادم مظفر سے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو اور کہاں سے آئے ہو تو خادم مظفر نے جواب میں فرمایا:

"ہم لوگ خدا کے بندے ہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور غوث الثقلین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے ایما سے اشاعت دین اسلام کے مقصد سے ہندوستان آئے ہوئے ہیں اور جو ماہ پیکر شخصیت صحن بت خانہ میں عبادت حق تعالیٰ میں مصروف ہے وہ حضرت غوث الثقلین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے فرزند ارجمند ہیں۔"(۱)

خادم مظفر کا یہ جواب سنتے ہی وہ تمام لشکری دارالحاجات پہنچے جہاں وہ راج کنور ٹھہری ہوئی تھی اور اس سے سرگزشت بیان کی۔ لشکریوں کی زبان سے یہ تفصیل سنتے ہی وہ آگ بگولہ ہو گئی کیونکہ وہ اس باپ کی بیٹی تھی جو ہر روز کسی مسلم کا خون ناحق کے بعد ہی ناشتہ کیا کرتا تھا۔ فوراً اس نے آپ تمام حضرات کو مار ڈالنے کا حکم دے دیا۔ صاحب جواہر الاعمال لکھتے ہیں:

چوں بشنید آں دختر ماہ وش	بر آوردہ صد غصہ باہم نفس
بفرمود با حاجباں پس رو ید	بعجلت بے زود قتلش کنید
چوں آں صاحباں زو خطاب ایں شنید	بزودی سوئے دیر خانہ دوید
رسیدند چوں نزد آں شاہ پاک	فتادند حیراں و لرزاں بخاک

۱۔ مین القلوب ...

در آں وقت آں شاہ عبدالوہاب　　بر آمد زا جلال در پیچ و تاب (۱)

راج کنور کے لشکری تعمیل حکم کی خاطر جب حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب اوران کے ساتھیوں کا سر قلم کرنے کی نیت سے مندر کے پاس پہنچے تو آپ کے جمال جہاں آرا پر نظر پڑتے ہی دم بخود رہ گئے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ان کے پاؤں میں بیڑیاں پڑ گئی ہیں ہزار کوشش کے باوجود آگے نہیں بڑھا جا رہا ہے۔ جب وہ ہر طرح سے بے بس ہو گئے تو آپ نے خود ان سے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اور کہاں سے آئے ہو؟ اس سوال کا جواب دینے کی بھی ان لشکریوں میں سکت نہ رہی، زار و قطار رونے لگے اور کہنے لگے ہم راج کنور کے خدام ہیں اس نے ہمیں آپ کا سر قلم کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ اتنا سنتے ہی آپ بارگاہ قاضی الحاجات میں اپنے ہاتھ اٹھا کر یوں دعا گو ہوئے۔

"تو علیم مطلق و دانائے بر حق کہ ایں ضعیف تنہا دریں دیار رسیدہ و
دختر راجہ ایں جا بخونریزی ایں جانب قصد نمودہ است
سپردم بتومایۂ خویش را　　تو دانی حساب کم و بیش را"

(تو علیم مطلق اور دانائے حقیقی ہے یہ بندۂ ضعیف اس دیار میں اکیلا ہے۔ دختر راجہ میری خوں ریزی کا قصد کر چکی ہے ایسی صورت میں صرف تیرا ہی سہارا ہے)

کہا جاتا ہے کہ بارگاہ رب العزت میں استدعا کرتے ہی دفعتہً ایک طویل کالا ناگ نمودار ہوا اور راج کنور کے تمام لشکریوں کو گھیرے میں لے لیا مگر شیخ احمد علی کا خیال ہے جب آپ نے اپنا عصائے مبارک ایک پتھر پر مارا تھا تب وہ کالا ناگ نمودار ہوا تھا وہ فرماتے ہیں:

ازیں حال چوں شہ خبر یافتند　　عصائے خویشتن را بسنگے زدند
ازاں سنگ یک مارگشتہ پدید　　کسے ہمچناں اژدہائے ندید
بفرمودن شاہ آں تند مار　　بگرد سپاہ جملہ کردہ حصار" (۱)

۱۔ عین القلوب العارفین ص ۲۳

جب وہ سانپ نمودار ہوا تو وہ لشکری جو آپ کا سر قلم کرنے کی نیت سے گئے تھے، مارے ہیبت کے کانپنے لگے۔ عجز و نیاز مندی کے ساتھ آپ کی خدمت میں رہائی کی عرضی پیش کی مگر آپ نہ مانے اسی گفت و شنید اور عذر و معذرت میں صبح ہو گئی۔ راج کنور کو جب اپنے لشکریوں کے تیئں اس آفت ناگہانی کی اطلاع ملی تو اس نے تمام معاملات کا بڑی سنجیدگی سے جائزہ لیا اور بے ساختہ یہ کہا کہ یہ سب کچھ بے حکمت نہیں ایک فقیر کے دل کو ملال پہنچانے کے سبب ہم سب گرفتار بلا ہوئے ہیں۔ اب ان لوگوں کی رہائی کے سلسلے میں سوائے عجز و درماندگی کے کوئی چارہ نہیں۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو دختر راجہ نے اپنے دربانوں کا یہ پیغام آپ کی خدمت میں بھیجا:

"اے چارہ ساز بے چارگاں ہمیں اور ہمارے خدام کو اس بلا سے نجات دلوائیں میری آپ سے یہ عاجزانہ درخواست ہے۔
گر قبول افتد زہے عز و شرف

راج کنور کی اس نیاز مندانہ عرض داشت کا ذکر خلاصۃ الامور کے مصنف نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

ازیں حال مارا رہائی دہید زایماں مرا تاج شاہی دہید

راج کنور کی اس درخواست کو آپ نے شرف قبولیت بخشا اور سانپ کو حکم دیا کہ تو واپس چلا جا، آپ کا حکم ملتے ہی سانپ واپس چلا گیا۔ اس خانقاہ کے بعض ارباب عقیدت سے سنا گیا ہے کہ وہ سانپ تاہنوز زندہ ہے اور کبھی کبھی نمودار بھی ہوتا ہے۔ جن حضرات نے اس سانپ کو دیکھا ہے انہوں نے اس سانپ کا وصف ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

بگویند کہ آں مارا تا ایں زماں بزیر ہماں سنگ باشد نہاں
پس از ماہ رمضان در لیل عید ازاں سنگ آں مار آید پدید
ہر آنکس کہ آں مار را دیدہ است مصنف ازاں حال پرسیدہ است
سیہ رنگ مار ہست چشمش سپید سرش پھن بدارد ولرزد چو بید

شود روشنی چوں نماید عبور   توگوئی چراغ ہست یا چشم نور (۱)

حضرت سیدنا عبدالوہاب جیلانی کی باتوں کا راج کنور کے دل پر اس قدر گہرا اثر پڑا کہ وہ اپنے تمام سواروں اور پیادوں کے ہمراہ آپ کی خدمت میں انتہائی نیاز مندانہ انداز میں حاضر ہوگئی اور آپ کے دست مقدس پر سب نے بیک وقت اسلام قبول کرلیا۔ پھر آپ نے دختر راجہ کو اپنی زوجیت میں لے لیا اور قبول اسلام کے بعد "زینب" نام رکھا۔ صاحب جواہر الاعمال لکھتے ہیں:

"بعد صدق جملہ شریعت رسول   بیک بارگی دین کردہ قبول
و آں دختر رائے عصمت مآب   بعقد آں شہنشاہ شد کامیاب
در اسلام چوں طالع بخشش کشود   ملقب مسماۃ زینب نمود،، (۲)

اس عقد مناکحت کا ذکر صاحب محبوب المعانی نے بھی کیا ہے اور انہوں نے لکھا ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ بلقیس وقت یعنی راج کنور اپنے عہد کے سلیمان کی خلوت نشین ہوگئیں اس دختر راجہ کا نام زینب اور دوران سیاحت سوالکھ جنگل میں جس محل میں قیام پذیر ہوتی تھیں اس کا نام "دار الحاجات" رکھا گیا۔ مصنف کی اصل عبارت یہ ہے:

"آں دختر راجہ بطلوع اختر طالع ہمایوں بمناکحت ہمائے سعادت اوج علویت ولایت رواج از دواج یافت و آں بلقیس وقت انیس و جیس خلوت سلیمان عہد گردید ــــــ حضرت شاہ عبدالوہاب نام دختر راجہ را بی بی زینب نہادند نام آستانہ شریف بی بی زینب دار الحاجات مقرر کردند۔" (۳)

ناگور کی وجہ تسمیہ

دختر راجہ راج کنور کے کے ہمراہ جن لشکریوں نے اسلام قبول کیا تھا ان میں بارہ

۱۔ خلاصۃ الامور ص ۶
۲۔ جواہر الاعمال ص ۵۰۷
۳۔ محبوب المعانی ص ۵۳۹

ذات (برادری) کے لوگ تھے۔ راٹھور، بھاٹی، چوہان، گوڑ، پریہار، سیسودہ، کچھوایہ تور اور سینڈہل وغیرہ وغیرہ اگرچہ ان تمام برادری کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا مگر ان کا خاندان ابھی تک اسی نام سے مشہور ہے جس نام سے اسلام قبول کرنے سے پہلے متعارف تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی نے ان لوگوں سے فرمایا کہ اسی جگہ ایک شہر آباد کیا جائے اور چونکہ ناگ کے گھیرنے کے باعث تم لوگوں کے دلوں میں اسلام کی عظمت پیدا ہوئی اور تم سب دامن اسلام سے وابستہ ہوئے اس لئے اس شہر کا نام "ناگ گھیر" رکھا جائے۔ اگرچہ اس شہر ناگور کی وجہ تسمیہ کچھ اور بھی مورخین لکھتے ہیں لیکن اغلب اور قرین قیاس یہی ہے کہ آپ کے حکم سے ہی اس مار سیاہ (کالا ناگ) نے دختر راجہ راج کنور کی فوج کو گھیرے میں لے لیا تھا اور یہ ایک اہم واقعہ تھا اس لئے اسی کی مناسبت سے اس شہر کا نام "ناگ گھیر" رکھا گیا جو بعد میں کثرت استعمال سے "ناگور" ہو گیا۔ وجہ تسمیہ کے تعلق سے محبوب المعانی کے مصنف لکھتے ہیں:

"حضرت سلطان سید عبدالوہاب رضی اللہ عنہ اعلام فرمودند کہ دریں
جا شہر آباداں کنند و نام آں شہر ناگور نمایند زیرا کہ ناگ در زبان ہندی
مار سیاہ را گویند کہ حلقہ کردہ بود گرد آں لشکر در ہمانجا شہر آباداں گشتہ
بدیں معنی فرمودند کہ ناگور نام نام ایں مقرر دارند۔"(۱)

ناگور شہر کے نام رکھنے کی یہی توجیہ جواہر الاعمال کے مصنف نے بھی کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہاں ایک شہر بسایا گیا اور اس کا نام ناگور رکھا گیا چونکہ ہندی زبان میں مار سیاہ ناگ کو کہتے ہیں۔ اس لئے اس شہر کا نام ناگور رکھا گیا۔ مصنف کتاب لکھتے ہیں:

دراں جائے یک شہر آباد شد مسمی بناگور بنیاد شد
بہ ہندی کہ ناگ است چوں نام مار بدیں نام ناگور شد نام دار (۲)

۱۔ محبوب المعانی ص ۵۳۹
۲۔ جواہر الاعمال ص

بعض مصنفین نے لکھا ہے کہ ناگور، ناگ گھیر کی نہیں بلکہ ناگھور کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ پہلے نام ناگ گھیر رکھا گیا پھر ناگھور کہا جانے لگا۔ پھر یہی لفظ ثقالت کی بنیاد پر ناگور ہو گیا۔ یہ توجیہہ خلاصۃ الامور کے مصنف نے پیش کی ہے جو قریب الفہم ہے۔ فرماتے ہیں:

بفرمود شہ مار آرد حصار | چو گویند مردان ہندی دیار
ہماں نام ایں شہر باید نہاد | کہ تابعد مایاں بدارند یاد
بایں وجہ نامش چو ناگ گھیر شد | پس آبادیٔ جملہ ایں شہر شد
چوں ناگ گھیر گفتن ثقیل افتاد | بہ ناگور در قیل و قال افتاد (۱)

ناگور کے تعلق سے ایک دوسری توجیہہ بھی ملتی ہے جو درج بالا توجیہہ سے قدرے مختلف ہے۔ آئینہ اودھ کے مصنف نے لکھا ہے:

"ناگور شہر رائے پتھورا کا آباد کیا ہوا ہے راجہ رائے پتھورا کا وزیر میر آخور تھا۔ راجہ نے اسے حکم دیا کہ اس زمین پر گھوڑوں کا اصطبل ایسی جگہ بنایا جائے جہاں کی آب و ہوا گھوڑوں کی تندرستی کے لئے مناسب ہو۔ راجہ کے کہنے کے مطابق وزیر نے ایسی زمین تلاش شروع کر دی، آج جہاں ناگور آباد ہے وہاں پہنچے تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک مادہ بکری نے بچہ جنا ہے اور بھیڑیا اس پر حملے کر رہا ہے اور وہ بکری اپنے بچے کو اپنے پیچھے کر کے بھیڑیے کا مقابلہ کر رہی ہے۔ وزیر نے کہا کہ قوت نامیہ اس زمین کی مردانی ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ بکری ہو کر بھیڑیے پر حملہ کر رہی ہے۔ اراکین دولت کے باہم مشورہ سے طے ہوا کہ یہاں اصطبل بنایا جائے ان اراکین دولت نے وہاں ایک شہر آباد کیا اور اس کا نام "نواگر" رکھا۔ جب سلطان شہاب الدین رائے پتھورا پر حملہ میں کامیابی کے بعد اس شہر میں پہنچا اور اس شہر کا نام دریافت کیا تو بجائے "نواگر" کے ترکوں کی زبان پر ناگور جاری ہوا

۳۔ خلاصۃ الامور ص ۷

جب سے یہ شہر "نواگر" کے بجائے "ناگور" سے مشہور ہو گیا۔"(۱)

ناگور کے تعلق سے قدرے ردوبدل کے ساتھ یہی توجیہہ عین القلوب العارفین کے مصنف نے بھی پیش کی ہے۔ان کے کہنے کے مطابق رائے تھورا نے وزیر میر آخور جسے مدخواس بھی کہا جاتا تھا اس کے مشورے سے گھوڑوں اور اونٹوں کے لئے چراگاہ کے طور پر ایک جگہ مخصوص کی تھی اور ان کے شتربانوں کے لئے وہاں ایک بستی بسائی تھی جس کا نام "نونگر" رکھا تھا۔ میر آخور نے اس جگہ بکری کا بھیڑیے سے مقابلہ کرنے کی واردات کو دیکھ کر رائے تھورا سے کہا تھا:

"آں جائے گاہ مردانہ است و ہم گیاہ آں صحرا مر اسپاں را مفید پس چھاؤنی در آنجا انداخت و نام وے نونگر داشت۔"(۲)

صاحب عین القلوب العارفین نے یہ بھی لکھا ہے کہ رائے تھورا نے چھاؤنی سمیت وہ پورا علاقہ اپنی دختر راج کنور کو سیر وشکار کے لئے جاگیر میں دے رکھا تھا۔ عین ممکن ہے کہ دختر راجہ کے ہمراہ جو ایک ہزار سوار اور نو سو پیادے تھے وہ اسی "نونگر" کے باشندے رہے ہوں اور ان لوگوں کے اسلام قبول کرنے کے بعد جب نئی بستی بسانے کا حضرت سیدنا عبدالوہاب جیلانی نے اعلان کیا ہو تو وہ "نونگر" اسی بستی میں ضم ہو گیا ہو۔

ناگور کی وجہ تسمیہ کے تعلق سے جس قدر بھی اختلاف کیا جائے ممکن ہے لیکن اس تاریخی شہر کی قدامت اور حضرت سیدنا عبدالوہاب جیلانی علیہ الرحمہ اور حضرت سیدنا صوفی حمید الدین ناگوری علیہ الرحمہ کے سبب جو اس شہر کو عظمت وبرتری حاصل ہے اس سے کسی کو انکار نہیں۔

دختر راجہ راج کنور کی اس تبدیلیٔ مذہب اور حضرت سیدنا عبدالوہاب جیلانی سے عقد مناکحت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پوری حکومت میں پھیل گئی۔ سادی دیو

۱۔ آئینہ اودھ ص ۴۴

۲۔ عین القلوب [illegible]

اور اجے پال کے اسلام قبول کر لینے کے سبب راجہ رائے پتھورا کی کمر پہلے سے ہی ٹوٹ چکی تھی۔ یہ خبر سنتے ہی وہ چاروں شانے چت ہو گیا۔ اپنے تمام حواریوں اور مشیروں کو بلایا اس موضوع پر تبادلہ خیال کیا جس میں یہ بات طے ہوئی کہ ہم سب نے ان فقیروں کو اچھی طرح آزما لیا ہے۔ پورے لاؤ لشکر کے ساتھ بھی ہم ان مٹھی بھر مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ بہتر ہے کہ سیدنا عبدالوہاب جیلانی سے مصالحت کر لی جائے۔ چنانچہ اسی فیصلے پر سب کا اتفاق ہوا۔ اور وہ بارہ گاؤں جو "نو نگر" کے نام سے آباد تھے قانونی طور پر سب ان کے سپرد کر دیے گئے۔ اور اس سے متعلق ضروری کاغذات ان کے پاس بھیج دیے گئے۔ راقم السطور کو ہزار تتبع اور تلاش کے باوجود وہ کاغذات دستیاب نہ ہو سکے۔ البتہ بعد کے ادوار میں آپ کے مزار مقدس اور آستانہ سے متعلق جو شاہی فرامین ہیں وہ حاصل ہو گئے ہیں ان کی تفصیل آپ اسی کتاب کے اواخر صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

سیدنا عبدالوہاب جیلانی نے رائے پتھورا سے اپنے خدام اور فقراء کے لنگر کے لئے وہ بستیاں قبول فرمالیں اور دار الحاجات جو بی بی زینب (راج کنور) کا آستانہ تھا اس میں فقراء و مساکین اور خدام کے لئے لنگر جاری ہو گیا۔ روایتوں میں ملتا ہے کہ لنگر کے لئے گیہوں کی روٹی اور چنے کی دال خود بی بی زینب پکایا کرتی تھیں۔ اس طرح ایک عرصہ تک یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ اس علاقہ میں آپ اور آپ کی اہلیہ بی بی زینب سے ایمان و یقین کا اجالا پورے علاقہ میں پھیل گیا۔ آج ہندوستان بطور خاص راجستھان اور ہریانہ میں جو اسلام کی روشنی نظر آرہی ہے اس میں سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور قطب الہند حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی علیہما الرحمۃ والرضوان کی مساعی جمیلہ کا اہم کردار رہا ہے۔

حضرت قطب الہند کا وصال اور مدفن۔ایک تحقیقی نقطۂ نظر

حضرت سیدنا عبدالوہاب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے سن وفات کے سلسلے میں چار روایتیں کتب سوانح میں ملتی ہیں لیکن ان میں دو روایتیں بہت مشہور ہیں۔ سبط ابن الجوزی نے مراۃ الزمان میں ۵۹۳ھ کے ضمن میں جن اکابر کا ذکر کیا ہے ان میں حضرت سیدنا عبدالوہاب جیلانی کا بھی ذکر ان لفظوں میں ہے۔

" وفیها توفی عبدالوهاب ابن الشیخ عبدالقادر جیلی
—— وکانت وفاته فی شوال و دفن بالحلبة" (۱)

(اسی سنہ کے ماہ شوال میں سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کے فرزند حضرت سیدنا عبدالوہاب کا وصال ہوا اور حلبہ میں مدفون ہوئے)

صاحب خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری کا تاریخ وفات میں تو اتفاق ہے مگر سنہ وفات کے تعلق سے ان کا خیال جداگانہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"وفات بست و پنجم ماہ شوال ششصد و سہ ہجریست" (۲)

(۲۵ر شوال ۶۰۳ھ میں (آپ کا) وصال ہوا)

خزینۃ الاصفیاء میں آپ کے مدفن اور مزار کے تعلق سے کوئی صراحت نہیں ملتی ایسا کیوں؟۔ اس سلسلے میں کوئی تفصیل نہیں بتائی جاسکتی۔ البتہ مصنف نے قطعۂ تاریخ وصال میں سنہ وفات کے ساتھ سال ولادت کا بھی ذکر کیا ہے۔

شاہ سیف الدین شہ ہر دوسرا — بادشاہ و سید روئے زمیں
سال تولیدش بشیر آمد عیاں — تاج حق فرما وہم مہتاب دیں
گفت سیف الدین میر حق خرد — ارتحال آں شہ دنیا و دیں
"مقتدائے اولیا" گو وصل او — عالم اسرار داں باصد یقیں (۳)

۱۔ مراۃ الزمان جلد ۸ ص ۴۵۴

۲۔ خزینۃ الاصفیاء جلد ا ص ۱۱۱

۳۔ خزینۃ الا[illegible]

عبدالرحمٰن المحض الکیلانی کی تحقیق مفتی غلام سرور کی تحقیق سے قدرے مختلف ہے۔انہوں نے تاریخ وفات ۱۵ر شوال اور سنہ وفات ۵۹۳ھ لکھا ہے:

"وتوفی لیلة الاربعاء الخامس عشر شوال سنة ۵۹۳، ۱۱۹۶، وصلی علیه بمدرسة والده و دفن بمقبره الحلبة"(۱)

(۱۵ر شوال ۵۹۳ھ کی شب میں وصال ہوا،والد ماجد کے مدرسہ میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور حلبہ کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔)

درج بالا عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ عبدالرحمٰن المحض الکیلانی نے سنہ وفات میں تو بعض مورخین سے اتفاق کیا ہے مگر تاریخ وفات کے تعلق سے ان کا معاملہ سب سے جداگانہ ہے وہ عام مورخین کے برخلاف تاریخ وفات ۲۵ر شوال کے بجائے ۱۵ر شوال لکھتے ہیں:

شاہزادہ دار اشکوہ قادری نے آپ کی وفات ۲۵ر شوال ۶۰۳ھ لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ آپ کی قبر شریف بغداد میں ہے اصل عبارت یہ ہے۔

"وفات شب بست و پنجم ماہ شوال سال شش صد و سہ ہجری بود و قبر ایشاں در بغداد است۔"(۱)

دار اشکوہ نے سیدنا عبدالوہاب کا مدفن حلبہ نہ لکھ کر بغداد لکھا ہے ایسا لگتا ہے کہ مصنف کو اصل جگہ کے بارے میں شاید معلومات نہیں تھی۔ورنہ وہ ایسا ہر گز نہ لکھتے۔

مدفن ناگور ـــ ہندوستانی مصنفین کی رائے

ہندوستان کے بعض مصنفین نے لکھا ہے کہ حضرت سیدنا عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مقدس راجستھان کے قدیم تاریخی شہر ناگور میں ہے۔اس سلسلے میں

۱۔ تاریخ جامع الشیخ عبدالقادر الکیلانی ص ۶

۲۔ سفینۃ الاولیاء ص ۹۳

جتنی کتابیں نثر و نظم دوران تحقیق میری نگاہوں سے گزری ہیں ان کی تفصیل اس طرح ہے ان کتابوں میں اکثر بخط مصنف ہیں اور راجستھان کے قدیم شہروں اور قصبات میں محفوظ ہیں۔

۱۔ محبوب المعانی در کشف تنزلات رحمانی

مولانا محمد صادق بن حسین لطیفی الشریفی القادری المتخلص بہ مشربی، کی یہ ایک شاہکار تصنیف ہے جو ۱۱۲۰ھ / ۱۷۰۸ء میں مصنف کے نوک قلم سے منصۂ شہود پر آئی ہے اس کتاب کے حوالے متعدد کتابوں میں ملتے ہیں اس کا کوئی مطبوعہ نسخہ تادم تحریر میری نظر سے نہیں گزرا ہے۔ بانی سلسلہ قادریہ حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان اور ان کے خانوادہ کے فضائل و کمالات سے متعلق فارسی زبان میں بھرپور تصنیف ہے۔ بڑی تقطیع میں آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب کی رحلت کا سنہ ۶۰۳ھ درج ہے۔ مصنف نے ایک جگہ سن وفات ۵۹۳ھ بھی لکھا ہے لیکن ساتھ میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ روایت معتبر نہیں اور وہ اس لئے کہ آپ کی عمر شریف بھی والد ماجد کی طرح اکیانوے سال کی بتائی جاتی ہے۔ چونکہ آپ کی ولادت ایک قول کے مطابق ۵۱۲ھ میں ہوئی تھی اس قیاس سے ۵۱۲ھ میں ۹۱ کے اضافہ سے ۶۰۳ھ ہی بنتے ہیں اور یہی آپ کا سال وفات ہے۔ مصنف کی اصل عبارت یہ ہے۔

> "ولادت سید عبدالوہاب در ماہ شعبان المعظم در سنہ پانصد دوازدہ ہجریہ و وفات آنحضرت در شب بست و پنجم است از ماہ شوال در سنہ ششصد و سہ و بقولے در سنہ ثمث و تسعین و خمس مائۃ۔ پس باعتبار حساب بروایت اول عمر شریف پدر آنحضرت کہ قطب الاقطاب است بہ نو و دو یک رسیدہ بود باعتبار قول ثانی سال سن شریفش ہشتاد و یک۔"(۱)

صاحب محبوب المعانی نے آپ کے مزار کے تعلق سے لکھا ہے کہ آپ کے مزار کی مورخین دو جگہ نشاندہی کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک خطہ مارواڑ میں شہر ناگور ہے۔ فرماتے ہیں:

"امازیارت گاہ مرقد منور آنحضرت دو جا یافتہ می شود زیراکہ یک زیارت گاہ آنحضرت در نواح خطہ مارواڑ است در شہر ناگور کہ آباد اں کردۂ آنحضرت است و دار الحاجات اطراف و جوانب ملک مارواڑ است چنانچہ از بعض سیاحان آں طرف و سکنہ چاپانیر بہ استماع رسیدہ کہ درگاہ حضرت سید عبدالوہاب در آنجا است و حضرت شاہ شفیع الدین محمد کہ والدۂ ایشاں بی بی زینب وختر راجۂ آں دیار است و خالہ زادۂ بی بی حافظ جمال بنت خواجہ معین الدین چشتی است قدس اللہ اسرارھم اجمعین۔"(۱)

(آنحضرت (سیدنا سیف الدین عبدالوہاب) کی زیارت گاہ دو جگہ بتائی جاتی ہے ان میں سے ایک زیارت گاہ خطۂ مارواڑ شہر ناگور میں ہے جو آپ ہی کا بسایا ہوا ہے اور ملک مارواڑ کے ہر چہار جانب دار الحاجات ہے اس علاقہ کے بعض سیاحوں اور چاپانیر کے باشندوں سے میں نے سنا ہے کہ وہاں حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب کی درگاہ ہے (ان کے صاحبزادے) حضرت شاہ شفیع الدین محمد کی والدہ بی بی زینب اس علاقہ کے راجہ کی لڑکی اور بی بی حافظ جمال بنت حضرت خواجہ معین الدین چشتی (قدس اللہ اسرارھم) کی خالہ زاد تھیں۔

آخر میں مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ چونکہ بعض کتابوں میں آپ کی ولادت اور وفات دونوں بغداد بتائی جاتی ہے اس لئے اس کا بھی امکان ہے۔

می تواند زیراکہ از بسیار کتب معتبرہ چنانچہ تحفۃ القادریہ، سفینۃ الاولیاء و سکینۃ الاولیاء وغیرہ ولادت و وفات آں معدن البرکات در بغداد مرقوم است۔"(۱)

۱۔ محبوب المعانی ص ۷۷۹

۲۔ محبوب المعانی ص ۷۷۹

۲۔ عین القلوب العارفین

یہ کتاب مولانا محمد یوسف بن محمد نصیر الدین البخاری ثم الباراتی کے نوک قلم سے ۱۱۵۰ھ میں تصنیف ہوئی یہ کتاب بھی تادم تحریر بخط مصنف محفوظ ہے۔اس کتاب میں ناگور راجستھان کی مقدس سرزمین میں آرام فرما تقریباً ۲۵ بزرگان دین اور اولیاء اللہ کا مکمل تذکرہ اور جامع تعارف ہے اس کتاب کی ابتداء حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب کے ذکر جمیل سے کی گئی ہے۔ آپ کی تاریخ وفات کا ذکر کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں:

> "وفات آں حضرت قدس سرہ درماہ شوال تاریخ شب بست و پنجم یوم دوشنبہ سنہ تسعۃ و تسعین وخمس ماۃ بود کہ رخت خود را از دار فانی بعالم جاودانی بستند قبر مبارک ایشاں در شہر ناگور بالائے شمس تالاب جانب مغرب واقع است۔"(۱)
>
> (آں حضرت قدس سرہ کا وصال ۲۵ر شوال ۵۹۹ھ شب دوشنبہ ہوا مزار مقدس شہر ناگور میں شمس تالاب کے اوپر مغربی سمت واقع ہے)

۳۔ جواھر الاعمال

یہ مخطوطہ ۱۲۳۲ھ کا ہے۔اس کتاب کے مصنف کا نام یوسف ہے۔یہ مخطوطہ ۴۶۵ صفحہ سے ۵۱۲ صفحہ تک میرے ذاتی کتب خانہ میں ہے اور اصل مخطوطہ بیکانیر راجستھان میں محفوظ ہے۔اس مخطوطہ میں سیدنا عبدالوہاب علیہ الرحمہ کا سنہ وفات ۶۰۳ھ درج ہے۔وفات حسرت آیات کا منظوم ذکر مصنف نے ان الفاظ میں کیا ہے:

شش سہ سال است آمد در شمار	بعد والد چہل دو سال است آں موئی وفات
مہ وفاتش بود شوالست داں	بست و پنجم از حساب ابجد بداں

(۱) عین القلوب العارفین ص

ہشت صد و سہ زہجرت شد وفات بر محمد صد درود و آل صحبش مستطاب

تاریخ وفات ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ شمس تالاب کے اوپر بت خانہ کے درمیان ان کی آرام گاہ ہے۔ ماخذ کا ذکر کرتے ہوئے مصنف نے یہ جملہ بھی نقل کیا ہے۔

"نقل کتاب محبوب المعانی و احیاء علوم کتاب معتبر و متقدمین است۔"(۱)

۴۔ خلاصۃ الامور

یہ حضرت سیدنا عبدالوہاب کی منظوم سوانح ہے جسے جناب سید احمد علی نے ۱۲۴۲ھ میں قلم بند کیا ہے یہ کتاب بھی ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ مصنف کتاب نے لکھا ہے کہ جب شہر ناگور اچھی طرح آباد ہو گیا پھر ۵۹۶ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ لکھتے ہیں:

چوں تعمیر شد شہر آراستہ بسوئے جناں شاہ شد خواستہ
پس از مدت شاہ رحلت نمود زوار الفنا رخت خود را ربود
زپانصد فزوں شش نود بود سال شب بست و پنجم زماہ شوال
ہما نجاست مدفون آں ذات پاک چہ نور است اعلیٰ بر آں خطہ پاک
بود خانقاہش مصفی تمام زیار تگہ مردم خاص و عام
بہ پایاں ایں روضہ عبدالوہاب نمود است سلطان شمس تالاب (۲)

مدفن ناگور ـــــ اوراد قادریہ کی تائید

الحاج حافظ سید لیٰسین علی قمر نے دیوان قمر کے مقدمہ میں مولانا بادشاہ حسین رمنا کے توسط سے ایک عبارت درج کی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا عبدالوہاب جیلانی کا مزار مقدس ناگور راجستھان میں ہی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

۱۔ جواہر الاعمال ص ۴۸۶
۲۔ خلاصۃ الامور ص ۸

"میرے مکرم حضرت مولانا بادشاہ حسین رعنا مرحوم لکھنوی نے
اوراد قادریہ (جو ۲۱ جلوس کی تصنیف ہے) سے جو عبارت نقل
کر کے بھیجی تھی ذیل میں درج کرتا ہوں۔
درگاہ دارالحاجات معلی ومقدس قطب الہند شیخ سیف الدین شیخ الجن
والانس حضرت شاہ شاہاں محی الدین جیلانی در ناگور است کہ جمیع
اولیائے عظام ہند تابع ایں جناب فیض مآب اند
از برکت قدوم تو ہندوستاں   پُر شدہ از اولیا چوں بوستاں۔" (۱)

اوراد قادریہ کے آخر میں یہ عبارت بھی درج ہے:

"تمام شد ایں کتاب در شاہجہاں آباد از دست فقیر خواجہ بخش بن سید
عبدالرشید یوم پنجشنبہ بوقت عشاء بتاریخ ہفتم ماہ ربیع الاول ۶ھ جلوس
محمد شاہ بادشاہ ۱۱۳۶ ہجری" (۲)

اوراد قادریہ نامی جس کتاب کا سطور بالا میں ذکر ہوا وہ خواجہ سید بخش کی
تصنیف ہے جو ۱۱۳۶ھ میں درگاہ بڑے پیر ناگور راجستھان کے سجادہ نشین تھے یہ
کتاب تو نظر سے نہیں گزری البتہ اس کے کچھ مندرجات ایک مکتوب میں نظر سے
گزرے جسے شیخ عبداللہ سیاح نے شہر دہلی سے ۱۳۴۸ھ میں اس دور کے سجادہ نشین
درگاہ بڑے پیر کی خدمت میں ارسال کیا تھا اس مکتوب کا اختصار ذیل میں دیا جا رہا ہے
جس سے اس بات کا عندیہ ملتا ہے کہ حضرت سیدنا عبدالوہاب قدس سرہ سرزمین ناگور
ہی میں آسودہ خواب ہیں۔

"عالی جناب فیض مآب فیض بخش فیض رساں جناب سجادہ نشین
صاحب قبلہ دام فیضہ پس از سلام علیک کے عرض یہ ہے کہ ایک جلد
کتاب قلمی ۴۴ جز کی اوسط درجہ بطور حمائل کے ہے اس کتاب میں

---

(۱) دیوان قرص ہے
(۲) دیوان قرص ہے

تمام اوراد اور وظیفہ اور اسمائے الٰہی اور اسمائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بکثرت اسماء اور دعائیں اور ان کی تراکیب اور دنیا کی پیدائش اور فرشتوں کی پیدائش، الغرض متعلق فقیری کے کوئی ایسی بات باقی نہیں رکھی گئی کہ جو اس کتاب میں تحریر نہیں ہے۔ حضرت خواجہ عبدالوہاب قدس سرہ کا تشریف لانا بمقام ناگور شریف اور وصال فرمانا اور اسی جگہ مقبرہ ہونا اور حضرت خواجہ شاہ عبدالرزاق صاحب کا تشریف لانا سب اس کتاب سے ظاہر ہے اس کتاب کے آخر اور درمیان اور نیز ایک دو مقام پر مہر اور سن تصنیف تحریر ہے۔

یہ کتاب حضرت خواجہ سید بخش بن سید عبدالرشید سجادہ نشین ناگور قدس سرہ کی تصنیف ہے۔ تاریخ بست ہفتم ماہ جمادی الاول ۱۱۳۶ھ میں بمقام دہلی تصنیف فرمایا۔ اس کتاب میں بذریعہ اسمائے الٰہی دست غیب وغیرہ کے متعلق اور تسخیر خلائق اور بادشاہ کے لئے بھی اسماء تحریر ہیں جن کے جناب ممدوح عامل کامل ہیں اور یہ اپنا عامل ہونا اپنی تحریر میں ثابت کیا ہے اور اس تحریر سے یہ بھی ظاہر ہے کہ آپ دربار نبوت میں بھی پیش ہو کر زیارت سے مشرف ہوئے ہیں۔

الغرض اب یہ کتاب بغرض فروخت بازار میں آئی ہے اکثر فقراء صاحبان اور انگریز اور جرمنی ایجنسی خریدار کتب کہنہ نے اس کتاب کی مبلغ یکصد تیس روپے لگا چکے ہیں۔ نیاز مند کی نظر سے یہ کتاب گزری نیاز مند نے اپنی سیاحت میں کسی جگہ ایسی نایاب کتاب نہ دیکھا تھا اور زمانہ حال کے فقراء صاحبان کو تو میرے خیال ناقص میں جو کچھ کہ اس کتاب میں تحریر ہے ایک سو حصہ میں ایک یا دو حصہ معلوم ہوگا۔ چونکہ یہ کتاب جناب کے خاندانی پیشوا کی قابل یادگار زمانہ تصنیف ہے اس لئے نیاز مند نے جناب کو اس کے متعلق مطلع کرنا اپنا فرض سمجھا اگر جناب والا کو اس کتاب کی خریداری منظور ہو تو فوراً بواپسی ڈاک نیاز مند

کو حسب پتہ مندرجہ ذیل جواب سے سرفراز فرمائیں۔
فدوی بموقعہ سیاحت بمقام ناگور شریف جناب کی خدمات برکات میں بھی حاضر ہوا تھا اور اپنے شکوک در بارہ مزار مقدس بحوالہ کتب عرض کیا تھا مگر اب اس کتاب کے مطالعے نے میرے شکوک رفع کردیئے اور فدوی اپنی مصنفہ کتاب بموجب تحریر اور شجرہ شریف اس کتاب کے تکمیل کردے گا۔"

نیازمند امید کرتا ہے کہ جناب والا جواب سے ضرور اور بہت جلد مطلع فرمائیں گے۔ فدوی کا اصل وطن قصبہ تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خاں پنجاب ہے۔ دہلی ضرور تاً چند یوم کے لئے مقیم ہے۔

زبانی سلام علیک

ترقیمہ ادب شیخ عبداللہ سیاح۔ شہر دہلی محلہ کوچہ پنڈت مکان حضرت شاہ عبدالصمد صاحب۔

۱۱ر شعبان المعظم ۱۳۴۸ھ

اس تفصیلی مکتوب کے جواب میں صاحب سجادہ درگاہ بڑے پیر ناگور نے کیا جواب دیا۔ اس کی تفصیل تو ہزار تتبع اور تلاش کے باوجود نہ مل سکی مگر اس خط کے جواب میں شیخ عبداللہ سیاح نے جو اپنا مکتوب ارسال کیا تھا اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ اس کتاب سے متعلق صاحب سجادہ نے تفصیلات معلوم کی ہوں گی۔ نیز اس کتاب کے مندرجات کیا ہیں اس کی وضاحت طلب کی ہوگی۔ خاص طور سے وہ مباحث جہاں جہاں ناگور بالخصوص درگاہ بڑے پیر میں آسودہ خواب بزرگان دین کا ذکر ہے اس سلسلے میں معلومات فراہم کرنے کو کہا ہوگا۔ بہر حال شیخ عبداللہ سیاح نے صاحب سجادہ کو جو جواب دیا اس کا اقتباس ذیل میں دیا جارہا ہے۔

"پس از سلام علیک و ادب و نیاز کے عرض یہ ہے کہ خط مرسلہ عالی جناب پہنچ کر معزز و ممتاز فرمایا جواباً عرض یہ ہے کہ اس کتاب کے جن جن مقامات پر حضرت خواجہ شاہ عبدالوہاب قدس اللہ سرہ کے متعلق

تحریر ہے اس کی نقل لفظ بلفظ ارسال خدمت ہے۔ ملاحظہ فرمالیں۔
اگر جناب کے لئے کار آمد ہے تو بے شک یہ کتاب جناب کو خریدنا
لازمی ہے اس لئے کہ یہ کتاب جناب کے جد اعظم حضرت خواجہ سید
خواجہ بخش صاحب سجادہ نشین رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک کی
تحریر ہے اور انہیں کی مہر اس پر چسپاں ہے کہ جو ۱۳۶ھ میں تحریر کی
گئی ہے۔ اگر بعد ملاحظہ عریضہ ہذا جناب کو کتاب کی خریداری نامنظور
ہو تو مطلع فرمائیں تاکہ کتب فروش کو جواب دیا جاوے۔ اس لئے کہ
اس کتاب کے خریدار بکثرت لوگ موجود ہیں۔"

شیخ عبداللہ سیاح نے اسی مکتوب میں آگے چل کر ان صفحات کی نشاندہی بھی
کی ہے اور ان مندرجات کا بھی ذکر کیا ہے جن کا تعلق حضرت سیدنا عبدالوہاب جیلانی
قدس سرہ اور درگاہ بڑے پیر ناگور میں آسودہ خواب دوسرے بزرگان دین سے ہے۔
لکھتے ہیں:

(ص۸) "سید عبدالقادر درگاہ دار الحاجات معلی و مقدس قطب الہند
حضرت شیخ سیف الدین عبدالوہاب بن شیخ الجن والانس حضرت شاہ
محی الدین شاہ شاہاں جیلانی در ناگور است کہ جمیع اولیائے عظام
ہندوستان تابع ایں جناب فیض مآب اند۔ چنانچہ × بیت ×

از برکت قدوم تو ہندوستان پُر شدہ از اولیاء چو بوستاں

(ص۱۸۵)...... چنانچہ ہر یک ز پیران قادریہ در مدد آرد و مدد طلبد چنانچہ نوشتہ
است۔

اشعار

سینہ بسینہ رسید است نعمت	کہ سید محمد ز صاحب کرامت
کہ عارف زماں بود سید خلیل	زشہ حامد ایں نام شد در جزیل
کہ عبدالرزاق است روشن زماں	ز عبدالقادر ثانیست آں

زغوث محمد شدہ آں یقیں | کہ ایشاں ہمہ اند از شمس الدیں
بود شاہ میراں روشن ضمیر | ز سید علی شد ازیں پر نذیر
کہ مسعود شاہ ز احمد شدہ | چوں ظاہر ز ایمان خالق شدہ
کہ شاہ شفیع بود روشن زماں | از عبدالوہاب شہ اولیا
ز کشف و کرامت ایشاں یقین | بداں کشف ایشاں شد از محی الدین
کہ فرزند عبدالوہاب اند کلاں | ابو اند محی الدین قادر جیلاں
...... وعلی محی الدین نام | بناگور ایشاں را دادن مقام
کہ درگاہ عالی شہ عبدالوہاب | بناگور جلوہ کند ماہتاب

(ص ۲۱۲) "مذکور است از میر سید محمد گیلانی وقتیکہ جدم حضرت شاہ عبدالوہاب جد کلاں را حضرت پیر دستگیر میراں محی الدین عبدالقادر جیلانی از بغداد معظم بجانب ہندوستان رخصت نمود پس آں حضرت فرمود ندائے فرزند شاہ عبدالوہاب برائے ملک ہندوستان ایں دو اسم اعظم بس اند او ہمراہ خود بدار تا کار عظیم آید و اسم اعظم ایں ست میازکی۔

(ص ۴۱۰) "منقولست کہ یکے روز من در درگاہ مسجد جدم شریف حضرت شاہ عبدالوہاب سیف الدین اکبر نشستہ بودم و ہنگام تابستان بود وہم از برادراں و خویشاں کے حاضر نہ بود یکایک آوازۂ نقارہ از جانب عراق در گوش من افتاد چہ بینم کہ تخت مبارک حضور پیر دستگیر جلوہ کناں بر دوش اولیاء نہادہ می آید پس تخت مبارک در صحن خانقاہ فرود آمد من از استادہ پیش رفتم و تسلیمات بجا آوردم و خواجہ معین الدین چشتی و شاہ مدار و سلطان التارکین و شیخ فرید الدین گنج شکر ہمراہ بودند۔"

(ص ۶۰۵) "منقولست حضرت غوث الاعظم را دوازدہ فرزند بودند اول سید عبدالرزاق دوم شاہ عبدالوہاب سیف الدین اکبر، سوم عبدالعزیز، چہارم سید عبدالصالح، پنجم سید عبدالغفار، ششم سید عیسی، ہفتم سید یحیی، ہشتم سید عبداللہ، نہم شمس الدین، دہم سید حبیب اللہ،

یازدہم سید عبدالجبار وےکے دختر۔"

قبر حضرت عبدالرزاق در بغداد میان داخول کہ جانب برج اولیاست و قبر شاہ عبدالوہاب در ناگور است میان ہندوستان و قبر دو فرزنداں در شام قریب محی الدین ابن عربی است و ہفت فرزنداں......"

(ص: ۶۱۲) منقولست کہ چوں سید عبدالقادر ثانی از بغداد جانب حضرت ناگور روضہ منورہ جدہ حضرت شاہ عبدالوہاب متوجہ شد دراں زماں ایں شجر از ہالہ مبارک آوردہ بود و خود مریداں چنیں شجرہ دادہ بود کہ ایں است۔"

مکتوب کے آخر میں ترقیمہ کے طور پر شیخ عبداللہ سیاح نے لکھا ہے:

چونکہ یہ کتاب اوراد وغیرہ سے مزین کی گئی ہے اس کتاب کے جملہ صفحہ جات نہیں کتاب طول و عرض میں اس کاغذ عریضہ ہذا کے برابر ہے جن جن مقامات میں جو مضمون کہ متعلق حضرت شاہ عبدالوہاب قدس سرہ کے تھا جناب کی خدمت میں روانہ کیا جاتا ہے۔ اگر خریداری منظور ہے تو بہتر ورنہ جواب سے بواپسی ڈاک حسب پتہ مندرجہ ذیل سرفراز فرمائیں تاکہ جواب دیدیا جاوے۔

زبانی سلام علیک

ترقیمہ شیخ عبداللہ سیاح از شہر دہلی، محلہ کوچہ پنڈت

مکان حضرت مولانا شاہ عبدالصمد صاحب

۲۲ر جنوری ۱۹۳۰ء

قطب الہند کا مدفن ـــــ تحقیقی نقطۂ نظر

مسالک السالکین کے مصنف نے آپ کے اوصاف حمیدہ اور محاسن و محامد کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"آپ (سیدنا عبدالوہاب) بڑے فقیہ و شیریں کلام تھے۔ مسائل خلافیہ اور وعظ گوئی و خوش بیانی میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور نہایت بامروت کریم النفس صاحب جودو سخا اور اعلیٰ درجہ کے متین وادیب و کامل اور بڑے عابدو زاہد تھے۔ آپ کو قبولیت عامہ حاصل تھی۔"(۱)

بیان عظمت کے سلسلے میں مسالک السالکین کے مصنف نے تقریباً وہی تمام باتیں لکھی ہیں جو اور دوسرے سوانح نگار لکھتے چلے آئے ہیں۔ لیکن تاریخ ولادت اور تاریخ وفات کے سلسلے میں مصنف کتاب کا موقف دوسرے سوانح نگاروں سے بالکل جداگانہ ہے۔ انہوں نے سال ولادت ۵۱۲ھ کے بجائے ۵۲۲ھ اور سال وفات ۶۰۳ھ کے بجائے ۵۹۳ھ لکھاہے وہ اپنی کتاب میں درج کرتے ہیں:

"آپ ماہ شعبان ۵۲۲ھ میں بمقام بغداد پیدا ہوئے اور تاریخ ۲۵ شعبان یا ۲۵ شوال ۵۹۳ھ کو شب کے وقت وفات پائی۔"(۲)

محبوب المعانی کے مصنف نے ۵۹۳ھ اور ۶۹۳ھ دونوں روایتیں درج کی ہیں لیکن موخر الذکر روایت کو انہوں نے بھی درست قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"وفات آں حضرت در شب بست و پنجم است از ماہ شوال در سن ششصد و سہ و بقولے در سنہ ثمث و تسعین و خمس ماۃ"(۳)

سید احمد علی نے خلاصۃ الامور میں آپ کا سن وفات ۵۹۶ھ رقم کیا ہے۔ سن وفات اور مدفن کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

زپانصد فزوں شش بود نود سال	شب بست و پنجم ز ماہ شوال
ہمانجاست مدفون آں ذات پاک	چہ نوراست اعلیٰ بر آں خطہ پاک
بود خانقاہش مصفی تمام	زیارتگہ مردم خاص و عام

۱۔ مسالک السالکین دفتر اول ص ۳۷۰

۲۔ مسالک السالکین دفتر اول ص ۱۷۰

۳۔ محبوب المعانی ص ۴۷۹

بہ پایاں ایں روضہ عبدالوہاب   نمود است سلطان شمسی تالاب (۱)

سید احمد علی نے حضرت سیدنا عبدالوہاب کے قریب جس مزار مقدس کا ذکر کیا ہے اس کی تعمیر ناگور کے گورنر شمس الدین دوانی نے ۷۸۵ھ میں کرائی تھی۔ خلاصۃ الامور میں تالاب اور تعمیر کی تاریخ ان الفاظ میں موجود ہے۔

سن ہفت صد پنج و ہشتاد بود   چو شمس بناگور کردہ ورود
شد از قادر ثانی شمس مرید   طفیلش شدہ نام شمس پدید
در آں وقت ایں شمس تالاب شد   ز لطف خداوند پُر آب شد (۲)

عین القلوب العارفین کے مصنف نے لکھا ہے کہ حضرت سیدنا عبدالوہاب کی وفات شب یوم دوشنبہ ۲۵ شوال ۵۹۹ھ میں ہوئی۔ حضرت مولانا رضی الدین قریشی مشہدی نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور شہر ناگور میں شمس تالاب کے اوپری حصہ میں مغربی جانب مدفون ہوئے۔ اصل عبارت یہ ہے:

وفات آں حضرت قدس سرہ در ماہ شوال تاریخ بست و پنجم یوم دوشنبہ سنہ تسعۃ و تسعین و خمس مأۃ بود کہ رخت خود را از دار فانی بعالم جاودانی بستند قبر مبارک ایشاں در شہر ناگور بالائے شمس تالاب جانب مغرب واقع است۔"(۳)

سطور بالا میں نماز جنازہ پڑھانے کے تعلق سے جس بزرگ کا ذکر ہوا وہ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۲۵ھ) کے فرزند تھے۔ رجب دین سے شہرت تھی۔ اصل نام عبداللہ اور عرفیت رضی الدین تھی۔ انہیں کا عقد بی بی حافظ جمال بنت حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا تھا۔ ان کا مزار مقدس ناگور ہی میں بیرون نحاس دروازہ تالاب مانڈولاؤ کے پل پر ہے جس کو

۱۔ خلاصۃ الامور ص ۸
۲۔ خلاصۃ الامور ص ۸
۳۔ عین القلوب العارفین ص ۳۰

آج کل گھوسی ناڑہ و نیلی ناڑہ کہتے ہیں۔ مزار تالاب کی مٹی میں معدوم ہو گیا ہے جب تک قبر شریف پر مٹی نہیں پڑی تھی اجمیر شریف سے غلاف آیا کرتا تھا۔(۱)

حضرت مولانا رضی الدین مشہدی کو حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی سے بے حد نسبت تھی۔ اسی لئے بعد وصال انہوں نے جنازہ کی نماز پڑھانے کا اہم فریضہ انجام دیا۔ صاحب عین القلوب العارفین حضرت رجب دین کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

"در زماں حضرت سید عبدالوہاب قدس سرہ آمدہ بود وہم از حضرت بسیار اتحاد و انس می داشتند و مدام بصحبت حضرت می بودند گویند کہ بروفات حضرت عبدالوہاب قدس سرہ نماز جنازہ حضرت رضی الدین قریشی قدس سرہ خواندہ بود"(۲)

شمس تالاب کے اوپر مغربی سمت جہاں حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی قدس سرہ کا مزار مقدس ہے۔ وہاں اور بھی دوسرے سجادگان کے بھی مزارات مقدسہ ہیں اس کا اعتراف افاضات حمید کے مصنف نے بھی کیا ہے۔ مگر افسوس! اس دور کے بعض ناعاقبت اندیش لوگ ان نفوس قدسیہ کے مزارات کے بارے میں کہتے ہیں یہ شراب اور بھانگ و چرس پینے والوں کی قبریں ہیں۔ قاضی رحمٰن بخش رقم طراز ہیں:

"شمس تالاب پر بھی ایک عالی شان مسجد اور بزرگوں کے مزارات ہیں جیسے کہ حضرت سلطان التارکین کی درگاہ کے اندر و باہر ہیں۔ اور شاہ عبدالرزاق صاحب قادری جو عرصہ تک ناگور میں قیام پزیر رہے ان کے سجادہ وغیرہ کے مزارات ہیں۔"(۳)

۱۔ افاضات حمید ص ۱۷۱
۲۔ عین القلوب العارفین ص ۵۸
۳۔ افاضات حمید ص ۱۷۱

سید عبدالسنان احمد القادری البدری بزم فیضان قادریہ روٹرڈم ہالینڈ کا ایک مقالہ بعنوان "سلسلہ قادریہ کے ارتقاء پر ایک نظر" ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی میں شائع ہوا۔ مقالہ نگار نے اس میں سلسلہ قادریہ کے عروج وارتقاء کا مختصر جائزہ پیش کیا ہے ایک جگہ وہ اپنے مقالے میں لکھتے ہیں:

> "انڈونیشیا جنوبی ہند کیرالا اور ملیشیا میں حضور غوث پاک کے بڑے صاحبزادے حضرت سیدنا محمد عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے ذریعہ خوب کام ہوا۔"

پھر مقالہ نگار چند سطور کے بعد لکھتے ہیں:

> "جہاں تک برصغیر کا تعلق ہے یہاں بھی وقتاً فوقتاً حضور غوث پاک کی اولاد امجاد سے مشائخ کرام جلوہ افروز ہوتے رہے۔ خصوصاً سیدنا سیف الدین عبدالوہاب سیدنا تاج الدین عبدالرزاق اور سیدنا ابو بکر عبدالعزیز علیہم الرحمۃ والرضوان سے تعلق رکھنے والے بزرگوں نے کونے کونے میں طریقہ قادریہ کو عام و تام کیا۔"(۱)

سطور بالا میں سید عبدالسنان احمد القادری البدری نے جو لکھا ہے کہ کیرالا، انڈونیشیا، اور ملیشیا میں حضور غوث پاک کے بڑے صاحبزادے حضرت سیدنا عبدالوہاب کے ذریعہ مذہب اسلام کی خوب نشرواشاعت ہوئی تو یہ ممکن ہے کیوں کہ آپ کے تعلق سے اب تک جتنی تحریریں میری نظر سے گزری ہیں ان میں جنوبی ہند میں خدمت اسلام کے تعلق سے کوئی بحث نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جن کتابوں میں آپ کی ان خدمات کا ذکر ہو ان تک راقم السطور کی رسائی نہ ہو سکی ہو یا زمانہ کے دست برد کا شکار ہونے کے باعث وہ ہم تک نہ پہنچ سکی ہوں۔ بہر حال آپ جنوبی ہند میں کیرالا آئے یا شمالی ہند میں اس میں اختلاف رائے ہو سکتا ہے لیکن یہ کہنا کہ ہندوستان میں آپ کا مزار مقدس ہونا تو درکنار آپ سرے سے ہندوستان آئے ہی نہیں یہ ایک تاریخی مغالطہ ہے جس پر سنجیدگی کے ساتھ نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

۱۔ ماہنامہ اعلیٰ حضرت جون ۱۹۹۶ء ص [illegible]

مدفن ناگور ـــــ راجستھان گزٹ

راجستھان کی سرزمین پراتنے اہم بزرگ کا مزار ہو اور حکومت اس سے بے خبر ہو یہ ممکن ہی نہیں اس لئے اس نے اپنے راج پتر یعنی راجستھان گزٹ میں حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی قدس سرہ کے مزار مقدس کو ناگور میں ہونا لکھاہے۔اس وقت میرے پیش نظر راجستھان گزٹ ہے جس کے نمبر شمار ۱۵۲پر حضرت سیدنا عبدالوہاب علیہ الرحمہ اور ۱۵۳پر آپ کے فرزند حضرت سید محمد شفیع الدین علیہ الرحمہ کاذکر ہے ان دونوں مزارات کے تعلق سے اس میں درج ہے۔

"یہ بڑے اہم مذہبی مقامات ہیں۔یہاں زائرین فاتحہ پڑھتے ہیں اور فیوض وبرکات حاصل کرتے ہیں۔"(۱)

ڈاکٹر ضیاء الدین ڈیسائی نے اپنی کتاب Published Muslim Inscriptions of Rajisthan میں نمبر شمار ۳۸۲، ۳۸۴ کے تحت درگاہ بڑے پیر ناگور کاذکر کیاہے۔اس درگاہ میں کون بزرگ آسودہ خواب ہیں اس کا تو ذکر مصنف نے نہیں کیاہے لیکن اسی درگاہ سے متصل کالا گنبد جس میں شمس الدین دندانی گورنر ناگور کا مقبرہ ہے اس کاذکر مختصر وضاحت کے ساتھ ملتاہے۔(۲)

مدفن ناگور ـــــ مہرداد شکوہی کی تحقیق

رائل ایشیاٹک سوسائٹی منوگراف جلد ۲۸ر ۱۹۹۳ء میں غلام سلطنت اور عہد مغلیہ کے ابتدائی دور میں ناگور کی تاریخ اور عمارات کا تذکرہ جو مہرداد شکوہی نے کیا ہے اس میں تصویر نمبر ۱۷اور حصہ نمبر۴ کے تحت درگاہ بڑے پیر ناگور کاذکر بھی ہے جس سے معلوم ہوتاہے کہ اس درگاہ کی تعمیر ۷۰۶ھ مطابق ۷۔۱۳۰۶ء میں ہوئی۔البتہ مصنف نے حضرت سیدنا عبدالوہاب کا لقب سیف الدین کے بجائے شمس الدین لکھا

---

(۱) راجستھان پتر،۲۸راپریل ۱۹۶۱ء

(۲) Published Muslim Inscriptions of Rajisthan Jaipur Page. 12

ہے جو تاریخی حقائق کے خلاف ہے۔انہوں نے اس خانقاہ کے تعلق سے لکھا ہے کہ یہ خانقاہ عبدالوہاب شمس الدین (سیف الدین) بن غوث الاعظم سے منسوب ہے۔ مصنف نے صاحب خانقاہ کے علاوہ شمس الدین وندائی گورنر ناگور کا بھی تذکرہ کیا ہے جن کا مزار کالا گنبد میں ہے۔(۱)

قطب الہند کا مدفن ناگور یا کہیں اور

مذکورۃ الصدر کتب سوانح میں درج تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب کی وفات اور مدفن کے بارے میں مختلف خیالات و نظریات ہیں۔ تاریخ وفات، سنہ وفات اور مدفن میں اختلافات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی وفات اور مدفن کے تعلق سے جس مصنف اور سوانح نگار کو جو روایت پہنچی اس نے بغیر کسی جرح و قدح کے وہ روایت اپنی کتاب میں درج کر لی کسی نے اس اختلافی مسئلہ پر تحقیق کرنے کی کوئی ضرورت نہیں محسوس کی۔ قدیم سوانح کی کتابیں بھی ایک دوسرے کی نقل ہیں۔اس میں بھی کسی نے آپ کا مدفن مطلقاً بغداد اور کسی نے بغداد کا قصبہ حلبہ لکھا ہے۔ مجھے اس سے بحث نہیں کہ کس نے کیا لکھا ہے۔سوال یہ ہے کہ آپ کا مزار مقدس کیا "حلبہ" یا بغداد کے کسی گوشے میں ہے یا نہیں۔اگر ہے تو کہاں اور کس حالت میں ہے؟ اور اگر نہیں ہے تو کیوں؟ کیا عراقی حکومت نے اسے نیست و نابود کر دیا یا کسی دوسری جگہ منتقل کر دیا اگر نیست و نابود کر دیا تو خانقاہ قادریہ بغداد کے سجادگان نے اس پر واویلا کیوں نہیں کیا؟ اور اگر منتقل کر دیا ہے تو کہاں؟ یہ سارے شکوک و شبہات ہیں جو سیدنا سیف الدین عبدالوہاب علیہ الرحمۃ کے مزار مقدس کے تعلق سے پردۂ ذہن پر ابھرتے ہیں۔

ریسرچ و تحقیق کے دوران جب راقم السطور کو اس کی خبر ملی کہ بانی سلسلہ قادریہ حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کا مزار

(1)Published Muslim Inecriptions of Rajisthan Jaipur -1971 Page.121

مقدس ناگور راجستھان میں ہے تو میری حیرت واستعجاب کی انتہا نہ رہی اور وہ اس لئے کہ میں عام طور پر کتب سوانح میں یہی پڑھتا آیا تھا کہ آپ کا مزار مقدس حلبہ بغداد میں ہے اس لئے ایک مشہور روایت کو یوں ہی نظر انداز کر دینا بڑا مشکل مرحلہ تھا۔ لہٰذا اس سلسلے میں کوئی تسلی بخش جواب نہ ملا۔ حضرت مولانا عبدالحمید سالم میاں سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف کے بارے میں سنا کرتا تھا کہ وہ ہر سال گیارہویں شریف کی نذر و نیاز آستانہ عالیہ قادریہ بغداد معلیٰ میں پیش کرتے ہیں۔ خانوادہ قادریہ کے صاحبان سجادہ حضرات سے ان کے پرانے روابط ہیں جب بھی بغداد شریف تشریف لے جاتے ہیں تو انہیں حضرات کے مہمان ہوتے ہیں۔ اس مسئلے کی تحقیق کے لئے موصوف کی خدمت میں حاضر ہوا وہاں بھی دریافت کرنے پر یہی معلوم ہوا کہ بغداد شریف میں آپ کے مزار مقدس کی خبر کسی کو نہیں اسی لئے اب تک آپ کے مزار پاک پر حاضری کی سعادت مجھے نہیں حاصل ہو سکی ہے۔

۱۹۹۵ء میں راقم السطور شعبہ اسلامیات جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی میں ایک افغان طالب علم کی پی ایچ ڈی کا زبانی امتحان لینے گیا تھا وہاں ایک عراقی اسکالر شیخ محمد عبدالکریم الکترانی جو الطریقة القادریة الکترانیة فی العالم کے رئیس تھے، ملاقات ہوئی۔ موصوف تصوف پر کام کرنے کی غرض سے ہندوستان آئے ہوئے تھے۔ تصوف اور حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب کے مزار کے تعلق سے دیر تک ان سے عربی زبان میں گفتگو ہوتی رہی مگر ان کا جواب یہی تھا کہ میں ان کا گھر تو جانتا ہوں مگر مزار مقدس کا علم نہیں۔ اسی وجہ سے اب تک مزار مقدس کی زیارت سے محروم ہوں۔ اور وہاں کے سجادگان کو بھی آپ کے مزار مقدس کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ہے۔

درج بالا شخصیات کے علاوہ اور بھی متعدد علماء اور دانشوروں سے میں نے اس موضوع پر گفتگو کی مگر سب نے لاعلمی اور موضوع کے تعلق سے اپنی عدم معلومات

کا اظہار کیا۔ اس سے میرے ارادے پست نہیں ہوئے بلکہ میں مسلسل تحقیق کی خارزار وادیوں میں اپنی عقل و خرد کے گھوڑے دوڑاتا رہا شبانہ روز جد و جہد اور مختلف مقامات کا سفر کرنے کے بعد موضوع کے تعلق سے جو میں نے تحقیق کی اسے "ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کا فروغ" کے عنوان سے ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ جامعہ ملیہ اسلامیہ جامعہ نگر نئی دہلی کے سہ ماہی مجلہ "اسلام اور عصر جدید" جولائی ۱۹۹۴ء میں شائع کر دیا۔ تصوف کے موضوع پر یہ خصوصی شمارہ تھا پھر وہی مقالہ مختصر رد و بدل کے ساتھ "برصغیر میں سلسلہ قادریہ کی اشاعت" کے عنوان سے بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد پاکستان کے سہ ماہی مجلہ "فکر و نظر" جلد ۳۳ شمارہ ۲ میں بھی شائع ہوا۔ اس کے بعد کچھ حذف و اضافہ کے ساتھ ۱۹۹۵ء میں رضوی کتاب گھر، دہلی نے کتابی شکل میں شائع کر کے مدارس لائبریریاں اور تمام اہل علم حضرات تک پہونچا دیں۔ ان تمام اشاعتوں کا مقصد صرف اتنا تھا کہ میری شب و روز کی جد و جہد سے جو ایک نئی تحقیق حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب کے تعلق سے منصۂ شہود پر آئی ہے اس سے ارباب دین و دانش کو باخبر کر دیا جائے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ میری یہ تحقیق کہاں تک درست ہے اور حلقۂ علم و دانش سے اس پر کس قسم کا رد عمل ہوتا ہے؟ مگر خدا کا فضل یہ ہوا کہ اہل علم کے حلقہ میں اس تحقیق انیق کی پذیرائی ہوئی۔ البتہ ناگور راجستھان ہی سے سلطان التارکین سیدنا صوفی حمید الدین ناگوری علیہ الرحمۃ کے مزار مقدس کے خدام اور اس کے زیر اثر چلنے والے مدرسہ کے دو ایک اساتذہ کی طرف سے دو ایک خطوط ضرور ملے لیکن جب اس تعلق سے میں نے ان سے کچھ شواہد و بینات طلب کئے تو ان بے چاروں نے خط کے جواب دینے ہی بند کر دیے۔ آستانہ صوفی حمید الدین ناگوری علیہ الرحمۃ والرضوان کے بعض سجادگان کو آستانہ بڑے پیر ناگور کے صاحب سجادہ سے کیا اختلافات ہیں اور کیوں؟ یہ بحث ہمارے موضوع سے خارج ہے البتہ دوران تحریر اگر کہیں اس کی ضرورت پڑی تو اس کی

وضاحت کردی جائے گی۔ چہ جائے کہ ہم پہلے اس اختلافی بحث میں الجھ کر قارئین کے ذہنی سکون کو غارت کریں مناسب یہ ہوگا کہ پہلے حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب کی ہندوستان میں آمد اور اس کے اسباب و وجوہ پر ایک طائرانہ نظر ڈال لی جائے تاکہ آپ کا مزار مقدس ناگور کی سرزمین پر باور کرانے میں کوئی دشواری نہ پیش آسکے۔ کوشش یہ ہوگی جو بات کہی جائے وہ حقائق و معارف اور دلائل و براہین کی روشنی میں پیش کی جائے۔

قدیم کتب سوانح میں حضرت سیدنا عبدالوہاب کے جو حالات ملتے ہیں وہ انتہائی مختصر ہیں سوائے چند سطور کے اور کچھ دستیاب نہیں۔ وہی ایک بات مختلف پیرایۂ بیان میں تقریباً ہر ایک کتاب میں موجود ہے۔ لیکن اس کے برخلاف جن مصنفین نے ہندوستان میں آپ کی آمد اور "ناگور" راجستھان میں وفات و مدفن کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے آپ کے حالات تفصیل سے قلمبند کئے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جو کچھ ہندوستانی مصنفین نے لکھا ہے وہی قرین قیاس ہے۔

حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی قدس سرہ کے سن وفات سے متعلق مورخین کے متضادات بیانات ہیں۔ اسی طرح مدفن کے بارے میں بھی قدیم و جدید کتب سوانح سے کئی روایتیں ملتی ہیں۔ اس اختلاف کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ تاریخی واقعات عام طور سے کتابوں کی مدد یا مشاہدین کی زبانی مرتب کئے جاتے ہیں۔ مورخین اور سوانح نگاروں کو اس کی توفیق کم ہوتی ہے کہ جس چیز کے بارے میں اپنے افکار و خیالات سپرد قلم کرنے جارہے ہیں اس کا بچشم خود مشاہدہ کرلیں۔ اگر کسی ایک مورخ کو تاریخی حقائق بیان کرنے میں کہیں سہو ہوجاتا ہے تو دوسرے مصنفین عام طور سے اسی کو سند بناکر دہراتے رہتے ہیں۔ حضرت قطب الہند سیف الدین عبدالوہاب جیلانی علیہ الرحمہ کے تعلق سے چونکہ یہ سب کچھ بلا مشاہدہ ہوا۔ اس لئے آپ کے مدفن کے تعلق سے کئی ایک غلط فہمیاں معرض وجود میں آگئیں اور

ان غلط فہمیوں کے سبب وہ لوگ جو آپس میں شیر و شکر تھے ایک دوسرے کو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شہر ناگور ہی میں دو دھڑوں کے درمیان قلمی معرکے شروع ہو گئے۔ جب مجھے ان اختلافات کا علم ہوا اور میں نے اس کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کی تو پتا چلا کہ بات صرف پیٹ یعنی مزارات سے حاصل ہونے والی آمدنی کی ہے۔ اگر ایک مزار کے علاوہ شہر ناگور میں کسی دوسرے بڑے بزرگ کے مزار کو تسلیم کر لیا جائے اور اسے شہرت مل جائے تو بلاشبہ زائرین اور معتقدین تقسیم ہو جائیں گے جس کے نتیجے میں مزارات سے حاصل ہونے والی آمدنی آدھی رہ جائے گی۔ یہ بات میں اس لئے لکھ رہا ہوں کہ ۱۹۹۴ء میں جب راقم نے حکومت ہند کے مالی تعاون سے "شمالی ہند میں سلسلہ قادریہ۔ آغاز وارتقاء" کے موضوع پر کام کرنا شروع کیا تو خواہش یہ ہوئی کہ پہلے اس ذات والا صفات کا پتا لگایا جائے کہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے وہ کون سے بزرگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرزمین ہند کو سرفراز کیا اور اپنی شبانہ روز مساعی سے بندگان خدا کے دلوں میں ایمان و یقین کی شمع روشن کی۔ اس سلسلے میں راقم نے جب تحقیق و جستجو شروع کی تو تقریباً پندرہ ایسے بزرگوں کے نام سامنے آئے جن کے بارے میں ان کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ سلسلۂ قادریہ کے یہی وہ پہلے بزرگ ہیں جن کی ذات سے ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کا فیضان عام و تام ہوا۔ ایک محقق کے لئے بیک وقت پندرہ لوگوں کو کسی ایک چیز کا بانی تسلیم کرنا بڑا مشکل امر تھا۔ اس لئے میں اصل بانی کی تتبع اور تلاش میں لگ گیا، اور اس سلسلے میں مجھے جن مشکلات سے دوچار ہونا پڑا اس کا اجمالی تذکرہ سطور ذیل میں کیا جا رہا ہے۔

راقم السطور جس زمانہ میں شمالی ہند کی عظیم درسگاہ "الجامعۃ الاشرفیہ" مبارک پور اعظم گڑھ میں زیر تعلیم تھا۔ اسی وقت اپنے اساتذہ سے سنا کرتا تھا کہ کہا جاتا ہے حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی کے فرزند اکبر حضرت سیدنا سیف الدین

عبدالوہاب جیلانی کا مزار مقدس ناگور راجستھان میں ہے۔ اس وقت کی بات میرے حاشیہ خیال میں محفوظ تھی جب اس موضوع پر کام شروع ہوا اور طرح طرح کی مشکلات در پیش آئیں تو پھر میں نے ناگور کا بھی رخت سفر باندھا اور وہاں درگاہ بڑے پیر نامی ایک خانقاہ میں حاضری دی۔ آسودۂ خواب تمام بزرگان دین کے مزارات مقدسہ پر فاتحہ پڑھا۔ شمس تالاب کے غربی جانب بالکل متصل لال گنبد کے نیچے اپنی اہلیہ کے ہمراہ حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب علیہ الرحمۃ والرضوان آرام فرما ہیں اور اسی مزار کے سامنے باہری دالان میں آپ کے خانوادہ کے دیگر افراد آسودۂ خواب ہیں۔ اور اسی مزار سے متصل دکھن جانب وہ درخت بھی ابھی کھڑا ہے جس کے نیچے آپ نے ہندوستان میں مستقل اقامت کی غرض سے پڑاؤ ڈالا تھا۔ وہاں کے صاحب سجادہ سے جب یہ معلوم ہوا کہ یہی غوث پاک کے فرزند اکبر کا مزار مقدس ہے۔ تو آپ سے متعلق تبرکات اور شاہی دستاویزات و فرامین کی زیارت کا شوق دامن گیر ہوا۔ اسی وقت صاحب سجادہ نے اس آستانہ اور صاحب آستانہ سے متعلق کئی ایک کتابوں اور شاہی فرامین کی زیارت کرائی جس سے میرا شبہ یقین کی حدوں کو چھوتا ہوا نظر آنے لگا۔ ضروری کاغذات کے عکوس حاصل کئے جن کا ذکر نوادرات کی بحث میں آواخر کتاب میں کیا جائے گا۔

ناگور سے واپسی کے بعد "ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کا فروغ" کے عنوان سے ایک مبسوط مقالہ شائع کیا اور یہی مقالہ مختصر رد و بدل کے ساتھ پاکستان میں بھی شائع ہوا۔ اس مقالے کے تعلق سے کئی ایک تعریفی خطوط آئے مگر کسی نے تنقید کا نشانہ نہ بنایا اگر کسی کو اس تحقیق پر اعتراض تھا تو وہ حضرت سلطان التارکین سیدنا صوفی حمید الدین ناگوری علیہ الرحمہ کے بعض سجادہ نشین اور ان کے بہی خواہ حضرات تھے ان کی طرف سے دو ایک مراسلے راقم السطور کے پاس آئے۔ جس میں ان حضرات نے سیدنا عبدالوہاب علیہ الرحمۃ والرضوان کے تعلق سے ریسرچ و تحقیق سے باز

رہنے کا مشورہ دیا اور زجر و توبیخ کرتے ہوئے یہ بھی لکھا تھا کہ حضرت سیدنا عبدالوہاب جیلانی علیہ الرحمہ کا مزار مقدس حلبہ بغداد میں ہے جس کا فوٹو بھی یہاں کے سجادگان کے پاس محفوظ ہے۔ اس اطلاع سے مجھے مسرت ہوئی اور میں نے جواباً لکھا کہ مجھے اپنی تحقیق پر نظر ثانی کرنے میں کوئی جھجک نہیں ہوگی۔ بشرطیکہ آپ حضرات سیدنا عبدالوہاب علیہ الرحمہ کے حلبہ میں واقع مزار مقدس کا فوٹو آستانہ عالیہ قادریہ بغداد کے موجودہ سجادہ نشین کی تصدیق کے ساتھ میرے پاس ارسال کر دیں۔ میری اس تحریر اور عرضداشت کے جواب میں دارالعلوم صوفیہ حمیدیہ گاندھی چوک ناگور کے ایک مدرس جن سے میری خط و کتابت چل رہی تھی انہوں نے اپنے مکتوب میں لکھا:

> "آپ کا ارسال کردہ مکتوب نامہ ملا۔ آپ نے ہم سے مزار مقدس کا فوٹو طلب کیا ہے، معاف کیجئے گا۔ پیرزادوں کے پاس موجود ہے جس کا حصول اپنے لئے امر عسیر ہے۔" (مکتوب، ب ت)

بات سمجھ میں نہیں آتی ہے کہ سیدنا صوفی حمید الدین ناگوری علیہ الرحمہ کے سجادہ نشین جن کی حمایت میں خط لکھا جا رہا ہے انہی سے مزار مقدس کا فوٹو طلب کرنا مکتوب نگار کے لئے امر عسیر ہے تو پھر اس بے بسی کا میرے پاس کوئی علاج نہیں۔ لیکن جب میں دوسری بار بغرض ریسرچ و تحقیق ناگور حاضر ہوا اور جو کچھ میں نے اس موضوع پر مواد اکٹھا کیا تھا اسے وہاں مجمع عام میں بیان کیا تو لوگوں کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ مگر وہ لوگ جن کا دعویٰ ہے کہ سیدنا عبدالوہاب کا مزار مقدس ناگور میں نہیں ہے ان کی طرف سے کچھ کاغذ کے پرزے ملے جن سے معلوم ہوا کہ ان حضرات نے کافی تگ و دو کی ہے اور ناگور میں حضرت سیدنا عبدالوہاب کا مزار مقدس نہ ہونے کے تعلق سے ڈھیر سارا مواد اکٹھا کر لیا ہے جب میں نے ان حاصل کردہ مواد کو جاننے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ مفتیان کرام کے فتادے ہیں جو اس تعلق سے انہوں نے استفتا کر کے حاصل کیے ہیں۔ مستفتی نے سوال میں مفتیان کرام سے حضرت سیدنا عبدالوہاب جیلانی حضرت سیدنا عبدالقادر ثانی اور

حضرت سیدنا عبدالرزاق علیہم الرحمۃ والرضوان جو درگاہ بڑے پیر ناگور میں آسودۂ خواب ہیں ان کے مزارات مقدسہ کے بارے میں بھی تفصیل مانگی تھی۔ اس استفتا کا جواب مفتیان کرام نے قلائد الجواہر کے حوالے سے لکھا کہ حضرت سیدنا عبدالوہاب کا مزار حلبہ بغداد میں ہے۔ اور بعض نے لکھا کہ سیدنا عبدالوہاب علیہ الرحمہ کا مزار مقدس بغداد شریف میں ہے اور حضرت عبدالقادر ثانی اور حضرت عبدالرزاق کون بزرگ ہیں ان سے میں واقف نہیں۔

کون بزرگ کہاں دفن ہیں کون سے بزرگ کہاں کے رہنے والے ہیں یہ کوئی فقہی مسئلہ نہیں جس کے لئے مفتیان کرام کی طرف رجوع کیا جائے۔ استفتا کرنے والوں کو اس سلسلے میں اس موضوع پر کام کرنے والوں کی رہنمائی حاصل کرنی چاہیے تھی۔ مگر ان بے چاروں کو کون سمجھائے جنہوں نے ہر درد کا مداوا اور ہر مسئلہ کا حل مفتیان کرام کی ذات ستودہ صفات کو سمجھ رکھا ہے۔

ان حضرات نے سفارت خانہ جمہوریۂ عراق سے بھی رابطہ قائم کیا جس کے جواب میں انہوں نے لکھ دیا کہ سیدنا عبدالوہاب کا مزار مقدس بغداد میں ہے لیکن پھر بعد میں اپنے ایک مکتوب میں انہوں نے اس کی تردید کی اور لکھا۔

> "ہم عراق میں دفن ہوئے آدمیوں کا ریکارڈ نہیں رکھتے، عراق میں کئی ملکوں کے ہزاروں مسلمانوں کو دفن کیا گیا ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ ان کے نام کا کوئی دوسرا آدمی وہاں دفن ہو چونکہ حضرت عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کے کچھ بزرگ وہاں پر دفن ہیں اس لئے ہم نے سوچا کہ حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بھی وہاں ہوگا۔ ہماری اطلاع صحیح نہیں ہے۔"(۱)

عراقی سفارت خانہ دہلی سے ناصیف ج، م احمدی نے حضرت سیدنا عبدالوہاب جیلانی کے تعلق سے جو بھی لکھا ہے وہ درست لکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ کس بزرگ کا

۱۔ سفارت خانہ جمہوریہ عراق، نئی دہلی [illegible]

مزار کہاں ہے یہ مسئلہ تحقیق کا ہے اور سفارت خانوں کے معاملات ریسرچ و تحقیق سے ہٹ کر ہیں۔ مگر پھر بھی انہوں نے معلومات فراہم کی ہیں وہ قابل قدر ہیں۔ ان کی اس لاعلمی سے اتنا ضرور پتا چلتا ہے کہ سیدنا عبدالوہاب کا مزار مقدس حلبہ بغداد میں ہونا ثابت نہیں مگر "ردالکاذبین" کے مصنف رحمت اللہ رونق نے جس اعتماد کے ساتھ آپ کے مزار مقدس کو حلبہ بغداد میں ہونا بتایا ہے اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ موصوف کو اس مزار مقدس کی زیارت ہی صرف نہیں بلکہ مدتوں جاروب کشی کا بھی شرف حاصل رہا ہے۔ فرماتے ہیں:

> "حضرت سیدنا سلطان الاولیاء غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے صاحب زادہ کلاں وسیلہ ہر دو جہاں حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب فرزند گرامی کا مزار پرانوار بغداد شریف (عراق) میں ہے اور بفضلہ تعالیٰ مقبرہ حلبہ میں اور حکومت عراق کے محکمہ اوقاف کی نگرانی میں ہر طرح محفوظ و مامون ہے اسے کسی طرح کی توڑ پھوڑ سے کبھی کوئی نقصان نہیں ہوا ہے۔"(۱)

مصنف ردالکاذبین محمد رحمت اللہ رونق کے بقول سیدنا سیف الدین عبدالوہاب کا مزار ہر طرح حلبہ بغداد میں محفوظ و مامون ہے اور دارالعلوم صوفیہ حمیدیہ ناگور کے ایک استاذ کی تحریر کے بموجب صاحب سجادہ کے پاس اس مزار مقدس کا فوٹو بھی موجود ہے ایسی صورت میں محمد رحمت اللہ رونق (اللہ تعالیٰ انھیں غریق رحمت کرے) ردالکاذبین میں طول طویل بحث چھیڑنے کے بجائے اگر آستانہ عالیہ قادریہ بغداد کے صاحب سجادہ کی تصدیق اور تحریری سند کے ساتھ مزار مقدس کا فوٹو مذکورۃ الصدر کتاب میں شائع کر دیتے تو ہمارے خیال سے معاملہ کی صفائی ممکن تھی اور فریقین کے درمیان مفاہمت کی کوئی راہ پیدا ہو سکتی تھی مگر وہ ایسا کیوں نہ کر سکے معلوم نہیں۔ اور وہ کون سے عوامل تھے جس کے باعث مصنف ایسا

۱۔ ردالکاذبین ص ۳۸

کرنے سے باز رہے۔ یہ بجائے خود باعث تشویش اور غور طلب امر ہے۔ ہم یہاں ایک مستند عالم دین حضرت مولانا شاہ عبدالحمید محمد سالم قادری سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ مولوی محلہ بدایوں کے مکتوب ۱۳؍ جولائی ۱۹۹۵ء کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں جو بلاناغہ ہر سال بغداد شریف گیارہویں شریف کے موقع پر حاضری دیتے ہیں اور آستانہ عالیہ قادریہ ہی میں سجادہ نشین کے مہمان ہوتے ہیں وہ لکھتے ہیں:

"بغداد شریف حاضری ہوئی وہاں حضرت سیدنا عبدالوہاب قدس سرہ کے مزار سے متعلق کسی کو صحیح معلوم نہیں ہے۔"

اسی طرح اور بھی علمائے کرام کے بیانات اور تحریریں ہیں جنھوں نے حالت بیداری میں اپنے ماتھے کی نگاہوں سے دن کے اجالے میں حلبہ بغداد کا معائنہ کیا۔ بارگاہ غوثیت میں حاضری دی۔ مگر انہیں وہاں کہیں حضرت سیدنا عبدالوہاب قدس سرہ کا مزار مقدس نظر نہیں آیا طوالت کے خوف سے ان بیانات اور تحریروں کو نقل کرنے سے صرف نظر کیا جارہا ہے۔

مدفن ناگور ـــــ سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ بغداد کی تحریر

شہر ناگور میں حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب قدس سرہ کے مزار مقدس کی زیارت اور فیوض و برکات حاصل کرنے کے لئے آستانہ عالیہ قادریہ بغداد معلی سے بعض سجادگان یہاں تشریف لائے اور تحریری طور پر اس کی تصدیق فرمائی کہ یہ مزار ہمارے آباء واجداد سیدنا عبدالوہاب جیلانی علیہ الرحمہ کا ہے۔ سفر ناگور کے دوران تحریری طور پر جو تصدیق نامہ اس دور کے سجادہ نشین حضرت سید فخر الدین کو دیا تھا وہ عربی زبان میں تھا۔ اس کا متن اور اردو ترجمہ ذیل میں دیا جارہا ہے۔

"من جانب عبداللہ احمد القادری البغدادی"

تمام مریدین و معتقدین شہر ناگور اجمیر وغیرہ علاقہ ہندوستان کے

عافیت کے ساتھ رہیں۔

چونکہ سید السادات مجمع الحسنات عالی منقبت و مراتب خلاصہ خاندان قادری اولاد حضرت محبوب سبحانی سید محمد محی الدین ہیں اور علم و عمل سے آراستہ و پیراستہ ہیں۔ صحیح المنسب اور شریف الحسب اولاد حضرت غوث پاک جملہ ہیں ان اوصاف اور خوبیوں کے باوجود کفرستان مارواڑ میں سکونت رکھتے ہیں اور عزوشان کے ساتھ رہتے ہیں اور پہلے ہی سے ہمارے بزرگ اور ان کے بزرگ باہم منسوب اور برادر ہیں اور نہایت میل و محبت قائم ہے اسی بنا پر تمام مریدین و معتقدین عالی کو بتایا جاتا ہے کہ نذرو نیاز ہمارا حق ہے اور نیاز غوث پاک بحوالہ اخوی صاحب مولوی سید فخر الدین صاحب ظاہر ہے۔ سند رضا مندی حضور غوث پاک کی چاہیں اور جو کچھ خدمت اور ادب اس فقیر کا کرتے ہیں اسی طرح ان کی اولاد کا بھی کریں تاکہ ہم بھی خوش رہیں اور کچھ لوگ منافق قسم کے جو حضور غوث پاک کے منکر ہیں شیطانوں کے پاس رہنے کی وجہ سے بغض وحسد اور کینہ ہم سے رکھتے ہیں اور عداوت سے جل کر کہتے ہیں کہ جناب قطب الاقطاب سید عبدالوہاب صاحب فرزند حضور غوث پاک شہر ناگور میں نہیں آئے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ عبدالوہاب دوسرے ہیں، غوث پاک کی اولاد میں سے نہیں ہیں محض غلط اور بے بنیاد ہے۔ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ لہٰذا ان کا اعتبار نہ کیا جائے یہ لوگ ہمارے بارے میں بھی طرح طرح کے بہتان بناتے ہیں۔ بغداد میں سب لوگ جانتے ہیں کہ میرے دادا سیف الدین عبدالوہاب شہر ناگور میں آرام فرما ہیں اور یہ فقیر بھی ہندوستان میں محض اپنے دادا کے مزار کی زیارت کی غرض سے آیا تھا۔ میں نے اپنے جد حضرت سیدنا عبدالوہاب جیلانی اور دوسرے بزرگ حضرت سیدنا عبدالقادر ثانی کے مزارات مقدسہ کی زیارت کی اور اپنے بھائیوں سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور ان کے ساتھ

کھانا بھی کھایا۔ وہاں سے فراغت کے بعد دہلی آیا اور یہاں بھی بزرگوں کے مزارات پر حاضری دی۔

یہ چند سطریں میں نے اس لئے لکھدیں تاکہ سب لوگ باہم اتحاد و اتفاق کے ساتھ رہیں۔ منافقین کی باتوں میں نہ آئیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث یاد رکھیں۔ ان کی اولاد کو خوش رکھیں اور خدا اور رسول کی رضا چاہیں۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

ربیع الاول ۱۱۹۱ھ

اس والا نامہ کے سر آغاز ہی میں ایک مہر ثبت ہے جس پر "عبدہ سید احمد القادری کندہ ہے قارئین کے اطمینان قلب کے لئے ذیل میں اس والا نامہ کا عکس دیا جارہا ہے۔

مدفن ناگور۔ سید محمد ابراہیم بغدادی کا اظہار خیال

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے خانوادہ کے ایک اور بزرگ جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت سید محمد ابراہیم بغدادی تھا۔ ۱۳۲۶ھ میں ناگور تشریف لائے اور درگاہ بڑے پیر میں حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب قدس سرہ کے مزار مقدس پر حاضری دی۔ انہوں نے بھی اس وقت کے سجادہ نشین حضرت سید حسن علی کو درج ذیل تحریر دی۔ جس میں انہوں نے واضح طور پر اس کا اعتراف کیا تھا کہ یہ ہمارے جد حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب کا مزار مقدس ہے جس کا ادب واحترام تمام مسلمانوں پر لازم اور ضروری ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"یقول العبد الضعیف سید محمد بن سید محمد ابراهیم البغدادی من ولد سیدنا شیخ المشائخ قطب الاقطاب باز الاشهب (واقف) الاحوال سلطان الاولیاء برهان الاصفیاء سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی الله تعالی عنه

اما بعد ! انی وردت بلدة ناگور سنة الف و ثلث مأة و سنة عشرین من الهجرة النبویه (ط) صلی الله تعالی علی صاحبها صلوٰة ...... ورایت هناك رجلا كثير الرماد كريما حليما محسنا خليقا يقال له سيد حسن علی من اولاد الرسول صلی الله تعالی علیه وسلم عدد النفوس و العقول منتسباً الی جدی سید عبدالقادر جیلانی رضی الله تعالی عنه نسباً و خلافتاً هو من خیار تلك البلدة عبداً كثيراً اهلها و قبور آبائه فی تلك البلدة معروف بالزیارة یزور

الخلائق هنا ويتبركون بهما و يجدون منها منافع الدين والدنيا الا ان بعض الاشخاص من تلك البلدة ينكرون على القبور وعلى السيادة عناداً لعزة و جلهة و عندى ...... لانكارهم وانوار السيادة يتلالاء عن تلك القبور و اخلاق السيادة يتفرع على سيد حسن على بابه جالس عند ابواب القلوب مبالغاً فى مراعات حقوق ابن السبيل والايتام ...... والمنكسرة قلوبهم بل يناسب عندى ان يكنى بابى الفيضان لكثرة الضيافة واطعام الطعام اياهم جزاه الله تعالىٰ خيرالجزاء"

(بندہ ضعیف سید محمد بن سید محمد ابراہیم بغدادی جو شیخ الشائخ قطب الاقطاب بازالاشہب سلطان الاولیاء برہان الاصفیاء حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کی اولاد سے ہے عرض کر رہا ہے۔

میں ۱۳۲۶ھ میں ناگور آیا، میری ملاقات یہاں ایک ایسے شخص سے ہوئی جو انتہائی خلیق، فیاض، شریف النفس اور سخی ہے جس کا نام سید حسن علی ہے اور جن کا نسبی تعلق میرے جد محترم حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی بغداد کے واسطہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اور سلسلہ خلافت بھی انہی سے ہے ان کا شمار شہر کے معززترین لوگوں میں ہوتا ہے ان کے اجداد کی قبریں بھی اسی شہر میں ہیں جہاں سے بندگان خدا فیوض و برکات اور دین و دنیا کی ساری نعمتیں حاصل کرتے ہیں۔ مگر اس شہر کے بعض لوگ عناداً ان کی سیادت پر شبہ ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ان کے آباء و اجداد کی قبریں نہیں۔ میرے نزدیک ان کا یہ انکار درجہ اعتبار سے باہر ہے۔ حالانکہ سیادت کی تابانی اور اس کا جاہ و جلال ان کی قبروں سے نمایاں ہے۔

جناب سید حسن علی بھی عظمت سیادت سے مزین ہیں مسافروں،

یتیموں، بیواؤں اور شکستہ حال لوگوں کی دل کھول کر مدد کرتے ہیں۔
کثرت ضیافت کے باعث اگر انہیں ابوالفیضان کہا جائے تو بے جانہ
ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے)

حضرت سید محمد بن سید ابراہیم نے اپنی دستاویزی تحریر میں صراحتاً تو یہ نہیں لکھا ہے کہ حضرت سیدنا عبدالوہاب یہاں آسودہ خواب ہیں لیکن اتنی وضاحت ضرور فرمائی ہے کہ موجودہ سجادہ نشین حضرت سید حسین علی کا نسبی تعلق حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی سے ہے اور ان کے آباء واجداد یہاں مدفون ہیں جن سے بندگان خدا فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔

بغداد معلیٰ سے تشریف لانے والے ان دونوں زائرین کی تحریروں سے یہ پتا چلتا ہے کہ شہر ناگور میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو اس آستانہ بڑے پیر سے عناد و نفرت رکھتے ہیں اور اس آستانہ کی عظمت اور صاحب مزار کی سیادت پر شبہ ظاہر کرتے ہیں۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ صاحب مزار حضرت سیدنا عبدالوہاب جیلانی کے تعلق سے غلط فہمیاں اور بدگمانیاں ایک عرصہ سے ناگور کے لوگوں میں پائی جاتی رہی ہیں جب میں نے دوران تحقیق اس کی گہرائی میں جانے کی کوشش کی اور یہ پتا لگانے کی جدوجہد کی کہ اس درگاہ بڑے پیر سے متعلق غلط فہمیاں اور بدگمانیاں تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ عوام الناس میں کیوں پھیلائی جارہی ہیں تو بہت تتبع اور تلاش کے بعد کچھ ایسی کتابوں تک میری رسائی ہوئی جن کے ذریعہ معلوم ہوا کہ یہ رسہ کشی اور مقدمہ بازی آج سے نہیں بلکہ شہنشاہ اکبر کے دور حکومت یعنی دسویں صدی ہجری ہی سے ہے۔
جس زمانے میں یہ اختلاف شروع ہوا اس وقت آستانہ عالیہ حضرت سیدنا عبدالوہاب جیلانی یا بالفاظ دیگر درگاہ حضرت بڑے پیر کے سجادہ نشین حضرت سید خلیل اللہ علیہ الرحمۃ والرضوان تھے۔ قدیم وجدید مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتابوں سے جو اس اختلاف کی تفصیل معلوم ہوئی اس کا اجمالی تذکرہ ذیل میں کیا جارہا ہے۔

درگاہ بڑے پیر ناگور کی مخالفت کیوں؟

حضرت سید خلیل اللہ علیہ الرحمہ سلسلہ قادریہ کے مشہور بزرگ حضرت سیدنا حامد گنج بخش علیہ الرحمۃ والرضوان کے فرزند ارجمند تھے۔ سلسلہ قادریہ کی یہ دولت انہیں ورثہ میں ملی تھی۔ سیدنا حامد گنج بخش حضرت سیدنا عبدالرزاق علیہ الرحمۃ کے اور وہ حضرت سیدنا عبدالقادر ثانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے بیٹے تھے۔ موخر الذکر دونوں بزرگان دین کا مزار مقدس ناگور راجستھان اور بقول بعض اوچہ پاکستان میں ہے۔ البتہ حضرت سیدنا حامد گنج بخش علیہ الرحمہ اوچہ لاہور پاکستان میں آسودۂ خواب ہیں۔

حضرت سیدنا حامد گنج بخش کے تین فرزند تھے اور تینوں اپنے دور کے ولی کامل تھے۔

۱۔ حضرت سید موسیٰ گیلانی

۲۔ حضرت سید عبداللہ

۳۔ حضرت سید خلیل اللہ (علیہم الرحمۃ والرضوان)

اول الذکر حضرت سید موسیٰ گیلانی وہی بزرگ ہیں جن سے محقق علی الاطلاق حضرت سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے سلسلہ قادریہ کا فیضان حاصل کیا تھا۔ اس طرح ان کا یہ سلسلۂ خیر وبرکت حضرت سیدنا عبدالوہاب جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان سے ہوتے ہوئے بانی سلسلہ قادریہ حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان پر منتہی ہوتا ہے۔

حضرت سیدنا حامد گنج بخش کے اول الذکر دونوں فرزند اوچہ لاہور میں آسودۂ خواب ہیں۔ لیکن فرزند سیوم حضرت سیدنا خلیل اللہ نوشتہ تقدیر کے بموجب اپنے جد گرامی کی اجازت سے اوچہ لاہور سے ناگور آئے اور یہاں درگاہ بڑے پیر میں سجادہ

نشینی کے فرائض انجام دیئے ان کے اخلاق و کردار کے باعث باشندگان ناگور کے دلوں میں ان کی اس درجہ قدر و منزلت بیٹھ گئی کہ لوگ حد درجہ ان سے محبت کرنے لگے۔ عوام میں ان کی بے پناہ مقبولیت سے کچھ لوگوں کو تکلیف ہوئی اور خواہ مخواہ ان سے بغض و حسد اور عناد و نفرت رکھنے لگے۔ ان مفسدین اور حاسدین میں ملک جلیل عباسی اور دوسرے شیخان ابوالفضل و فیضی کی اولاد کے علاوہ حضرت سیدنا سلطان التارکین صوفی حمیدالدین ناگوری علیہ الرحمۃ والرضوان کی اولاد خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ یہ تمام حاسدین اور مفسدین ایک جگہ جمع ہوئے۔ ایک دوسرے سے عہد و پیمان لیا اور حضرت خلیل اللہ سجادہ نشین درگاہ حضرت بڑے پیر صاحب کے خلاف صف آرا ہونے کی قسمیں کھائیں۔ عہد و پیمان کے مطابق باشندگان ناگور کو اس درگاہ کے خلاف بہت بھڑکایا گیا اور اس درگاہ میں آسودہ خواب تمام بزرگان دین کی شان میں ایسے نازیبا و رکیک جملے استعمال کئے گئے جس کے سننے کے بعد ایک مومن کا دل کانپ جاتا ہے اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مخالفت کی انتہا تو اس وقت ہوئی۔ جب حاسدین اس معاملہ کو شہنشاہ اکبر کے دربار میں اکبر آباد (آگرہ) لے گئے۔ وہاں بھی حسب عادت ان حاسدین نے درگاہ بڑے پیر اور اس میں آسودہ خواب بزرگان دین کے تعلق سے بہت کچھ کہا مگر دلائل و براہین سے وہ لوگ اپنا موقف صحیح طور پر ثابت نہ کر سکے۔ بر سر اجلاس جھوٹا بننا پڑا جس کے پاداش میں ان تمام حاسدین کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر قلعہ گوالیار میں نظر بند کر دیا گیا۔ پورے تین سال جیل کی سلاخوں کے اندر رہے۔ تین سالہ جیل کی سزا جھیلنے کے بعد ان حاسدین کے لئے قتل کا فرمان جاری ہوا جب اس کی خبر درگاہ بڑے پیر کے صاحب سجادہ حضرت سیدنا خلیل اللہ کو ہوئی تو وہ آگرہ اکبر اعظم کے دربار میں خود حاضر ہوئے اور از راہ کرم ان حاسدین کے معاملہ میں مداخلت کی اور حکم قتل منسوخ کرا لیا۔ اس واقعہ کا تفصیلی ذکر جواہر الاعمال کے مصنف نے ان لفظوں میں کیا ہے۔

"حضرت سید خلیل اللہ بحکم تقدیر ایزد تعالیٰ و بہ اجازت حضرت جد خود بروضہ حضرت سید عبدالوہاب سیف الدین اکبر در شہر ناگور آمدہ در چند سال گذاری کردہ بعد از تقضا بہ مفسداں و حاسداں چنانچہ ملک جلیل عباسی و دیگر شیخاں از اولاد ...... ابوالفضل و فیضی و دیگر اولاد سلطان التارکین ہمہ حاسداں جمع شدند و عقد موافقت بستند و پیش اکبر بادشاہ در اکبر آباد رفتند، چوں و چرا بسیار کردند و آخر الامر آں بدخواہاں کاذب شدند و ایشاں را طوق زنجیر کردہ درمیان قلعہ گوالیر انداختند تا بہ سہ سال کامل و بعد ازاں بادشاہ اکبر انار اللہ برہانہ فرمود کہ ایشاں را بہ قتل رسانید و ایں ماجرائے و حقیقت بہ سمع حضرت سید خلیل اللہ رسید و آں ولی را بر خلق خدائے ترحم آوردہ ازاں زماں برخاستہ اکبر آباد رفت و ایشاں را آزاد کردند۔"(۱)

حضرت سید خلیل اللہ سجادہ نشین درگاہ بڑے پیر کے سبب جب ان حاسدین کی رہائی ہو گئی تو اس جھوٹ اور فریب جس کے سب انہیں دار و رسن کی صعوبتوں سے دوچار ہونا پڑا اور مار ڈالنے کا حکم صادر ہوا۔ ان پر ایسی ندامت طاری ہوئی کہ پھر ان لوگوں نے باشندگان ناگور جنہیں درگاہ بڑے پیر کے سجادہ نشین کے خلاف ورغلایا تھا منہ نہ دکھایا اور ناگور چھوڑ کر کالپی اور ہندوستان کے دوسرے شہروں میں جاکر مستقل سکونت اختیار کرلی۔ اس وقت جو لوگ اپنے آپ کو سیدنا صوفی حمید الدین ناگوری علیہ الرحمۃ والرضوان کی اولاد بتا کر ان کے مزار مقدس سے حاصل ہونے والی نذر و نیاز اور فتوحات کے حقدار بنتے ہیں یہ لوگ دراصل صوفی صاحب علیہ الرحمہ کی اولاد نہیں بلکہ ان کی اولاد ہیں جنہیں ان کے والدین نے نذر کے طور پر خدمت کے لئے صوفی صاحب کی درگاہ میں چھوڑ رکھا تھا۔ اس حقیقت کا انکشاف بھی جواہر الاعمال کے مصنف نے کیا ہے۔

"و آں حاسداں از کذب خود سر فرود کشیدہ درمیان شہر کالپی رفتند

۱۔ جواہر الاعمال ص ۲۹۳

وازاں اولاد اوشاں در میان ناگور نہ آمدہ اند وایشاں کہ در ناگور اند از
اولاد منذور واست کہ در خدمت حضرت صوفی سلطان التارکین ماندہ
است برائے جاروب وخدمت۔"(۱)

حضرت سید خلیل اللہ اپنے حاسدین کو رہائی کا پروانہ دلانے کے بعد اکبر آباد سے ناگور واپس آئے اور اپنے فرزند سعید سید محمد کو سجادہ نشینی کا اہم منصب سپرد کر کے اوچہ واپس چلے گئے اور آپ کی اولاد ناگور میں ہی رہی اوچہ میں آپ کا وصال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔

حضرت سیدنا شیخ حامد مشہور بہ حامد گنج بخش کے ذکر میں تحفۃ الابرار کے مصنف مرزا آفتاب بیگ عرف محمد نواب مرزا بیگ لکھتے ہیں:

"مخدوم سید خلیل بھی آپ کے فرزند تھے جو پیر و مرشد شاہ بادشاہ ہندوستان کے تھے اور شیخ داؤد کرمانی کہ شیر گڑھ میں آسودہ ہیں آپ کے خلفاء سے ہیں۔ یہ بھی منقول ہے کہ آپ مرید اپنے جد بزرگوار سید عبدالقادر ثانی کے ہیں۔"(۲)

حضرت سید خلیل اللہ اپنی عیال کو ناگور چھوڑ کر اوچہ چلے گئے اور وہیں اللہ کو پیارے ہوگئے مگر آپ کی اولاد اور اوچہ کے دیگر خانوادہ کے لوگوں کے درمیان رسم و راہ برابر رہی اور آنے جانے کا سلسلہ بھی رہا۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ حضرت عبدالقادر ثانی کے فرزند ارجمند حضرت سید زین العابدین کی شہادت ۹۹۴ھ / ۱۵۸۶ء میں رہزنوں کے ہاتھوں اس وقت ہوئی جب وہ اوچہ سے ناگور یا ناگور سے اوچہ تشریف لے جا رہے تھے۔ تحفۃ الابرار کے مصنف مرزا آفتاب بیگ، حضرت سید زین العابدین بن سید عبدالقادر ثانی کے حالات میں لکھتے ہیں۔

"آپ مرید و خلیفہ اور فرزند شیخ عبدالقادر ثانی کے ہیں اور حیات میں اپنے باپ کے فوت ہوگئے تھے۔ آپ راہ ناگور میں راہزنوں کے

۱۔ جواہر الاولیاء ص ۲۲۳
۲۔ تحفۃ الابرار ص ۱۶

ہاتھوں شہید ہو گئے تھے۔"(۱)

ممکن ہے یہ قتل حاسدین کے ہاتھوں آپس کی شکر رنجی کے باعث عمل میں آئی ہو، بہر حال معاملہ جو کچھ ہو مگر اتنا ملے ہے کہ درگاہ بڑے پیر صاحب کو لے کر باشندگان ناگور میں اختلافات گیارہویں صدی ہجری سے ہی ہیں اور یہ اختلاف کسی نہ کسی شکل میں تادم تحریر موجود ہے۔ محمد رحمت اللہ رونق چشتی کی کتاب "ردالکاذبین ودلیل الصادقین" نامی کتاب اس اختلاف کے پس منظر میں منصۂ شہود پر آئی اور اس میں وہ سب کچھ لکھا گیا جو ایک صاحب سجادہ کو کسی طرح زیب نہیں دیتا۔ درگاہ بڑے پیر اور درگاہ صوفی حمید الدین ناگوری کے سجادگان کے درمیان اس تعلق سے مقدمہ بازی بھی ہوئی۔ اور ہزار ہا روپیوں کا نقصان بھی ہوا۔ مگر "الحق یعلو" حق ہمیشہ سرفراز ہی رہتا ہے اس مقدمہ میں حق کو فتح و نصرت حاصل ہوئی اور باطل شکست وریخت سے دوچار ہوا۔ یعنی درگاہ بڑے پیر کے صاحب سجادہ پیر سید ذوالفقار علی جیلانی اس مقدمہ میں کامیاب وکامراں ہوئے۔ غوث پاک اور ان کے فرزند سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی ناگوری علیہما الرحمۃ والرضوان کا ان پر کرم رہا کہ باطل کا پنجہ مروڑ کر حق وصداقت کا پرچم بلند کر کے ہی دم لیا۔ اگلے صفحات میں مقدمہ کا وہ فیصلہ کن بیان بھی دیا جا رہا ہے تاکہ حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدین اور درگاہ بڑے پیر سے وابستہ متوسلین اور ارباب ارادت اس فیصلہ کو پڑھ کر اپنے دل کو قرار اور روح کو سکون بخش سکیں۔

۱۔ تحفۃ الابرار ص ۱۹

قطب الهند
سیدنا عبدالوہاب جیلانی کا
مزار کہاں؟
مقدمہ عدالت ناگور راجستھان کا
تاریخی فیصلہ

स्थानिस अहल मय रूप्म में हुआ नहीं उनके मजारात है। नागौर में जो बड़े पीर साहब की दरगाह कहाई जाती है वह ख्वाजाओं के कब्रिस्तान है। प्रथम कब्र सगरसखाँ दन दानो प्राय मुस्लिम हाकिमे नागौर की है जिस पर एक बहुत बड़ा गुम्बज बना हुआ है जो काले गुम्बज के नाम से प्रसिद्ध है। अप्रार्थी अपने आपको पीरजादा बताता है जो न तो बड़े पीर साहब का वंशज है और न ही ख्वाजाओं का। विवादग्रस्त कब्रिस्तान बहुत बड़ा भू-भाग रहा है जिस पर नागौर के तत्कालीन शासकों की काफी इमारतें बनी हुई हैं वे सभी-लावल्द हैं। अहल बड़े पीर साहब की दरगाह के नाम से बनी पूरी इमारत को लावल्द घोषित की जावे।

2. प्रार्थी के प्रार्थना पत्र के प्रत्युत्तर हेतु अप्रार्थी को नोटिस जारी किया गया। अप्रार्थी ने प्रार्थी के आवेदन के सभी अनुच्छेदों को अस्वीकारते हुए जवाब में कथन किया है कि वाद सम्पत्ति ख्वाजाओं का कब्रिस्तान नहीं है बल्कि दरगाह बड़े पीर साहब कदीमी है जिसे अप्रार्थी ने मशहूर नहीं किया है अपितु स्वतः मशहूर होती आई है। प्रार्थी ने आवेदन में गलत बताए हैं। दरगाह बड़े पीर साहब में चार गुम्बज हैं जिनमें से तीन गुम्बजों के सभी मजारात हजरत गौसे आजम रहमतुल्लाह अलैहे की औलादें पाक के हैं [illegible] वाला गुम्बद (गुम्बारा) में मन्दिर-ए-नागौर शमसुद्दीन ख्वाजा दरवेश और उसके परिजनों के मजारात हैं। शमसुद्दीन बड़े पीर के पोते सैयद अब्दुल कादिर सानी का मुरीद था व नहीं का ओहदेदार था। उसने दरगाह शरीफ की मस्जिद तामीर कराने तथा [illegible] कामों में सहयोग किया था जिसे उसकी

— Contd - 3 -

लिपिक [illegible] प्रतिलिपिकार, नागौर

इच्छानुसार वहाँ दफनाया गया था। बड़े पीर साहब के गुम्बज के बाहर एवं नक्कारखाना के बीच में जो मजार हैं वे अप्रार्थी के बुजुर्गों के हैं एवं लाला गुम्बज के आगे कुएँ की तरफ अप्रार्थी के बुजुर्गों के प्राचीन मजार हैं तथा लाला गुम्बज के नीचे मजारात के अलावा सारा कब्रिस्तान केवल अप्रार्थी के बुजुर्गों का है अन्य किसी का कब्रिस्तान नहीं है न वह कभी खानजादों का कब्रिस्तान रहा है। दरगाह हजरत बड़े पीर साहब वाज़ इस्तालिस है कि वहाँ पर हजरत गौसे आजम रहमतुल्लाह अलैहे के खानदानी बड़े साहबजादे आराम फरमा रहे हैं। किसी नागौर के मुस्लिम शासकों का यहाँ कब्रिस्तान नहीं है न उनकी कोई इमारतें हैं जो लावल्द हुई हों।

अप्रार्थी का कथन है कि वह पीरजादा है एवं बड़े पीर साहब का वंशज है एवं उस दरगाह का सज्जादा-नशीन है जिसे तत्कालीन मारवाड़ स्टेट द्वारा उनके सज्जादानशीन बनने पर पथरावनी की है। राज्य सरकार द्वारा भी अप्रार्थी को दरगाह बड़े पीर साहब का सज्जादा-नशीन माना गया है।

अप्रार्थी का यह भी कथन है कि दरगाह के मजारों के अलावा उसकी चहार दीवारी में मस्जिद, नक्कारखाना, महफिलखाना, लंगरखाना, कुआँ, स्टोर्स के पालकीखाना, दरगाह कर्मचारियों के आवासगृह, सज्जादानशीन का रिहायशी मकान, दुकानें, गौशाला, सामानखाना, अप्रार्थी का नया रिहायशी मकान एवं खुली जमीन है जिसपर कब्जा एवं भोग अप्रार्थी का है एवं उसी की मिल्कियत की यह सम्पत्ति है और कोई लावल्दी सम्पत्ति नहीं है। यह निजी दरगाह है जहाँ अप्रार्थी पालकी में बैठकर उर्स के दिन बड़े चौक आदि लवाजमा सहित जुलूस से दरगाह जाते हैं।

तहसीलदार, नागौर — Candel — L-

(16A)

5-

बल्कि उनके मजार मुबारक भी बगदाद (इराक) में मौजूद है एवं प्रमाणित है, फिर उनकी औलाद नागौर में कैसे हो गई? अतः खानजादों का कब्रिस्तान है। मुल्तानाई अली न तो खानजादा है न ही हजरत बड़े पीर साहब की औलाद में से है। उन्होंने तजकरा, सिराते मुस्तकीम उदयपुर, मार्च 1993, सितम्बर, 1994, माहेनौ जोधपुर, नवम्बर, 1992 पत्रिकाओं के अंश तथा हिन्दुस्तान में सिलसिलए कादरीया का बानी कौन है नामक पुस्तक के सहारे अपने उक्त कथन की पुष्टि का प्रयास किया है।

प्रार्थी ने ईराक गणतन्त्र के भारत स्थित दूतावास का 07 नवम्बर, 1994 के पत्र की फोटो प्रति भी पेश की जिसका संक्षिप्त उद्धरण इस प्रकार से है—

"This is to refer to your letter dated 29th of October, 1994 and in reply we write to confirm that the Makbara of Hazrat Saffudin Abdul Wahab Rahmatullah S/o Hazrat Gose Azam Shaikh Mohiyuddin Abdul Kadir Zilani is situated in Baghdad"

लगभग उक्त आशय दर्शाता हुआ एक अन्य पत्र जो कि भारत का राजदूतावास बगदाद (इराक) द्वारा दिनांक 29 नवम्बर, 1994 को लिखा हुआ है की फोटो प्रति पेश कर प्रार्थी ने अपने आवेदन की पुष्टि की है। इसके अतिरिक्त अन्य कोई अभिलेख-साक्ष्य प्रार्थी ने पेश नहीं किये।

अप्रार्थी ने अपने साक्ष्य में राजस्थान सरकार के पुरातत्व एवं म्यूजियम निदेशालय द्वारा वर्ष 1971 में प्रकाशित पुस्तक "Published Muslim Inscriptions of Rajasthan" by Z.A. Desai

Certified

उपखण्ड अधिकारी, नागौर

that the tomb of Hazrat Saifuddin Abdul wahab may be there. Ours is not an authenticated information......" यह अप्रार्थी के उक्त कथन को मूल मुसाहिद करने को पर्याप्त है।

अप्रार्थी ने तत्कालीन जोधपुर रियासत के राजनैतिक विभाग के सचिव का पत्र क्रमांक 2454 दिनांक 05 जनवरी, 1935 की फोटो प्रति अपने साक्ष्य में पेश की जिसका संगत उद्धरण इस प्रकार से है:-

"It is hereby ordered that a sum of Rs. 28/1/- as Padarawani Dastoor may be paid to Sayad Zulfikarali who has succeeded to the Gaddi of Durgah of Bada Pir at Nagour on the death of late Pir Mohamed Ali......" यह पत्र अप्रार्थी के पूर्वज उत्तराधिकारी का पोषक है एवं प्रार्थी के काल्पनिक कथन को स्पष्टतया खंडित करता है।

अप्रार्थी की शादी के समय भी तत्कालीन जोधपुर नरेश की ओर से उनके सरकार महकमा [illegible] के आदेश क्रमांक 103 दिनांक 04 [illegible], 1944 दिये गये थे जिसका संगत उद्धरण निम्नवत है—

"1st class Lawazma may be allowed on 10-10-1944 on payment of usual charges on the occasion of the marriage of Syed Zulficar Ali of Nagaur if he is the Patal Sajjadanashin of Bada peer Saheb's Dargah at Nagaur." उक्त पत्र की — Contd.

पृष्ठांकित प्रति में प्रार्थी को सज्जादानशीन दर्शाया है।

प्रार्थी ने एक अन्य पत्र की फोटो स्टेट प्रति पेश की है और राजस्थान सरकार के सचिव द्वारा क्रमांक 2012 दिनांक 20 जून, 1951 को लिखा गया था जिसका संक्षिप्त उद्धरण इस प्रकार से है :-

" ......

Sub: Supply of a Palki with necessary Lawazma to Sajjada Nashin of Dargah Bara Peer Sahib at Id prayer at Nagaur.

...... with reference to the above, it is informed that the Government is unable to supply Lawazma as requested by you, but if the Peer Sahab has his own Lawazma there is no objection to its use at the time of Id ...". यह पत्र भी प्रार्थी के दरगाह के पीर साहब के सज्जादानशीन होने तथा ईद पर लवाजमा धारण करने की स्वीकारोक्ति करता है।

प्रार्थी ने राजस्थान राजपत्र, अप्रैल 28, 1966 की फोटो प्रति पेश कर उसके अंक 151, 152, 153, 156, 157, 168, 171, 172, 173, 174, 175, 176, 177 व 178 पर अंकित सम्पत्ति वादग्रस्त होना दर्शाया है जिस पर प्रार्थी का स्वत्व, स्वामित्व एवं कब्जा बताया है तथा उक्त बाबत वाद भी सक्षम न्यायालय में विचाराधीन होना बताया है?

-Contd-

باب سوم

قطب الہند شیخ عبدالوہاب جیلانی کی اولاد اور ان کے اہم جانشین

اولاد

حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی علیہ الرحمہ کی دو بیویاں تھیں، ایک بیوی تو آپ اپنے ہمراہ بغداد معلّٰی سے ہی لائے تھے اور دوسری زوجہ راجہ رائے تھورا کی دختر تھی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ نے جس سے عقد ہندوستان میں کیا تھا۔ اول الذکر بیوی سے جن کا نام حضرت عائشہ تھا دو فرزند متولد ہوئے۔

ا۔ حضرت ابو منصور عبدالسلام

۲۔ حضرت شیخ ابوالفتح سلیمان

یہ دونوں حضرات اپنے وقت کے اجلہ مشائخ میں سے تھے ان دونوں حضرات کے تعلق سے صاحب خزینۃ الاصفیاء اور صاحب سفینۃ الاولیاء دونوں نے درج ذیل عبارت نقل کی ہے:

- "حضرت وے دو پسر داشت یکے ابو منصور عبدالسلام دوم شیخ ابوالفتح سلیمان کہ در وقت خود عالم و شیخ کامل بودند۔"(۱)

یہ دونوں بزرگ بغداد ہی میں رہ کر مخلوق خدا کی ہدایت کا فریضہ انجام دیتے رہے اور وصال کے بعد بغداد میں ہی سپرد خاک ہوئے۔ ان کے حالات کتب سوانح میں تفصیل سے نہیں ملتے۔ قلائد الجواہر کے مصنف نے شیخ سلیمان بن عبدالوہاب کے حالات میں لکھا ہے:

"آپ نے بہت سے محدثین سے حدیث کی سماعت کی لیکن آپ سے حدیث بیان کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ ۵۵۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۹ر جمادی الاخری

ا۔ خزینۃ الاصفیاء، جلد ا، ص ااا وسفینۃ الاولیاء، ص ۹۳

بروز چہار شنبہ ۶۱۱ھ میں اپنے بھائی عبدالسلام سے تقریباً بیس یوم قبل وفات پاکر اپنے والد کے قریب حلبہ کے مقبرے میں مدفون ہوئے۔"(۱)

حضرت ابو منصور عبدالسلام کا وصال اگرچہ شیخ سلیمان کے بعد ہوا مگر عمر میں یہ ان سے بڑے تھے۔ یہ غلاف کعبہ کے علاوہ حرمین شریفین کے نگراں و متولی بھی رہے۔ محمد یحیٰ تادنی نے لکھا ہے:

"آپ نے اپنے دادا شیخ عبدالقادر جیلانی اور اپنے والد سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ آپ حنبلی مسلک کے پیرو تھے۔ درس و افتاء کے علاوہ آپ غلاف کعبہ کے نگراں اور حرمین شریفین کے متولی رہے۔

۸/ ذی الحجہ ۵۴۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۲/ رجب ۶۱۱ھ کو بغداد میں وفات پائی۔ آپ کو آخر میں بہت شہرت حاصل ہوئی آپ کا مزار مقدس بھی حلبہ کے قبرستان میں ہے۔"(۲)

حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب کے تیسرے فرزند حضرت سید شفیع الدین محمد جن کی ولادت شہر ناگور میں آپ کی دوسری اہلیہ دختر راجہ کے بطن سے ہوئی۔ والد ماجد کے پردہ فرمانے کے بعد یہی بزرگ ہندوستان میں آپ کے جانشین ہوئے۔

بعض سوانح نگاروں کا کہنا ہے کہ سیدنا سیف الدین عبدالوہاب کے چار فرزند تھے۔ چوتھے فرزند کا نام شیخ عبدالرحمٰن تھا۔ مگر یہ روایت سوائے محبوب المعانی کے اور کہیں نہیں ملتی ہے۔ مصنف کتاب لکھتے ہیں:

"اما فرزندان حضرت سید عبدالوہاب جملہ چہار پسر بودند کے شاہ شفیع الدین محمد کہ ذکر ایشاں بالا گزشتہ و دوئم فرزند ارشد ارجمند ابوالفتح سلیمان و سیوم شیخ عبدالرحمٰن چہارم ابو منصور صفی الدین عبدالسلام"(۳)

(حضرت سیدنا عبدالوہاب کے کل چار فرزند تھے۔ (۱) شاہ شفیع الدین محمد

۱۔ قلائد الجواہر ص ۱۶۱

۲۔ محبوب المعانی ص ۷۸۰

۳۔ قلائد الجواہر ص ۱۶۱

(۲) شیخ ابوالفتح سلیمان (۳) شیخ عبدالرحمٰن (۴) ابو منصور صفی الدین عبدالسلام)
ذیل میں سیدنا شاہ شفیع الدین محمد جن کی ذات ستودہ صفات سے درگاہ بڑے پیر و آستانہ سیدنا عبدالوہاب جیلانی ناگور کا سلسلہ رشد وہدایت آگے بڑھا اس لئے اس آستانہ کے خلفاء و جانشین کا تذکرہ ذیل میں کیا جارہا ہے۔

۱۔ حضرت سید شفیع الدین محمد

حضرت سیدنا شفیع الدین محمد صاحب کرامت بزرگ تھے۔ شبانہ روز مساعی سے جس طرح آپ نے ہندوستان میں عظمت اسلام کا پرچم بلند کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ بے شمار لوگوں کو آپ کی ذات سے ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔ راجہ شہر گوکل کی دختر نیک اختر سے آپ کا عقد ہوا۔ قبول اسلام کے بعد شاہ بانو نام رکھا گیا۔ راجہ شہر گوکل کے ایک لڑکے نے بھی اپنی بہن کے ساتھ اسلام قبول کیا تھا، جن کا نام دولت ایمان سے مشرف ہونے کے بعد "یحییٰ" رکھا گیا۔ آپ کی نظر التفات سے یحییٰ ولایت و بزرگی کے عظیم منصب پر فائز ہوئے۔ حضرت شاہ بانو کے بطن سے حضرت سید نصیر الدین کی ولادت ہوئی۔ صاحب جواہر الاعمال لکھتے ہیں:

آں (حضرت نصیر الدین) متولد شد از شکم بی بی شاہ بانو دختر راجہ گوکل "(۱)
(وہ دختر راجہ گوکل بی بی شاہ بانو کے بطن سے پیدا ہوئے)

۲۔ حضرت سید نصیر الدین احمد

اپنے والد ماجد حضرت سید شاہ شفیع الدین محمد کی وفات کے بعد منصب سجادگی پر رونق افروز ہوئے اور بندگان خدا کی ہدایت کا اہم فریضہ انجام دیا۔ دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد ناگور راجستھان میں اپنے آباء واجداد کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

۳۔ حضرت سید مسعود

آپ حضرت سید نصیر الدین احمد کے فرزند تھے۔ والد ماجد کے پردہ فرمانے

۱۔ جواہر الاعمال [illegible]

کے بعد منصب سجادگی پر رونق افروز ہوئے اور ایک خلقت آپ کے دامن ارادت سے وابستہ ہوئی۔ وفات کے بعد حضرت سیدنا عبدالوہاب جیلانی کے روضۂ متبرکہ کے باہر جالی کے نیچے مغرب کی جانب مدفون ہوئے۔

۴۔ حضرت سید محمد علی

آپ حضرت سید مسعود کے فرزند تھے۔ والد ماجد کے بعد آپ ہی آستانہ عالیہ حضرت سیدنا عبدالوہاب جیلانی کے سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کی ذات سے مذہب اسلام کی خوب اشاعت ہوئی۔ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ صاحب عین القلوب العارفین نے آپ کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے:

"چوں بر سجادۂ پدر نشستند دریائے فیض بر طالبان مولانا مکشوف گشتند"(۱)

(والد ماجد کی وفات کے بعد جب آپ منصب سجادگی پر فائز ہوئے تو آپ کی ذات سے فیوض و برکات کے چشمے رواں ہو گئے)

حضرت سید محمد علی کے دور سجادگی میں شہر ناگور میں کچھ ایسا انتشار پیدا ہوا۔ جس کے باعث شہر ناگور میں آپ کا رہنا دوبھر ہو گیا اور اپنے فرزند حضرت سید میر کو اس آستانہ کا سجادہ نشین نامزد کر کے خود بخارا چلے گئے اور پھر ہمیشہ کے لئے وہیں رہ گئے۔

۵۔ حضرت سید شاہ میراں

آپ حضرت سید محمد علی کے فرزند تھے۔ والد ماجد کی نیابت کا فریضہ بھی آپ نے انجام دیا۔ یاد الٰہی میں آپ مستغرق رہتے۔ آپ کی ذات سے مخلوق خدا پر معرفت کے دروازے کھل گئے۔ صاحب جواہر الاعمال نے آپ کا نام "شاہ میراں" لکھا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی رقم کیا ہے کہ آپ اپنے والد ماجد کے سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیدنا عبدالوہاب ناگور میں نہیں بلکہ شہر سمرقند میں تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

۱۔ عین القلوب العارفین ص ۷۷

۲۔ جواہر الاعمال ص ۴۸۸

"حضرت سید شاہ میراں بر تختہ سجادہ نشستہ در شہر سمرقند" (۲)
(حضرت سید شاہ میراں شہر سمرقند میں تخت سجادگی پر رونق افروز ہوئے)

۶۔ حضرت سید شمس الدین محمد

آپ حضرت سید شاہ میراں کے فرزند تھے، بقول صاحب جواہر الاعمال شہر سمرقند میں ولادت ہوئی۔ اس دور کے اجلہ مشائخ اور بزرگان دین میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ خرق عادات اور کرامتوں کا ظہور آپ کی ذات مبارک سے کثرت سے ہوا۔ پیہم کرامتوں کے ظہور کے سبب والیٔ بخارا محمد اسماعیل آپ کے دل وجان سے معتقد ہوگئے۔ بارگاہ عالی جاہ میں حاضری دے کر قدم بوسی کا شرف حاصل کیا اور بیعت و ارادت کے دولت لازوال سے مالامال ہوئے۔ سمرقند و بخارا کے اطراف و نواح میں آپ کی ذات سے سلسلہ عالیہ قادریہ کا فیضان عام و تام ہوا۔ والیٔ بخارا نے آپ کی خدمت میں بطور نذر بے شمار زر وجواہرات پیش کیے مگر آپ نے قبول نہ کیا۔

حضرت سید شمس الدین محمد جب اپنے اجداد کے سلسلہ کو فروغ دینے کے لئے ناگور آئے تو جس ظلم و تعدی کے سبب آپ کے دادا حضرت سید محمد علی ناگور سے بیزار ہو کر بخارا تشریف لے گئے تھے۔ کافر راجہ کے کارپرداز عباسیوں نے پھر وہی ظلم و تعدی آپ پر شروع کی آپ ان حاسدین کے ظلم و ستم کی تاب نہ لاسکے اور دل برداشتہ ہو کر لاہور چلے گئے اور وہیں شہر اوچہ میں آپ نے مستقل سکونت اختیار کرلی۔ سلسلہ قادریہ کے مشہور بزرگ حضرت سید محمد غوث جیلانی اوچی کی ولادت وہیں آپ کے گھر میں ہوئی۔

ناگور سے دل برداشتہ ہو کر لاہور جانے کی خبر جب سلطان سمرقند محمد اسماعیل قادری کو ہوئی تو انہوں نے انتہائی عاجزی اور نیاز مندی کے ساتھ آپ کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا جس میں لکھا تھا کہ آپ یہیں سمرقند تشریف لے آئیں اور اپنے فیوض وبرکات سے مجھے اور یہاں کے عوام کو سرفراز فرمائیں میں لنگر کے

لئے چند دیہات بطور نذرانہ مقرر کئے دیتا ہوں۔ سلطان کی یہ کوشش رائیگاں گئی اور آپ نے اس کے خط کے جواب میں لکھا:

"فقیر راچیزے از دنیا نباید وخرچہ لنگر خانہ برخداست "(۱)

(فقیر کو دنیا کی کوئی چیز نہیں چاہیے لنگر خانہ کا خرچہ تو خدا پر ہے)

لیکن سلطان سمرقند اس جواب سے مایوس نہیں ہوا۔ برابر آپ کی خدمت میں نیاز مندانہ عریضہ ارسال کرتا رہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اوچہ لاہور میں کچھ دنوں قیام فرمانے کے بعد آپ سلطان کی دعوت پر سمرقند و بخارا چلے گئے۔ ۱۹ محرم الحرام ۸۸۰ھ / ۱۴۷۵ء کو بروز جمعہ وہیں آپ کا وصال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔ سلطان محمد اسماعیل کے روضہ کے قریب ایک نہر ہے اسی نہر کے اوپر مغرب سمت آپ کا مزار مقدس مرجع خلائق ہے۔ صاحب جواہر الاعمال کی اس عبارت سے بھی درج بالا باتوں کی تائید حاصل ہوتی ہے۔

"حضرت سید شمس الدین محمد آں ولی در ولایت است و مرقد ایشاں در بخارا است "(۲)

۷۔ حضرت سید محمد غوث گیلانی

آپ حضرت سیدنا شمس الدین محمد کے فرزند تھے۔ اوچہ لاہور میں ولادت ہوئی بعض سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ حلب میں پیدا ہوئے۔ اسی مناسبت سے آپ کے نام کے ساتھ بعض حضرات "حلبی" کا اضافہ کرتے ہیں۔ جائے ولادت کے تعلق سے اگرچہ سوانح نگاروں کے درمیان اختلاف ہے۔ مگر آپ کے والد ماجد سید شمس الدین محمد تھے اس بات پر سب کا اتفاق ہے۔ شجرۂ نسب کا وہ حصہ جو حضرت سیدنا عبدالوہاب سے ملتا ہے اس میں بھی اختلاف ہے۔ آپ کے اجداد میں ایک نام سید مسعود کا آیا ہے جو فرزند تھے حضرت سید نصیر الدین کے اور وہ فرزند تھے حضرت

۱۔ عین القلوب العارفین ص ۷۸

۲۔ جواہر الاعمال ص ۴۸۸

سید شفیع الدین محمد کے اور حضرت سید شفیع الدین محمد فرزند تھے حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب علیہم الرحمۃ والرضوان کے اس مناسبت سے آپ کا شجرۂ نسب اس طرح ہے۔

"سید محمد غوث اوچی بن سید شمس الدین بن شاہ میراں بن سید محمد علی بن سید مسعود بن سید نصیر الدین احمد بن سید شفیع الدین محمد بن حضرت سیدنا عبدالوہاب بن حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی۔"

لیکن دوسرے مصنفین اور سوانح نگاروں نے "سید مسعود" کے بعد "ابوالعباس احمد" اور شفیع الدین محمد کی جگہ صفی الدین لکھا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ابوالعباس حضرت سید نصیر الدین احمد کی کنیت رہی ہو اور شفیع الدین محمد کی جگہ کتابت کی غلطی سے "صفی الدین" ہوگیا ہو حقیقت کیا ہے خدا جانے، ذیل میں وہ شجرۂ نسب جسے مفتی غلام سرور لاہوری نے خزینۃ الاصفیاء میں نقل کیا ہے دیا جارہا ہے۔

"سید محمد غوث بن سید شمس الدین گیلانی بغدادی حلبی بن سید شاہ میر بن سید ابوالحسن علی بن سید ابوعلی بن سید مسعود بن سید ابوالعباس احمد بن سید صفی الدین المشہور بہ صوفی بن سید السادات سید سیف الدین عبدالوہاب بن شیخ السموات والارضین محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ "(۱)

حضرت سید محمد غوث جیلانی کی جائے ولادت کے تعلق سے ایک توجیہ سطور بالا میں گزر چکی ہے لیکن جن مصنفین نے یہ لکھا ہے کہ آپ کی ولادت حلب میں ہوئی انہوں نے ایک دوسری توجیہ پیش کی ہے۔ صاحب خزینۃ الاصفیاء، سید اصغر گیلانی کی تصنیف "شجرۃ الانوار" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"ہنگامۂ ہلاکو کے وقت سید ابوالعباس اپنے برادر خورد سید ابو سلیمان کے ساتھ شہر بغداد سے روم چلے گئے اور ہلاکو کے شر و فساد کی آگ جب کچھ مدھم ہوئی تو حلب آکر سکونت اختیار کرلی۔ سید محمد غوث کی ولادت وہیں شہر حلب میں ہوئی۔"(۲)

۱۔ خزینۃ الاصفیاء، جلد اول ص ۱۱۹

۲۔ خزینۃ الاصفیاء، جلد اول ص ۱۱۹

آپ کی ولادت حلب میں ہوئی کہ اوچہ لاہور میں اس میں اختلاف ممکن ہے۔
لیکن آپ کی روحانی عظمتوں اور فضل و کمال کا اعتراف تمام مصنفین نے یکساں طور پر کیا ہے۔ مسند قادریت پر رونق افروز ہوتے ہی تمام ارباب سلسلہ، معتقدین و متوسلین قادری فیوض و برکات سے مالا مال ہو گئے۔ دور دور تک آپ کے فضل و کمال کا شہرہ ہو گیا۔ بندگان خدا کی آپ کی بارگاہ میں ہمیشہ بھیڑ لگی رہتی۔ ہزارہا بندگان خدا کو آپ کی بارگاہ سے فیوض و برکات کی دولت ملی۔ تذکرہ اولیائے ہند کے مصنف لکھتے ہیں:

"سلطان سکندر لودھی آپ کا مرید تھا اور آپ کی ذات بابرکات سے فیضان قادریہ ہندوستان میں جاری ہوا۔ ہزاروں لوگ مرید ہوئے۔"(۱)

سید محمد غوث گیلانی نے سیاحت بھی فرمائی ہے اور متعدد بزرگان دین کے مزارات مقدسہ پر حاضری دے کر اکتساب فیوض بھی کیا ہے۔ آغاز سفر میں اوچہ سے بخارا تشریف لے گئے۔ والد ماجد حضرت سید نا شمس الدین محمد کے مزار مقدس پر حاضری دی۔ وہاں سے خراسان اور بلاد عربیہ کا سفر کیا۔ زیارت حرمین شریفین کی دولت سے بھی مالا مال ہوئے۔ پھر ملتان ہوتے ہوئے ناگور تشریف لے گئے اور اپنے اجداد کی خانقاہ مبارک میں سکونت اختیار کی۔ ناگور راجستھان میں آپ کی آمد اور سکونت اختیار کرنے کا ذکر تحفۃ الابرار کے مصنف نے بھی کیا ہے وہ رقم طراز ہیں:

"بعد سیر و سیاحت خراسان و ترکستان و عرب و عجم وغیرہ و ہندوستان میں لاہور ملک پنجاب میں ایک مدت تک ناگور رہ کر پھر حلب میں جا کر بخدمت والا بزرگوار خود حاضر ہوئے۔"(۲)

جس زمانہ میں آپ ناگور تشریف لائے اور درگاہ بڑے پیر میں مسند سجادگی کو زینت بخشی تو علاقہ کے مسلمان خاص طور سے ارباب سلسلہ بہت خوش ہوئے اور لوگوں نے اس موقع سے ایک دوسرے کو خوشی کے پیغام بھیجے۔ پہلے تو آپ نے اپنے ... مبارک کا مکان جو ایک عرصہ سے ویران پڑا تھا اسے آباد کیا پھر وہ نذر و نیاز جو اس

۱۔ تذکرہ اولیائے ہند جلد ۳ ص ۱۸
۲۔ تحفۃ الابرار ص ۱۳

خانقاہ کے خدام نے جمع کر رکھا تھا اسے خدام اور حاجت مندوں میں تقسیم کیا۔ اس میں سے آپ نے اپنے لئے کچھ بھی نہ رکھا۔ آپ کی روحانی عظمت اور جلالت قدر کا ذکر حضرت شیخ عبدالحق دہلوی نے بھی کیا ہے۔

"بڑے ہی عظیم المرتبت تھے علوم عقلیہ و نقلیہ دونوں میں ان کا پایہ بہت بلند تھا۔ ظاہری و باطنی نعمتوں سے آراستہ تھے۔ اعلیٰ حسب و نسب کے حامل تھے۔"(۱)

ناگور راجستھان میں دوران مدت قیام بڑے فرزند حضرت سیدنا عبدالقادر ثانی کی ولادت ہوئی۔ ولادت کے سات سال بعد اوچہ تشریف لے گئے۔ اوچہ سے انہوں نے حرمین شریفین کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ بغداد معلیٰ بھی حاضری دی اور پورے سات سال آستانہ غوث پاک علیہ الرحمۃ والرضوان سے فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔ مقامات مقدسہ کی زیارت سے مشرف کرانے کے بعد حضرت سید محمد غوث جیلانی اپنے فرزند کو لے کر ناگور آئے اور مسند سجادگی پر انہیں بٹھا کر خود بغداد شریف چلے گئے۔ کچھ دنوں ہی وہاں قیام رہا ہوگا کہ بارگاہ غوثیت مآب سے حکم ہوا کہ ہندوستان جایئے اور اوچہ میں قیام فرما کر مخلوق خدا کی ہدایت و رہنمائی کا فریضہ انجام دیجئے۔ حکم کے مطابق آپ ہندوستان آئے اور اوچہ میں مستقل سکونت اختیار کی۔"(۲)

حضرت سیدنا محمد غوث گیلانی کے چار فرزند تھے، فرزند اول کا ذکر سطور بالا میں ہو چکا ہے۔ صاحب تحفۃ الابرار نے آپ کے صاحبزادگان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"آپ کے چار صاحبزادے تھے ایک سید عبدالقادر ثانی، دوم سید عبداللہ ربانی سوم مبارک حقانی، چہارم سید محمد نورانی جن سے الگ الگ فیض جاری ہوا۔ آپ کا سلسلۂ نسب بہ چند واسطے درمیان بہ سیف الدین عبدالوہاب بن حضرت غوث الاعظم تک پہنچتا ہے۔"(۳)

۱۔ اخبار الاخیار ص ۱۹۳

۲۔ عین القلوب العارفین ص ۹۷

۳۔ تحفۃ الابرار ص ۸۵

سید محمد غوث گیلانی شاعرانہ ذوق بھی رکھتے تھے۔ قادری تخلص تھا آپ کے اشعار کا زیادہ تر حصہ بانی سلسلہ قادریہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ والرضوان کے فضائل و مناقب پر مشتمل ہے۔ فارسی شاعری کے چند نمونے ذیل میں دیے جارہے ہیں۔

رندیم و قلندریم و چالاک — مستیم و معربدیم و بے باک
جامیم و صراحیم و بادہ — در و صدفیم و بحر خاشاک
والی ولایت شش و پنج — حامی بلاد فہم و ادراک
بگذشتہ زخوش بے کدورت — بگذشتہ زعشق جوہر خاک
مجموعہ راز عالم دل — منصوبہ کشائے سر لولاک
آئینہ صاف باغل و غش — صافی دل و پاک رائے شکاک
گر صاف شوی و پاک دائم — میگوئی چو قادری تو ناپاک
ما بلبل بوستاں قدسیم — شہباز سعید دست انسیم(۱)

۹۲۳ھ/۱۵۱۷ء میں وصال ہوا، قصبہ اوچ میں مدفون ہوئے۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے درج ذیل قطعہ تاریخ وصال لکھا ہے:

بفردوس بریں چوں کرد رحلت — محمد غوث پیر سید دیں
محمد شاہ میراں قطب الاقطاب — بگو تاریخ او باطرز رنگین
دگر سلطان اکبر متقی گو — سال رحلت آں شاہ حق بیں
دوبارہ پیر زاہد دستگیر است — وصال پاک او بازیب و تزئین (۲)

۸۔ حضرت مخدوم شیخ عبدالقادر ثانی

آپ سیدنا شیخ محمد غوث گیلانی اوچی کے بڑے فرزند تھے، چونکہ باب ولایت

۱۔ اخبارالاخیار ص ۱۹۳
۲۔ خزینۃ الاصفیاء جلد ا ص ۱۱۸

میں آپ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے حقیقی وارث و جانشین اور کمالات میں انہی کے تابع تھے اس لئے آپ کو شیخ عبدالقادر ثانی اور مخدوم ثانی کے لقب سے پکارا گیا۔ صاحب ائمۃ الہدیٰ لکھتے ہیں:

"آپ سید محمد الحسینی الجیلانی کے صاحبزادے ہیں جو خود بھی وارث نسبت حضرت غوث الاعظم تھے اور صاحب کرامت ظاہرہ و تصرف باہرہ تھے اور روحانیت حضرت محبوب پاک نے آپ کی تربیت فرمائی تھی۔"(۱)

حضرت مخدوم ثانی بلاشبہ حضور غوث الثقلین علیہ الرحمۃ والرضوان کے حقیقی جانشین اور سچے وارث تھے اس سلسلے میں آپ کا کوئی ہمسر اور ہم پلہ نہ تھا جسے ایسے اہم القابات و خطابات سے نوازا جاتا۔ حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وے در ولایت وارث حقیقی حضرت غوث الثقلین است و در کمالات تابع آں حضرت ولہذا او را شیخ عبدالقادر ثانی و مخدوم ثانی گویند ہر چند کہ آں حضرت ثانی ندارد و کدام در جہ عالی تر ازاں باشد کہ کسے ملقب باں لقب باشد۔"(۲)

ناگور راجستھان میں جن دنوں آپ کے والد ماجد سیدنا سید محمد غوث الحسینی الاوچی صاحب سجادہ تھے۔ دسویں ذی الحجہ ۸۶۱ھ/۱۴۵۷ء بروز دوشنبہ صبح صادق کے وقت آپ کی ولادت ہوئی۔ بڑے ہی ناز و نعم میں آپ کی تربیت ہوئی جوانی کا زمانہ کیا ہی شان و شوکت کے ساتھ گزرا۔ عیش و نشاط کے اتنے رسیا تھے کہ مزامیر وغیرہ ہمیشہ اپنے پاس رکھتے اور اونٹوں پر سوار ہو کر جہاں تشریف لے جاتے وہاں آلات مزامیر بھی ساتھ ہوتے۔ لیکن جیسے ہی آپ نے سجادگی کا منصب سنبھالا آپ کی زندگی میں نوعی فرق آگیا۔ اسباب غنا اور عیش و نشاط کی مجالس میں شرکت سے توبہ کر لی اور اپنے مریدین کو قوالی اور محافل سماع سے باز رہنے کا حکم دیا۔ اگر اتفاقیہ طور پر آپ کے کانوں میں گانے بجانے یا طبلہ و سارنگی کی آواز پڑ جاتی تو آپ اس قدر روتے کہ ہچکیاں بندھ جاتیں۔ دیکھنے والوں کو یقین ہو تا کہ ابھی آپ وفات پا جائیں گے۔

۱۔ ائمۃ الہدیٰ [illegible]
۲۔ اخبار الاخیار ص ۱۹۴

حضرت مخدوم سیدنا شیخ عبدالقادر ثانی بڑے ہی صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ پیشانی مبارک سے بزرگی کے آثار ہویدا تھے، کئی مورخین نے آپ کی اس عظمت کا ذکر بڑے ہی فخر و مباہات سے کیا ہے۔ انہوں نے واضح لفظوں میں لکھا ہے کہ بیشتر کفار و مشرکین صرف آپ کے چہرۂ مبارک کی زیارت ہی سے توبہ کر کے داخل اسلام ہو جاتے تھے۔ صاحب اخبار الاخیار لکھتے ہیں:

"بسیارے از عصاۃ و کفار بمشاہدۂ جمال و معائنہ کمالش بسعادت توبۃ النصوح می رسیدند و بشرف ایمان مشرف می شدند۔" (۱)

حضرت مخدوم ثانی کی زندگی انتہائی فرحت و سرور کے عالم میں بسر ہوئی اس لئے امراء و سلاطین سے خوشگوار تعلقات تھے۔ لیکن منصب سجادگی پر رونق افروز ہوتے ہی جہاں اور ساری تبدیلیاں آپ کی زندگی میں رونما ہوئیں وہیں ایک تبدیلی یہ بھی آئی کہ آپ نے سجادہ نشینی کی ذمہ داری سنبھالتے ہی تمام امراء و سلاطین کی صحبت سے کنارہ کش ہوگئے۔ بعض سلاطین نے اس کنارہ کشی پر ناراضگی کا بھی اظہار کیا۔ حدیقۃ الاولیاء کے مصنف لکھتے ہیں:

"نقل ہے کہ جب بعد وفات والد بزرگوار کے سید عبدالقادر ثانی سجادہ نشین ہوئے تو انہوں نے بادشاہوں اور امیروں کی صحبت ترک کر دی اس لئے شاہ دہلی ان سے رنجیدہ ہو گیا اور چاہا کہ سجادہ نشین ان کا بھائی ہو۔ ابھی یہ تجویز عمل میں نہیں آئی تھی کہ حضرت نے فرامین جاگیر وائمہ و وظائف وغیرہ جو متعلق خانقاہ و فقراء تھے بادشاہ کے پاس بھیج دیئے اور لکھا کہ ہم کو بادشاہی جاگیر و ائمہ کی ضرورت نہیں ...... پھر بادشاہ نے ایک بار ہزار التجا کے ساتھ آپ کو بلایا مگر حضرت نے جانے سے انکار کر دیا اور یہ شعر جواب میں لکھ کر ارسال کر دیے۔

بہ ہیچ باب ازیں باب روئے گشتن نیست
ہر آنچہ بر سر ما می رود مبارک باد

۱۔ حدیقۃ الاولیا۔ ص ۱۳۱

کسے کہ خلعت سلطان عشق پوشیدہ است
بحلہ ہائے بہشتی کجا شود دل شاد" (۱)

اس واقعہ کا ذکر صاحب اخبار الاخیار نے بھی کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اسی طرح کا ایک واقعہ آپ کے جدامجد حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے ساتھ بھی پیش آیا تھا۔ سلطان سنجر نے حضرت غوث الاعظم کو لکھا تھا کہ اگر آپ ہمارے پاس تشریف لائیں تو سیستان کی حکومت جس کو ملک نیمروز کہا جاتا ہے آپ کی خانقاہ کے لنگر کے لئے وقف کر دی جائے گی۔ تو اس کے جواب میں آپ کے جدامجد نے لکھا تھا:

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ بود
جز ملک اگر بود ہوس ملک سنجرم
زانکہ یافتم جز از ملک نیم شب
صد ملک نیمروز بیک جو نمی خرم (۲)

حضرت مخدوم ثانی کو شکار سے گہرا شغف تھا اس کے لئے آپ نے خاص طور سے شکاری کتے بھی پال رکھے تھے جن سے آپ خصوصی محبت فرماتے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کے والد ماجد حضرت سید محمد غوث اوچی کو کسی مرید نے مخمل کے کپڑے نذر کئے تو انہوں نے اس مخمل کے کپڑے کو آپ کے پاس یہ کہہ کر بھجوادیا کہ اس سے اپنا لباس بنوالیں مگر ہوا یہ کہ آپ نے اس مخمل کے کپڑے سے اپنا لباس بنوانے کے بجائے شکاری کتوں کے لئے جھولیں سلوادیں جب اس کی اطلاع آپ کے والد ماجد کو ہوئی تو انہوں نے آپ کو بلوایا اور ناراضگی کا اظہار کیا۔ جب دن بیت گیا اور رات ہوئی تو خواب میں سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانی تشریف لائے اور فرمانے لگے۔

"عبدالقادر فرزند من است تربیت او من می کنم ترا فرزندان دیگر ہستند تو

۱۔ حدیقۃ الاولیاء ص ۳۱
۲۔ اخبار الاخیار ص ۱۹۵

ایشاں را تربیت کن زنہار ترا با عبدالقادر کارے نیست ایں را جانب ناگور بدرگاہ جد رافع تو شاہ عبدالوہاب رخصت کن تا دین متین ما ترقی از اں موضع گیرد۔"(۱)

(عبدالقادر میرا فرزند ہے اس کی تربیت میں کر رہا ہوں۔ تمہارے اور دوسرے فرزند ہیں تم ان کی تربیت کرو کبھی عبدالقادر سے کوئی کام نہ لینا۔ انہیں حضرت شاہ عبدالوہاب کی بارگاہ میں ناگور بھیج دو تا کہ وہاں ان کی ذات سے دین اسلام کو سربلندی حاصل ہو۔)

سیر و شکار سے اس قدر دلچسپی ہوتے ہوئے بھی یک بیک اس سے بیزار ہو کر کس طرح یاد الٰہی میں مستغرق ہو گئے۔ اس کی تفصیل سیدنا شیخ عبدالحق دہلوی نے اخبار الاخیار اور مفتی غلام سرور نے خزینۃ الاصفیاء میں دی ہے جس کا ماحصل یہ ہے۔

"ایک مرتبہ آپ اوچ کے جنگل میں شکار کھیل رہے تھے کہ ایک تیتر کو دیکھا کہ وہ عجیب و غریب آوازیں نکال رہا ہے اور آہ و بکا کے ذریعہ فریاد کر رہا ہے۔ اسی اثنا میں ایک فقیر بھی اسی جنگل میں گھومتا ہوا نظر آیا جب اس فقیر کی نظر آپ پر پڑی تو کہنے لگا سبحان اللہ ایک روز ایسا بھی آئے گا کہ یہ جوان بھی اسی تیتر کی طرح آہ و بکا کیا کرے گا۔ اس فقیر کی باتوں کا آپ پر اس قدر گہرا اثر پڑا کہ اسی وقت وجدانی کیفیت طاری ہوئی اور ماسوی اللہ سے بالکل لاتعلق ہو گئے۔ خزینۃ الاصفیاء کے مصنف نے لکھا ہے:

"از درویش ایں سخن بشنید تیرے بود کہ بر نشانۂ دل وے نشست و حالتے دست داد کہ دل از ہمہ تعلق ماسوی اللہ سرد گردید و روز بروز اسباب جذب و آثار شوق و انوار محبت بر دل فیض منزل وے متاثر و نازل گشتند آخر بجملگی خاطر از دنیا و از اہل دنیا فارغ ساختہ بمولیٰ تعالیٰ پیوست۔"(۲)

آپ کی زندگی کا یہ وہ موڑ تھا جہاں سے آپ دنیاوی آسائش و لذتوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے پوری طرح ذکر الٰہی اور فکر مولیٰ میں مستغرق ہو گئے۔ اور عبادت و ریاضت الٰہی میں انہماک اس درجہ بڑھا کہ لوگ آپ سے بات کرنے کو ترس گئے۔ فرائض و سنن کی ادائگی کے بعد مراقبہ میں معروف ہو جاتے اور دیر تک یہ

۱۔ عین القلوب العارفین ص ۸۴

۲۔ خزینۃ الاصفیاء جلد ۱ ص ۱۱۹

استغراقی کیفیت بر قرار رہتی۔ مسجد میں ایک بوریا تھی مراقبہ اور مجاہدہ آپ اسی بوریا پر بیٹھ کر فرمایا کرتے تھے۔ بسا اوقات آپ نے اذان واقامت بھی کہی ہے اور گھر گھر جاکر نماز کے لئے لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار بھی کیا ہے۔ طالبان فیوض و برکات کا آپ کی بارگاہ میں ازدحام رہتا بندگان خدا آپ کا احترام دل سے کیا کرتے تھے۔ امراء و سلاطین کے علاوہ ہزارہا بندگان خدا نے آپ سے اکتساب فیض کیا ہے۔

مخدوم ثانی حضرت شیخ عبدالقادر ثانی صاحب کشف و کرامت بھی تھے۔ متعدد کرامتیں آپ کی ذات ستودہ صفات سے منظر عام پر آئیں سوانح نگاروں نے آپ سے منسوب کئی کرامتوں کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ جو شخص بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی پریشانیوں کا ذکر کرتا تو اسے آپ کی دعاؤں کے طفیل ضرور راحت ملتی آپ کی اس روحانی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا شیخ عبدالحق دہلوی نے لکھا ہے:

> "ایک قوال آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ توبہ کر اور ستار وسارنگی توڑ ڈال، سر منڈالے، فقیر ہو جا، قوال کو تو اس کی توفیق نہیں ہوئی، لیکن اس مجلس میں ایک امیر شخص موجود تھا اس کے دل میں بات تیر کی طرح پیوست ہو گئی وہ فوراً مجلس سے اٹھا باہر گیا سر منڈایا اور تمام گناہوں سے توبہ کر کے گریہ و زاری کرنے لگا اور کہنے لگا کہ میرے ایک بھائی گجرات میں تھے میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کا جنازہ نکل رہا ہے لوگ انہیں دفن کرنے جا رہے ہیں یہ مقام کشف اس امیر کو آپ کی ادنیٰ توجہ سے حاصل ہوا۔"(۱)

حضرت سید عبدالقادر ثانی کی والدہ ماجدہ بی بی سعیدہ حضرت شیخ ابوالفتح کی صاحبزادی تھیں اور حضرت ابوالفتح حضرت شیخ ابو اسحاق گازرونی کے خواہر زادہ حضرت صفی الدین گازرونی کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت صفی الدین گازرونی وہی بزرگ ہیں جنہوں نے مدینۃ الاولیاء اوچہ کی بنیاد رکھی۔ صاحب عین القلوب العارفین نے لکھا ہے:

۱۔ اخبار الاخیار ص ۱۹۵

"شیخ ابو اسحاق گازرونی بعد از عطائے نعمت خلافت بہ سید صفی الدین قدس اللہ سرہ حکم کردہ کہ بروبر اشترے سوار شو ہر جانب کہ آں شتر رود تو نیز بروو آنجا کہ بہ نشیند مقام مقام ساز چوں بایں جا کہ رسید کہ حالا بریں جائے اچہ شریف موجود است۔ شتر بہ نشست ہمانجا وطن خود ساخت وقصبہ اچہ آباد کرد۔"(۱)

(شیخ ابو اسحاق گازرونی جب سید صفی الدین کو دولت خلافت سے سرفراز فرما چکے تو فرمایا کہ ایک اونٹ پر سوار ہو اور جدھر وہ اونٹ جائے ادھر تم بھی جاؤ اور جہاں وہ بیٹھ جائے وہیں تم بود و باش اختیار کر لینا اس وقت جہاں اوچہ شہر آباد ہے اونٹ وہیں بیٹھ گیا۔ اسی مقام کو آپ نے اپنا وطن بنا لیا۔)

اوچہ کی سرزمین میں کس قدر لعل وجواہر پوشیدہ ہیں اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ اس سرزمین میں ہزاروں اولیائے کرام آسودہ خواب ہیں اور ان کے روحانی فیضان سے ایک عالم مستفیض ہو رہا ہے۔ اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد حضرت مخدوم ثانی نے اسی سرزمین پر سجادہ نشینی کے فرائض انجام دئے۔ پھر اپنے بھائی سید عبداللہ کو منصب سجادگی سپرد کرکے خود ناگور چلے آئے اور یہاں کی ویران خانقاہ کو آباد کیا۔ آپ کے ناگور تشریف لانے کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے علاقے میں پھیل گئی۔ حسب سابق لوگ جوق در جوق اکتساب فیض کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ ہندو مسلمان سب آپ کی بارگاہ میں آتے اور یکساں طور پر قادری فیضان سے سرشار ہوتے۔ صاحب عین القلوب العارفین نے راحت الواصلین کے حوالے سے ایک واقعہ نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

"لویر: باوری (ناگور کے علاقہ میں ایک بستی ہے) میں قوم راجپوت میں مکھا سنگھ بن جگت سنگھ نامی ایک شخص رہتا تھا اللہ تعالی نے اسے دولت وثروت کے علاوہ آسائش کی تمام چیزیں اسے دی تھیں اگر اس کے گھر میں کسی چیز کی کمی تھی تو وہ اولاد کی تھی، جو بھی بچہ اس کے گھر میں پیدا ہوتا وہ مرضیٔ مولی کے مطابق لقمۂ اجل بن جاتا یکے بعد دیگرے اس نے سات شادیاں کیں مگر ہر بیوی کے ساتھ یہی حادثہ ہوتا۔ جو بھی بچہ پیدا ہوا وہ لقمۂ اجل بن گیا۔ اپنے عقیدے کے مطابق

۱۔ عین القلوب العارفین: ص ۹۳

تمام دیوی، دیوتاؤں سے اس نے اپنی پریشانی بیان کی مگر اسے کہیں کامیابی نہ ملی۔ ایک دن اس نے خواب دیکھا کہ ایک شخص سبز گھوڑے پر سوار ہو کر میرے گھر آیا ہے اس کی آمد سے پورا گھر بقعۂ نور بن چکا ہے اور وہ شخص مجھ سے کہہ رہا ہے۔ اے مکھا تو اپنے خدا سے کس قدر بیگانہ اور لاپرواہ ہو گیا ہے۔ تمہاری اولاد زندہ بچے تو کیوں کر؟ اٹھ اور ناگور جا کر حضرت غوث صمدانی قطب ربانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کے فرزند جگر پیوند حضرت عبدالقادر ثانی کا دامن مضبوطی سے تھام لے ان کی دعاؤں سے تجھے تیرا مقصود مل جائے گا۔ مکھا سنگھ نے حالت خواب ہی میں دریافت کیا کہ آپ کون ہیں تو انہوں نے فرمایا میں ایک فقیر ہوں اور خدا کے حکم سے یہی بشارت دینے کی خاطر تیرے گھر آیا ہوں۔ صبح ہوتے ہی اپنی بیویوں کو ہمراہ لے کر ناگور چلے جاؤ اور ان کے قدموں میں سر ڈال کر اپنی پریشانیاں بیان کر دو۔

مکھا سنگھ کا بیان ہے کہ اس فقیر نے جس طرح خواب میں بتایا تھا، دن کے اجالے میں میں نے اسی طرح کیا۔ اپنے خاندان کے تمام لوگوں کے ساتھ یوم چہار شنبہ ۹۰۶ھ / ۱۵۰۰ء کو ناگور گیا سیدنا عبدالقادر ثانی کی خدمت میں حاضری دی اور اپنی پریشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

اے غوث پاک کے فرزند دلبند سات عورتیں میری نکاح میں آئیں مگر کسی عورت کا کوئی بچہ ولادت کے بعد زندہ نہ بچ سکا۔ پیدا ہوتے ہی تمام بچے لقمۂ اجل بن گئے اگر آپ کی توجہ خاص اور نظر عنایت سے مجھے اپنے مقصد میں کامیابی مل جائے تو زندگی بھر میں آپ کا غلام رہوں گا۔ مجھے غوث پاک کا صدقہ عطا ہو میں وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک میری زندگی رہے گی میں اس آستانہ کا جاروب کش رہوں گا۔

یہ سننے کے بعد سیدنا عبدالقادر ثانی نے فرمایا:

اے مکھا سنگھ تو خداوند تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک سمجھ اور ان کے پیارے پیغمبر احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دل سے صحیح و سچا تسلیم کر لے اور پہلا فرزند جو تیرے گھر میں پیدا ہو اسے تو میرے حوالے کر دے۔ اگر یہ تمام شرطیں تجھے منظور ہیں تو میں تیرے حق میں دعا کرتا ہوں، خدا کی ذات سے مجھے بھرپور امید ہے کہ تجھے کامیابی ضرور ملے گی۔ مکھا سنگھ نے کہا مجھے آپ کی تمام باتیں دل و

جان سے منظور ہیں۔ پھر آپ نے مراقبہ فرمایا، نظر لوح محفوظ پر گئی، تھوڑی دیر بعد آنکھ کھولی اور ارشاد فرمایا خالق کائنات جل مجدہ تیری پانچ بیویوں سے تجھے پچیس لڑکے اور باقی دو بیویوں سے پانچ لڑکیاں عطا کرے گا۔ لیکن یہ یاد رہے کہ جو فرزند تو میرے سپرد کرے گا وہ اللہ کے مخصوص بندوں میں سے ہوگا۔

پھر عبدالقادر ثانی نے مکھا سنگھ کی پہلی پانچ بیویوں کو پانچ عدد خرمادے کر کھانے کا حکم دیا اور باقی دو بیویوں کو کالی مرچ دے کر فرمایا اسے کھالو پھر فرمایا کہ اے مکھا سنگھ اب گھر جاؤ اور دیکھو خدا کی قدرت کا ظہور کب اور کس شکل میں ہوتا ہے۔

مکھا سنگھ گھر گیا چند ماہ گزرنے کے بعد اس کے گھر میں ایک لڑکے کی ولادت ہوئی۔ پورے خاندان میں خوشی کے چراغ جل گئے۔ اس بچہ کا خاندانی نام ننھا سنگھ رکھا گیا۔ پورے خاندان کے لوگ اس بچہ کو سیدنا عبدالقادر ثانی کی خدمت میں لائے اور حسب وعدہ آپ کے حوالے کر دیا۔ اس کرامت کو دیکھ کر خاندان کے تمام لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ قبول اسلام کے بعد مکھا سنگھ کا اسلامی نام دین محمد اور ننھا سنگھ کا نام محمد عارف رکھا گیا۔ اور عرفیت کے طور پر میاں ننھا کہہ کر پکارا جانے لگا۔

محمد عارف عرف میاں ننھا کو آپ نے ایک کمرہ میں بند کر دیا۔ اور خود بھی اسی کمرہ میں عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ اکیس دن گزرنے کے بعد جب انہیں کمرہ سے باہر نکالا اور توجہ خاص فرمائی تو ان پر چودہ طبق روشن ہو گئے۔ پھر انہیں مخاطب کر کے فرمایا:

اے محمد عارف اب کمر ہمت کس کر جنگل و بیابان میں چلے جاؤ اور وہیں عبادت و ریاضت میں مصروف ہو جاؤ اور اس توجہ اور انہماک کے ساتھ عبادت کرو کہ جلد ہی تمہارا شمار مقربین بارگاہ الٰہی میں ہونے لگے۔

محمد عارف اپنے مرشد کی اجازت سے ناگور سے مغرب سمت چل پڑے جب ایک فرسخ یعنی تین میل کے فاصلے پر پہنچے تو ان کی نظر ایک کنکریلی زمین پر پڑی اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ چٹائی اور وضو کا لوٹا زمین پر رکھا ہی تھا کہ غیب سے ایک آواز کان کے پردہ سے ٹکرائی

"اے محمد عارف خداوند کریم نے تجھے اسی زمین سے پیدا کیا ہے اور اسی زمین میں تجھے رکھے گا یعنی تمہارا مزار اسی سرزمین پر بنے گا۔

محمد عارف اسی غیبی ندا سے بہت خوش ہوئے اور خوش ہو کر فرمایا "الحمد للہ میں اپنی منزل مقصود پر پہنچ گیا ہوں"

راحت القلوب الواصلین کے مصنف لکھتے ہیں کہ انہوں نے مستقل طور پر وہیں سکونت اختیار کرلی، پردہ فرمانے کے بعد وہیں دفن ہوئے گوردھن ساگر نامی تالاب کے مغرب جانب آپ کا مزار مقدس ہے۔"(۱)

منزل مقصود پر پہنچنے کے بعد شیخ محمد عارف کا معمول یہ تھا کہ وہ عبادت و ریاضت اور مجاہدۂ نفس کا روز و شب کے بیشتر لمحات بسر فرماتے دن بھر روزہ رکھتے۔ شام کے وقت درخت کے پتوں سے روزہ افطار فرماتے اور رات شروع ہوتے ہی عبادت الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔ آپ کی مسلسل عبادت و ریاضت کے باعث وہ سرزمین، انوار و تجلیات کا مرکز بن گئی۔ آپ کے والد دین محمد (مکھا سنگھ) اپنا وطن چھوڑ کر پورے خاندان سمیت آکر وہیں آباد ہوگئے وہ سرزمین کچھ اس قدر پرکشش بن گئی کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ پورا علاقہ بندگان خدا سے آباد ہو گیا۔ لوگوں نے وہاں مکانات بنوائے اور زراعت کا پیشہ اختیار کیا۔ آج وہی سرزمین قصبہ "باسنی" کے نام سے مشہور ہے۔ باشندگان باسنی پر بزرگان دین بطور خاص شیخ محمد عارف کا فضل نمایاں ہے۔ راقم السطور نے اس قصبہ کی زیارت کی ہے اور وہاں کی عالی شان مسجد میں دو رکعت سجدۂ نیاز مندی بھی ادا کیا ہے۔

حضرت شیخ محمد عارف نے جلد ہی کثرت مجاہدہ اور ریاضت سے ایک مخصوص مقام حاصل کرلیا۔ یقیناً وہ عارف باللہ تھے اور ولایت کے عظیم منصب پر فائز تھے۔ آپ کا در دولت ہمیشہ پریشان حال لوگوں کے لئے کھلا رہتا تھا۔ آپ کی بارگاہ میں گونگوں کو گویائی، اندھوں کو بینائی اور کفار و مشرکین کو دولت ایمان سے سرفراز ہوتے دیکھا گیا۔ مرشد سے گہری عقیدت تھی جب آپ کے مرشد کا وصال ہو گیا تو آپ کے دل و دماغ پر اس کا گہرا رنج ہوا اور اس رنج کی تاب نہ لا کر خود پچیس یوم بعد اللہ کے پیارے ہو گئے۔

۱۔ عین القلوب الواصلین

پانچویں رمضان المبارک ۹۰۷ھ / ۱۵۰۲ء بروز دوشنبہ طلوع آفتاب کے بعد ولادت ہوئی تھی اور ۱۴ محرم الحرام ۹۶۴ھ / ۱۵۵۶ء کو بروز جمعہ صبح صادق کے وقت وصال ہوا۔

شیخ محمد عارف کے دوسرے بھائی جو مکھا سنگھ کی پانچ بیویوں سے پیدا ہوئے تھے ان کے اسلامی نام کی فہرست صاحب عین القلوب العارفین نے اس طرح دی ہے:

"مکھا سنگھ کی بیوی کیشر کا نام "فاطمہ" جراؤ کا نام "حلیمہ" سہی کا نام "آمنہ" چھوٹان کا نام "صفورا" امران کا نام "خدیجہ" کستوران کا نام "زینب" اور خوشحالان کا نام "جنت" رکھا گیا۔

اور ان بیویوں سے حضرت شیخ عبدالقادر ثانی کی دعاؤں کی برکت سے جو لڑکے پیدا ہوئے ان کے اسماء اس طرح رکھے گئے۔

محمد عارف، آدم، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، سلیمان، داؤد، موسیٰ، عیسیٰ، عمر، عثمان، عبداللہ، عبدالرحمٰن، ہدایت اللہ، یعقوب، احمد، عبدالکریم، عبداللطیف، عبدالقادر، محمد اعظم، عبدالجبار، عبدالستار، عبدالغفور، محمد یسین، عبدالرزاق" (۱)

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر ثانی کی پوری زندگی کرامت اور خرق عادات سے عبارت ہے۔ جس کثرت کے ساتھ آپ کے جد امجد حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان سے کرامتوں کا ظہور ہوا اسی کثرت کے ساتھ آپ کی ذات والا صفات سے بھی خرق عادات کا صدور ہوا۔ سطور بالا میں دو ایک واقعہ کا ذکر ہوا۔ دیگر کرامتوں کی تفصیل آپ سے متعلق دیگر کتب سوانح میں دیکھی جاسکتی ہے۔

بغداد معلی سے فیوض و برکات حاصل کرنے کے بعد جب اپنے جد امجد سیدنا عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے آستانہ کو آباد کرنے اور مریدین و معتقدین کو فیوض و برکات کی دولت تقسیم کرنے کی غرض سے جب آپ ناگور آرہے تھے تو دیکھا کہ گجرات میں دو بھائی آپس میں برسرپیکار ہیں۔ دونوں کی فوجیں آمادہ جنگ

۱۔ عین القلوب العارفین ص ۱۰۰

ہیں۔ یہ دلخراش منظر دیکھ کر آپ سے نہ رہا گیا۔ آپ نے ان دونوں کے معاملات میں مداخلت کی ان دونوں بھائیوں میں سے ایک کا نام عزیز الدین اور دوسرے کا نام شمس الدین تھا۔ آپ نے موخر الذکر سے فرمایا کہ اگر حکومت وجاہ کی خاطر یہ جنگ لڑی جا رہی ہے تو تم میرے ساتھ چلو میں تمہیں اپنے شہر ناگور کا حکمراں بنا دوں گا۔ آپ کی اس صلح کن گفتگو سے دونوں بھائی بہت متاثر ہوئے۔ دونوں نے انتہائی ادب و احترام کے ساتھ آپ کے مقدس ہاتھوں پر توبہ کیا اور بیعت وارادت سے مشرف ہوئے۔ شمس الدین کو ساتھ لے کر آپ ناگور آگئے۔ ناگور پہنچنے کے بعد آپ نے شمس الدین سے فرمایا:

"الحال من ترا (والی) ناگور گردانیدم و خلعت از دہلی برائے تو می طلبم" (۱)
(اس وقت میں صوبہ ناگور کا تجھے نگراں نامزد کر رہا ہوں اور تمہارے لئے شاہی جوڑا دہلی سے منگوا رہا ہوں۔)

صاحب عین القلوب العارفین لکھتے ہیں کہ شمس الدین کو صوبہ ناگور کی ذمہ داری سپرد کئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ بادشاہ دہلی کی طرف سے ان کے لئے شاہی جوڑا آگیا۔ اور اس طرح شمس الدین باضابطہ ناگور کے والی مقرر ہو گئے۔

شمس الدین خاں بڑے متقی و پرہیز گار تھے۔ شیخ عبد القادر ثانی کی ان کے دل میں بڑی عزت تھی۔ آپ نے اپنے شیخ ہی کی زندگی میں ایک روضہ کی تعمیر فرمائی اور یہ کہا کہ جب میرے مرشد اس دار فانی سے دار باقی کی طرف کوچ کریں گے تو مرشد کا جسد مبارک اسی میں دفن کیا جائے گا۔ اسی کے متصل شمس الدین نے ایک بڑا حوض بھی کھدوایا تھا جس کا نام انہوں نے اپنے نام کی مناسبت سے شمس تالاب رکھا تھا۔ اس تالاب کی راقم السطور نے زیارت کی ہے اسی تالاب کے مغربی سمت حضرت سیدنا عبد الوہاب علیہ الرحمۃ والرضوان سے متصل ہی حضرت شیخ عبد القادر ثانی کا مزار ہے جہاں بلا تفریق مذہب وملت ہندو مسلمان آکر جبین عقیدت خم کرتے ہیں۔

۱۔ عین القلوب العارفین ص ۲۳

سیدنا شیخ عبدالقادر ثانی کے روضہ مقدس کے بائیں جانب شمس الدین خاں والی ناگور نے جو اپنی ابدی آرام گاہ تیار کروائی اور اپنے خویش واقارب کو وصیت کر دی کہ جب میری روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے تو مجھے اسی گنبد کے زیر سایہ دفن کیا جائے۔ کتب تواریخ میں "کالا گنبد" کے نام سے اس کا ذکر ملتا ہے۔ والی ناگور شمس الدین خاں کا وصال ۲/ شعبان المعظم ۹۵۰ھ / ۱۵۴۳ء کو ہوا اور حسب وصیت اپنے تیار کردہ مقبرہ میں دفن ہوئے۔

درگاہ بڑے پیر میں آستانہ حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی کے قریب ایک قدیم مسجد بھی ہے جس کے بارے میں مصنفین کا خیال ہے کہ اس کی تعمیر حضرت سیدنا عبدالقادر ثانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے دور حیات میں ہوئی اور آپ نے ہی اس مسجد کی بنیاد رکھی۔ اس مسجد میں ایک قدیم طغرا بھی ہے جس میں اس مسجد کی بنا کے تعلق سے تفصیلات کندہ ہیں۔ یہ طغرا اتنا پیچیدہ اور غیر واضح ہے جو بدقت تمام بھی نہیں پڑھا جاسکا۔ اس طغرے میں کیا لکھا ہے اس کی صراحت جواہر الاعمال کے مصنف نے اس طرح کی ہے:

"بناشد ایں مسجد روضه اول در عهد دولت خاں الاعظم و خاقان المعظم خاں فیروز صالح خانی بتوفیق الرحمانی دلیل الکل بنهاد شاه عبدالقادر ثانی قدس سره من العشر الشهر رجب المرجب قدره سنة سته سبعمأة"

صاحب جواہر الاعمال کے بقول طغرے کی اس عبارت سے درج ذیل دو باتوں کا علم ہوتا ہے۔

۱۔ دولت خاں کے عہد حکومت میں اس مسجد کی تعمیر ہوئی۔
۲۔ ۷۰۶ھ میں سیدنا عبدالقادر ثانی نے اس مسجد کی بنیاد رکھی۔

لیکن جب اس عبارت کی تطبیق تاریخی حقائق سے کی جاتی ہے تو معاملہ بالکل اس کے برعکس نظر آتا ہے کیوں کہ حضرت سیدنا عبدالقادر ثانی کی ولادت ۸۶۱ھ / ۱۴۵۷ء میں ہوئی۔ اور دولت خاں کی حکومت کا زمانہ ۸۱۶-۸۱۷ھ ہے ایسی

صورت میں یہ کسی طرح باور نہیں کیا جاسکتا ہے کہ سیدنا عبدالقادر ثانی کے ہاتھوں اس مسجد کی بنیاد رکھی گئی ہوگی۔ میری تحقیق کے مطابق اس مسجد کی تعمیر سیدنا عبدالقادر ثانی کے والد ماجد کے دوران قیام ناگور میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد سید محمد غوث گیلانی اوچی مدتوں ناگور میں رہے۔ اس دوران فیضان قادریت سے ایک عالم کو سیراب کیا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے جہاں کہیں ہوتے ہیں، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت کے لئے خانہ خدا کی تعمیر کرتے ہیں۔ میرے اس خیال کی تائید صاحب خزینۃ الاصفیاء کی اس عبارت سے ہوتی ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ سید محمد غوث گیلانی اوچی رحمۃ اللہ علیہ ناگور تشریف لائے۔ مدتوں قیام کیا اور ایک مسجد کی تعمیر فرمائی۔ مصنف کتاب سید محمد غوث گیلانی الحسنی الحلبی الاوچی کے حالات میں لکھتے ہیں:

"مدتے درناگور سکونت ساخت ودر آنجا مسجدے تعمیر فرمود"(۱)

(مدتوں ناگور میں قیام کیا اور وہاں ایک مسجد کی تعمیر فرمائی۔)

قاضی رحمٰن بخش نے افاضات حمید میں اس مسجد کے تعلق سے اپنا ایک جداگانہ نقطہ نظر پیش کیا ہے۔ ان کے خیال کے مطابق اس مسجد کی تعمیر شمس الدین دندانی نے کرائی ہے۔ شمس الدین دندانی کون تھا، اسے یہ سعادت کس طرح حاصل ہوئی اس تعلق سے مصنف کتاب لکھتے ہیں:

"یہ شہزادہ ایران تھا، جس وقت پیدا ہوا دانت موجود تھے۔ منجموں نے اس مولود کو شاہ ایران کے حق میں نحس قرار دیا، اس لئے بادشاہ نے بغرض پرورش اس کو شمس الدین التمش کے پاس ہندوستان بھیج دیا۔ شمس الدین التمش نے ناگور اس کو جاگیر میں دے دیا جس سے وہ ناگور رہنے لگا۔ شمس تالاب اور اس پر مسجد و قدرے عمارت قلعہ ناگور اس نے بنائی۔"(۲)

ضیاء الدین دیسائی نے اپنی کتاب Published Muslim Iniscriptions of Rajasthan نمبر شمار 384 میں اس مسجد کے تعلق سے

۱۔ خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۱۱۶

۲۔ افاضات حمید ص ۱۵۱

جو کچھ بھی لکھا ہے اس سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ اس مسجد کی تعمیر نویں صدی ہجری میں ہوئی۔ البتہ انہوں نے اتنی ضرور وضاحت کی ہے کہ بادشاہ فیروز خاں کے زمانے میں اس کی تعمیر مکمل ہوئی۔ انہوں نے لکھا ہے:

"یہ مسجد درگاہ بڑے پیر صاحب کے ایک کنارے ہے۔ ۱۲/رجب ۹۰۰ھ ۸/اپریل ۱۴۹۵ء میں اس کی تعمیر بادشاہ فیروز خاں کے زمانہ میں ہوئی۔"(۱)

ضیاء الدین دیسائی نے فیروز خاں نامی جس بادشاہ کا ذکر کیا ہے وہ بادشاہ نہیں بلکہ والی ناگور شمس خاں کا بیٹا تھا نویں صدی ہجری میں جن سلاطین نے تخت دہلی کو زینت بخشی ان کے اسمائے گرامی ترتیب وار اس طرح ہیں۔ ان میں کہیں فیروز خاں نامی کسی بادشاہ کا ذکر نہیں ملتا۔

ناصر الدین محمد شاہ	سنہ جلوس دہلی	۷۹۲ھ/۱۳۸۹ء	وفات	۷۹۶ھ/۱۳۹۳ء
علاء الدین سکندر شاہ	سنہ جلوس دہلی	۷۹۶ھ/۱۳۹۳ء	وفات	۸۱۵ھ/۱۴۱۳ء
ناصر الدین محمود شاہ	سنہ جلوس دہلی	۷۹۶ھ/۱۳۹۳ء	وفات	۸۱۵ھ/۱۴۱۲ء
دولت خاں	سنہ جلوس دہلی	۸۱۶ھ/۱۴۱۳ء	وفات	۸۱۷ھ/۱۴۱۴ء
خضر خاں	سنہ جلوس دہلی	۸۱۷ھ/۱۴۱۴ء	وفات	۸۲۴ھ/۱۴۲۱ء
معز الدین ابو الفتح مبارکشاہ	سنہ جلوس دہلی	۸۲۴ھ/۱۴۲۱ء	وفات	۸۳۷ھ/۱۴۳۳ء
سلطان محمد شاہ	سنہ جلوس دہلی	۸۳۷ھ/۱۴۳۳ء	وفات	۸۴۹ھ/۱۴۴۵ء
سلطان علاء الدین عالم شاہ	سنہ جلوس دہلی	۸۳۷ھ/۱۴۴۳ء	وفات	۸۸۳ھ/۱۴۷۸ء
سلطان بہلول لودھی	سنہ جلوس دہلی	۸۵۵ھ/۱۴۵۱ء	وفات	۸۹۴ھ/۱۴۸۸ء
سلطان سکندر	سنہ جلوس دہلی	۸۹۴ھ/۱۴۸۸ء	وفات	۹۲۳ھ/۱۵۱۷ء

ان تاریخی حقائق کی روشنی میں یہی کہا جاسکتا ہے۔ یہ مسجد بہت قدیم ہے اس کی بنیاد حضرت سیدنا عبد القادر ثانی کے والد ماجد حضرت سید محمد غوث گیلانی اوچی کے مقدس ہاتھوں دولت خاں کے عہد حکومت میں ایک اندازہ کے مطابق ۱۰/رجب

1- Z.A Desai Published Muslim Inscription of Rajasthan P 122.1971

المرجب کو رکھی گئی۔

جواہر الاعمال کے مصنف نے حضرت سیدنا عبدالقادر ثانی کے فضائل و مناقب پر مشتمل جو خراج عقیدت پیش کیا ہے اس میں آستانہ سیدنا عبدالوہاب، شمس تالاب کے علاوہ اس ارض مقدس میں آرام فرما دیگر بزرگان دین کا بھی تذکرہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

اے کہ درگاہ بلندت آفتاب انور است
لطف انعام تو دائم گمرہاں را رہبر است
شاہ عبدالقادر ثانیست کردہ حق خطاب
جد تو شاہ رسول ہم علی صفدر است
از اجازت مرد مانی آمد ایں فرخندہ نام
شاہ عبدالوہاب فرزند عبدالقادر است
آنکہ عبدالقادرے صالح جدت بنام
آنکہ بخشش ہر ولی را روز محشر بر سر است
شمس زیر مقدمت کردست جائے خود مدام
او فتادہ بر درت خورشید ماہ و اختر است
زیر درگاہ بلند ہست حوض خوش نما
خانقاہ جنت است آں چشمہ حوض کوثر است
ہر منارش از بلندی رہ نماید بر سماء
بانگ آوازش چناں کز عرش و کرسی برتر است
یارب ایں درگاہ عالی باد اعلیٰ تر مقام
زانکہ اصل خانداں شاہ عبدالقادر است
خاک درگاہ تو بادا در منداں را دوا است
در دو عالم کس ندارد چوں تو ہادی رہبر است (۱)

ا۔ جواہر الاعمال ص ۲۰

اس طرح نثر و نظم میں متعدد سوانح نگاروں نے آپ کے فضائل و مناقب قلم بند کئے ہیں۔ ذیل میں اس زریں سلسلہ کا اختتام اس عبارت پر کیا جارہا ہے جس کا ذکر صاحب تحفۃ الابرار نے کیا ہے۔

"چونکہ بولایت باطن وارث حقیقی حضرت غوث الاعظم کے تھے، لہٰذا بخطاب سید عبدالقادر ثانی مخاطب ہوئے۔ فضائل آپ کے بہت کچھ مطولات میں درج ہیں اس مختصر میں صرف اسی پر اکتفا کیا گیا ہے۔"(۱)

سوانح کی مستند کتابوں سے یہی پتہ چلتا ہے کہ آپ کا وصال ۸۷ سال کی عمر میں ۱۸ ربیع الاول ۹۴۰ھ مطابق ۱۵۳۳ء کو ہوا۔ اور ناگور راجستھان میں مدفون ہوئے۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے درج ذیل قطعہ تاریخ وصال لکھا ہے:

عبد قادر ولی ثانی	مقتدا پیر سید معصوم
طرفہ مشکل کشائے عالم شد	سال تولید آں "ولی مرقوم"
میر مخدوم گو بتر حیلش	ہم بخواں "ماہ علم دیں مخدوم"
"شاہ خلد" ست و "رہنمائے خلد"	گر کنی سال رحلتش معلوم (۲)

سنہ وفات کے سلسلے میں ایک دوسری روایت بھی ملتی ہے جس کا ذکر صاحب عین القلوب العارفین نے کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

"چونکہ سن شریف آں مخدوم سید عبدالقادر ثانی قدس سرہ بہ ہشتاد سال در رسید و ہم ماہ ذی الحجہ سنہ نہ صد و سی و نہ بود وفات یافت و بعضے نہ صد و چہل ہم می گویند"

(چونکہ سید عبدالقادر ثانی کی عمر شریف کل ۸۰ سال تھی۔ اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی وفات ماہ ذی الحجہ ۹۳۹ھ میں ہوئی۔ بعض لوگوں نے ۹۴۰ھ لکھا ہے۔)

۱۔ خزینۃ الاصفیاء، جلد اول ص ۱۲۱

۲۔ عین القلوب العارفین ص ۱۰۷

۹۔ حضرت سیدنا عبدالرزاق قادری

حضرت سیدنا عبدالرزاق گیلانی حضرت مخدوم عبدالقادر ثانی کے فرزند ارجمند تھے۔ علم و عمل اور جود و سخا میں یکتائے روزگار تھے۔ باب ولایت میں آپ کا پایہ بہت بلند تھا۔ آپ کے فضائل و مناقب کا ذکر کرتے ہوئے شیخ عبدالحق دہلوی نے لکھا ہے:

"صاحب فضائل و مناقب و مفاخر ہمت عالی داشت و شان عظیم" (۱)

والد ماجد کے پردہ فرمانے کے بعد آپ ہی صاحب سجادہ ہوئے اور فیضان قادریت سے ایک خلقت کو سیراب کیا جس وقت آپ کے والد ماجد کا وصال ہوا اس وقت اخبار الاخیار اور خزینۃ الاصفیاء کی روایت کے بموجب ناگور، اور عین القلوب العارفین کی روایت کے مطابق آپ لاہور میں تھے اور یہ اختلاف روایت اس لئے ہے کہ جن لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ سیدنا عبدالقادر ثانی کا وصال لاہور میں ہوا ان کے بموجب آپ ناگور اور جن لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ ان کا وصال ناگور میں ہوا، ان کی روایت کے مطابق آپ لاہور میں تھے۔ بہر حال ناگور رہے ہوں یا لاہور جیسے ہی آپ کو اپنے والد ماجد کی رحلت کی خبر ملی چل پڑے۔ مگر اس وقت وہاں پہنچے جب سب کچھ ہو چکا تھا۔ وصیت کے مطابق لباس خرقہ پہنا اور منصب سجادگی پر رونق افروز ہو گئے۔ صاحب خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں:

"بوقت رحلت نتوانست رسید بعد از چند روز تشریف آورد و بحکم والا بہ لباس خرقہ واجازت خلافت و نعمت مشیخت مشرف شد" (۲)

والد ماجد کی وفات کے وقت پاس نہ رہنے اور بعد میں آکر منصب سجادگی کو زینت بخشنے کا ذکر صاحب تحفۃ الابرار نے بھی کیا ہے۔

"شیخ عبدالرزاق گیلانی بوقت رحلت والد بزرگوار خود ناگور تشریف رکھتے

۱۔ اخبار الاخیار ص ۱۹۷
۲۔ خزینۃ الاصفیا جلد ۱ ص ۱۰۴

تھے۔وہاں سے آکر سجادہ نشین خلافت ہوئے۔"(۱)

آپ کے والد ماجد سیدنا عبدالقادر ثانی کا وصال ناگور میں ہوا یا لاہور میں، اس تعلق سے سطور بالا میں اجمالی ذکر گزر چکا ہے وفات کے وقت شیخ عبدالرزاق کہاں تھے یہ ضرور توجہ طلب ہے۔ آثار و قرائن سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ لاہور میں تھے اور بعد میں آکر آپ نے خرقۂ خلافت پہنا اور مسند سجادگی کو زینت بخشی۔ اس کا تفصیلی ذکر صاحب عین القلوب العارفین نے صفحہ ۱۰۸ پر کیا ہے۔

۵/رجادی الاخری ۹۶۲ھ/۱۵۵۵ء کو وصال ہوا، شہر ناگور میں درگاہ بڑے پیر میں اپنے والد ماجد کے روضہ کے اندر جانب شرق مدفون ہوئے۔(۲)

آپ کے مدفن کے تعلق سے صاحب جواہر الاعمال نے بھی یہی نظریہ پیش کیا ہے:

"حضرت سید عبدالقادر ثانی حضرت سید عبدالرزاق ہر دو ولی بزرگ در میان یک قبر اندواز طرف مغرب قبر مبارک حضرت سید عبدالقادر ثانی ست واز طرف مشرق مزار مبارک حضرت سید عبدالرزاق اندر شہر ناگور۔"(۳)

(ناگور میں حضرت سید عبدالقادر ثانی اور حضرت سید عبدالرزاق دونوں بزرگ ایک ہی گنبد کے اندر آرام فرما ہیں۔ جانب مغرب سیدنا عبدالقادر ثانی اور جانب مشرق سیدنا عبدالرزاق کا مزار مبارک ہے۔)

۱۰۔ حضرت سیدنا حامد گنج بخش گیلانی

آپ حضرت سیدنا عبدالرزاق گیلانی کے فرزند تھے۔ والد ماجد کی وفات کے بعد آپ ہی زیب سجادہ ہوئے۔ انتہائی خلیق اور متحمل مزاج تھے۔ فضل و کمال اور کشف و کرامت میں آپ یکتائے زمانہ تھے۔ فیاضی اور سخاوت میں اس دور میں

۱۔ تحفۃ الابرار ص ۱۶

۲۔ عین القلوب العارفین ص ۱۰۸

۳۔ جواہر الاعمال ص

آپ کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ دنیاوی دولت و ثروت بھی آپ کے پاس کچھ کم نہ تھی۔ مگر اس کے باوجود اتنی دولت آپ کے پاس کبھی نہیں رہی کہ آپ پر زکوۃ فرض ہو۔ شرائط وجوب پائے جانے سے قبل ہی راہ خدا میں دولت خرچ کر دیا کرتے تھے۔ شیخ عبدالحق دہلوی لکھتے ہیں:

"متاع دنیاوی از ہر قسم کہ تصور کنند قسط وافر اورا حاصل بود لیکن ہرگز مالک نصاب نامی کہ شرط وجوب زکوۃ باشد نشدہ"(۱)

سید حامد گنج بخش اپنے دور میں صوفیائے کرام کے مقتدا تھے۔ آپ کو جو روحانی عظمت حاصل تھی۔ اسے حیطۂ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔ صاحب خزینۃ الاصفیاء نے آپ کے جن محاسن و کمالات کا ذکر کیا ہے بعد کے تمام مصنفین نے تقریباً اسی کا اعادہ کیا ہے۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے جو خوبیاں شمار کرائی ہیں۔ ذیل میں اسی کا ذکر کیا جارہا ہے۔

"بزرگ عالی شان و رفیع المکان مقتدائے اولیاء مظہر انوار کبریا صاحب تصرف و کرامت والی ولایت و عظمت بود و ہمت عالی و مقام بس بلند داشت۔"(۲)

(عالی شان بزرگ، عظیم المرتبت، اولیا کے مقتدا، انوار ربانی کے مظہر، صاحب تصرف ولایت و عظمت کے والی، بلند ہمت اور عظیم رتبہ کے حامل تھے۔)

روحانیت اور فقر کے جس منصب پر آپ متمکن تھے اس کا ذکر اکثر مصنفین نے اپنی تصانیف میں کیا ہے۔ مرزا محمد اختر تذکرہ اولیائے ہند میں لکھتے ہیں:

"آپ مرید و سجادہ اپنے والد کے تھے، نیز صاحب ولایت کہ فقر میں رتبۂ بلند رکھتے تھے۔ اپنے وقت کے شیخ زمن کہلاتے تھے۔"(۳)

سید حامد گنج بخش گیلانی کے در کی گدائی بیشتر امراء و سلاطین اور شاہان وقت نے کی ہے وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کی بارگاہ میں جبین عقیدت خم

۱۔ اخبار الاخیار ص ۱۹۷

۲۔ خزینۃ الاصفیاء، جلد اول ص ۱۲۷

۳۔ تذکرہ [illegible]

کرتے اس دور میں جتنے بادشاہ گزرے ہیں تقریباً سب نے آپ کے در پر جبیں سائی کی ہے۔ تحفۃ الابرار کے مصنف رقم طراز ہیں:

"آپ فرزند و خلیفہ حضرت سید عبدالرزاق بن سید عبدالقادر ثانی ہیں۔ بادشاہانِ وقت آپ کے دروازہ کی خاک روبی کو تاجِ افتخار سمجھتے تھے۔ تمام عمر یادِ خدا اور کارِ خدا میں صرف فرمائی اور ہدایتِ خلق میں مصروف رہے۔"(۱)

آپ کی شخصیت منبع کمالات اور مجمع فضائل و محاسن کے علاوہ شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت کا سنگم تھی جو شخص بھی آپ کی بارگاہ میں اکتسابِ فیض کے لئے آتا مالامال ہو کے جاتا۔ ہزارہا افراد آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مراتبِ کمال کو پہنچے ہیں۔ حدیقۃ الاولیاء میں ہے۔

"یہ حضرت بڑے بزرگ صاحب شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت تھے۔ ہزاروں خادم حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مراتبِ تکمیل کو پہنچے بادشاہ وقت بھی ان کی آستاں بوسی کو اپنا افتخار سمجھتے تھے۔"(۲)

ایک عرصہ تک آپ نے ناگور میں رہ کر قادریت کے فیضان سے تشنگانِ بادۂ معرفت کو سیراب کیا پھر اچانک نہ جانے کونسی ایسی ضرورت پیش آگئی جس کے سبب اوچہ لاہور جانا پڑا۔ مشائخ قادریہ ناگور اور بزرگانِ قادریہ اوچہ کے درمیان خاندانی روابط رہے ہیں اس لیے ان حضرات کے درمیان آمد و رفت کا سلسلہ برابر رہا۔ اس خاندانی تعلقات کا ذکر اکثر سوانح نگاروں نے کیا ہے۔ بہر حال سید حامد گنج بخش جب ناگور سے اوچہ کے لئے روانہ ہوئے تو اثنائے سفر آپ کی ملاقات شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کی خانقاہ کے صاحب سجادہ مخدوم ثانی حضرت شیخ بہاء الدین سے ہو گئی۔ پھر کیا ہوا صاحب عین القلوب العارفین کی زبانی سنئے:

"بخاطر خود آورد کہ بسلسلۂ حضرت شیخ الاسلام ارتباط کنم و دست انابت بہ حضرت شیخ بہاء الدین دہم۔"(۳)

۱۔ تحفۃ الابرار ص ۱۶

۲۔ حدیقۃ الاولیاء ص [illegible]

۳۔ عین القلوب العارفین ص ۱۱

(دل میں خیال پیدا ہوا کہ شیخ الاسلام کے سلسلہ میں داخل ہو جاؤں اور شیخ بہاء الدین کے دست حق پرست پر بیعت کرلوں۔)

دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ رات خواب میں آپ نے اپنے دادا سیدنا عبدالقادر ثانی کو دیکھا وہ فرمارہے تھے:

"اے سید حامد تم کس کے لڑکے ہو؟

آپ نے جواب میں فرمایا: "میں سید عبدالرزاق کا فرزند ہوں۔"

پھر انہوں نے پوچھا وہ کس کے فرزند ہیں:

آپ نے فرمایا: حضرت سید عبدالقادر ثانی کے

اسی طرح بات جا کر بانی سلسلۂ قادریہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی پر ختم ہوئی تو انہوں نے فرمایا:

تمہارے جدامجد حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی کے ہزاروں مرید شیخ شہاب الدین سہروردی کی طرح تھے اور شیخ شہاب الدین سہروردی کے ہزروں مریدین بہاءالدین زکریا ملتانی کی طرح تھے اور حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی کے ہزاروں مرید مخدوم ثانی بہاءالدین کی طرح تھے۔ ایسی صورت میں یہ ہرگز مناسب نہیں کہ خانوادۂ قادریت سے دل برداشتہ ہو کر سلسلۂ سہروردیہ میں بیعت کرو۔ آؤ تم میرے ہاتھ پر بیعت ہو جاؤ۔"(۱)

سید حامد گنج بخش فرماتے ہیں کہ میں نے حالت خواب ہی میں دریافت کیا کہ اے قبلہ آپ کون ہیں اور اتنی زحمت کیوں فرمارہے ہیں تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

"من جد تو سید عبدالقادر ثانی ام (میں تمہارا جد (دادا) سید عبدالقادر ثانی ہوں۔"

سید حامد گنج بخش اسی وقت اٹھے اور ان کے دست حق پرست پر بیعت وارادت کا شرف حاصل کر کے دولت خلافت سے مالا مال ہوگئے۔ بیدار ہونے کے بعد وہی سب کچھ کیا جو خواب میں حکم ہوا تھا سلسلہ قادریہ کی نشرواشاعت میں بھرپور کوشش

ا۔ عین القلوب ([illegible])

کی جس کے مثبت نتائج سامنے آئے۔ اور جس نے آپ کی یا آپ کے سلسلہ کی مخالفت کی وہ گرفتار مصائب ہوا۔ ایک بار کا ذکر ہے کہ صوبہ پنجاب کے کسی علاقہ کے لوگوں نے کوئی ایسی بات کہدی جو آپ کے طبع نازک پر گراں گزری آپ اسے برداشت نہ کر سکے اور حالت غضب میں فرمایا:

"خشک باد آب ایں دیار کہ بقوت اوایں قوم فساد کروند بقدرت الٰہی ہمہ آب دریا خشک گردید تا چند سال از وے گرد بر آمد پس ہمہ اہل دیار از حضرت استغاثہ نمودند بس بدعائے حضرت باراں بارید و دریا ہم رواں گشت۔"(۱)

(اس علاقہ کے تمام پانی خشک ہو جاؤ جس کی طاقت کے بل بوتے اس قوم کے لوگ فساد برپا کر رہے ہیں۔ قدرت الٰہی سے اس علاقہ کے تمام دریا اور تالاب خشک ہوگئے اور کئی سال مسلسل دریا سے گرد اڑتا رہا۔ پھر اس علاقہ کے بعض لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی کی درخواستگار ہوئے استغاثہ کیا آپ نے دعا فرمائی پھر ایسی بارش ہوئی کہ تمام دریا اور تالاب لبریز ہوگئے۔)

ایک مرتبہ اوچہ کے کسی علاقے میں قحط پڑا اس علاقہ کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اپنی پریشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جانور، بچے پانی کے بغیر تڑپ رہے ہیں۔ آپ میری مدد فرمائیں سید حامد گنج بخش نے قوال سے کہا ملہار گاؤ یہی استسقاء ہے۔ قوال نے شروعات ہی کی تھی کہ شیخ پر وجد طاری ہو گیا اور پھر ایسی بارش ہوئی کہ ہر طرف پانی ہی پانی نظر آنے لگا۔(۲)

شیخ سید حامد گنج بخش کے تین فرزند تھے۔ (۱) سید نصیر الدین خلیل اللہ (۲) سید محمد موسیٰ (۳) سید عبدالقادر

آپ نے اپنی حیات ہی میں اوچہ میں سلسلہ قادریہ کی خلافت و نیابت کی۔ تمام تر ذمہ داری اپنے فرزند دوم سید محمد موسیٰ گیلانی کے سپرد کر دی تھی اور اس سلسلے کے تمام اوراد و وظائف اور اسرار ظاہر و باطن انہیں تفویض کر دیئے تھے۔ سید موسیٰ

۱۔ عین القلوب العارفین ص ۱۱۱

۲۔ عین القلوب العارفین ص ۱۱۲

گیلانی وہی بزرگ ہیں جن کی ذات ستودہ صفات سے حضرت شیخ عبدالحق دہلوی کو سلسلہ قادریہ کا فیضان ملا ہے۔

حضرت سید حامد گنج بخش کی ذات گرامی سے بے شمار بندگان خدا کو ایمان و یقین کی دولت ملی اور ہزارہا افراد ان کے دامن ارادت سے وابستہ ہوئے۔ شیخ شیر علی شاہ اور شیخ داؤد کرمانی جن کا مزار مقدس شیر گڑھ میں ہے آپ کے اجلۂ خلفاء میں سے تھے۔

۱۰ ذی قعدہ ۹۷۸ھ / ۱۵۷۱ء کو وصال ہوا اور بروایت دیگر ۹۹۸ھ / ۱۵۸۹ء میں روح قفس عنصری سے پرواز ہوئی۔ سنہ وفات میں بیس سال کا فرق سبعین اور تسعین کے نقطوں کے ردوبدل سے ہو سکتا ہے۔ صاحب اخبار الاخیار نے اول الذکر روایت کو افضل مانا ہے۔ مزار مقدس اوچہ لاہور میں ہے۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے درج ذیل قطعۂ تاریخ وصال لکھا ہے:

شیخ حامد گنج بخش دو جہاں	شد بملک خلد زیں فانی سرا
"شیخ محبوبی" ست سال وصل او	نیز حامد شاہ سید مقتدا
پیر حامد خواجۂ محمود خاں	سال وصل آں ولی الاولیاء
سید حامد محب ذوالجلال	بہرحال وصل او شد مدعا
ابر رحمت سید حامد بگو	فضل نبوی نیز سالش سرورا (۱)

۱۰۔ حضرت سید نصیر الدین خلیل اللہ گیلانی

آپ حضرت سیدنا حامد گنج بخش علیہ الرحمۃ والرضوان کے فرزند اول تھے۔ والد ماجد نے اپنی ہی حیات مقدسہ میں حضرت مخدوم سیدنا عبدالقادر ثانی اور حضرت سیدنا عبدالرزاق گیلانی علیہما الرحمۃ والرضوان سے والہانہ عقیدت و محبت کی بنا پر جد مکرم حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب علیہ الرحمۃ والرضوان کا روحانی فیضان عام

۱۔ خزینۃ الاصفیاء جلد ا ص ۱۲۸۔
۲۔ جواہر الاعمال ص

و تام کرنے کے لئے آپ کی صلاحیتوں کے پیش نظر آپ کو اس آستانہ کا سجادہ نشین نامزد کر کے ناگور بھیج دیا۔ آپ کے والد ماجد حضرت سید نا حامد گنج بخش گیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے ناگور سے جانے کے بعد ایک عرصہ تک کوئی صاحب سجادہ نہ رہا صرف خدام تھے جو اس آستانہ کی حفاظت و نگہداشت کا فریضہ انجام دیتے تھے اور باشندگان ناگور میں جو حرص و ہوس کے دلدادہ تھے اس آستانہ سے شکم پری کا کام کرتے تھے۔ جب سید نصیر الدین خلیل اللہ سجادہ نشین کی حیثیت سے ناگور آئے تو ناگور کے وہ لوگ جن کے ذاتی اغراض و مقاصد اس آستانہ سے وابستہ تھے انہیں تکلیف ہوئی اور پھر آپ کو وہاں سے بھگانے کے لئے ایک جٹ ہو گئے اور کچھ ایسی فضا تیار کی گئی کہ لوگوں نے آپ کو سجادہ نشین ماننے سے تو انکار کیا ہی تھا اس آستانہ میں جتنے بھی مشائخ کرام اور بزرگان دین آسودۂ خواب ہیں انہیں بھی ماننے سے انکار کر دیا۔ جواہر الاعمال کی ایک عبارت سے پتا چلتا ہے کہ عناد و نفرت اور شر و فساد کی فضا بنانے میں ملک جلیل عباسی، ابوالفضل فیضی اور سلطان التارکین حضرت سید ناصوفی حمید الدین ناگوری علیہ الرحمۃ والرضوان کی اولاد کا کلیدی کردار رہا ہے (۱)۔ اپنے حق میں فیصلہ کرانے کی غرض سے اس معاملے کو آپ کے حاسدین شہنشاہ وقت سلطان اکبر اعظم کے دربار میں اکبر آباد لے گئے مگر فیصلہ آپ کے ہی حق میں ہوا۔ اور ان حاسدین کو طوق و سلاسل میں جکڑ کر قلعہ گوالیار میں ڈال دیا گیا۔ تختۂ دار کی زینت بنانے کے بھی احکامات جاری ہوئے مگر آپ نے ازراہ ہمدردی بیچ میں پڑ کر معاملہ رفع دفع کرا دیا۔ اس سلسلہ کی تفصیل اختصار کے ساتھ سطور بالا میں گزر چکی ہے۔

حضرت سید نصیر الدین خلیل اللہ کے خلاف حاسدین نے ناگور کی فضا خراب کر دی تھی خواہ مخواہ آپ کے تئیں باشندگان ناگور کے دلوں میں بغض و کینہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس لئے آپ نے ناگور میں رہنا مناسب نہ سمجھا۔ مگر چونکہ یہاں کی خانقاہ کو آباد بھی رکھنا تھا اس لئے اپنے فرزند سید محمد کو اپنا جانشین نامزد کر کے خود سیر و سیاحت

۱۔ جواہر الاعمال ص ۱۹۶

کرتے ہوئے لاہور چلے گئے۔ اور وہاں جس طرح آپ نے سلسلہ کی اشاعت فرمائی اور بندگان خدا کو اس سے وابستہ کیا اس کا اعتراف صاحب تحفۃ الابرار نے حضرت سید تا گنج بخش گیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے تذکرہ کے ضمن میں ان الفاظ میں کیا ہے۔

"ایک سلسلہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مخدوم سید خلیل بھی آپ کے فرزند تھے، جو پیرو مرشد شیر شاہ بادشاہ ہندوستان کے تھے۔"(۱)

آپ نے لاہور جا کر اوچہ میں مستقل سکونت اختیار کرلی اور ہمیشہ کے لئے وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ پسماندگان میں تین فرزند تھے۔ (۱) سید محمد (۲) سید محمد نصیر الدین کمال (۳) سید نصیر الدین احمد۔ یہ تینوں حضرات آستانہ عالیہ قادریہ ناگور ہی میں آسودۂ خواب ہیں۔(۲)

۱۲۔ حضرت سید محمد گیلانی

والد ماجد سید نصیر الدین خلیل اللہ کے اوچہ چلے جانے کے بعد آپ نے ہی آستانہ عالیہ قادریہ ناگور میں سجادہ نشینی کے فرائض انجام دیئے۔ آپ کے حالات زندگی اور دینی سرگرمیوں کا تفصیلی علم نہ ہو سکا۔ البتہ صاحب عین القلوب العارفین نے آپ کی چار اولاد کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

ہمہ ایشاں برگزیدۂ روزگار بودند (۳)

(سب کے سب اپنے زمانہ کے برگزیدہ لوگوں میں سے تھے)

(۱) شاہ شفیع الدین (۲) حضرت سید محمد غوث (۳) حضرت سید شیر محمد وغیرہ۔

لیکن صاحب جواہر الاعمال کو اس میں اختلاف ہے انہوں نے لکھا ہے کہ سید

۱۔ تحفۃ الابرار ص ۱۶

۲۔ عین القلوب العارفین ص ۱۱۳

۳۔ جواہر الاعمال ص [illegible]

محمد کے پانچ فرزند تھے۔

(۱)سید حامد (۲)سید کمال (۳)سید آدم (۴)سید موسیٰ (۵)سید عیسیٰ

۱۳۔ حضرت سید حامد قادری

حضرت سید محمد علیہ الرحمۃ والرضوان کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت سید حامد درگاہ بڑے پیر ناگور کے نگراں اور سجادہ نشین متعین ہوئے۔ آپ کے حرم میں دو بیویاں تھیں۔ ایک بیوی سے تین فرزند تھے۔

۱۔سید شفیع الدین (۲) سید عبدالقادر (۳) سید محمد غوث

دوسری منکوحہ سے چار فرزند متولد ہوئے۔

۱۔سید عبدالرزاق (۲)سید شیر محمد (۳) سید شاہ چراغ (۴)سید نصیر الدین۔

ان تمام اولاد میں صرف درج ذیل اولاد سے نسل چلی، باقی چار فرزند لاولد فوت ہوئے۔

(۱) سید عبدالقادر (۲)سید محمد غوث (۳) سید نصیر الدین۔(۱)

۱۴۔ حضرت سید شاہ شفیع الدین قادری

آپ کا نام نامی اسم گرامی بعض سوانح نگاروں نے صرف شاہ شفیع الدین اور بعض نے شاہ شفیع الدین محمد لکھا ہے اگر موخرالذکر روایت صحیح ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس خانقاہ میں اس نام کے دو اہم بزرگ سجادہ نشین رہے ہیں۔ ایک حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی قادری کے فرزند ارجمند حضرت سید شاہ شفیع الدین محمد اور دوسرے صاحب تذکرۂ اول الذکر کے حالات کسی قدر تفصیل کے ساتھ سطور بالا میں گزر چکے ہیں۔ وہی پہلے بزرگ تھے جنہیں درگاہ بڑے پیر میں سجادہ نشینی کا شرف حاصل ہوا۔

۱۔ جواہر الاعمال ص ۲۴

صاحب تذکرہ سید شاہ شفیع الدین مذکورۃ الصدر بزرگ حضرت سید حامد قادری کے فرزند تھے اور بعض نے لکھا ہے کہ پوتے تھے۔ بہر حال لڑکے ہوں یا پوتے اگرچہ اس میں سوانح نگاروں کا اختلاف ہے مگر آپ کی روحانی عظمت اور دینی و علمی جلالت قدر پر سب کا اتفاق ہے۔ مصنف عین القلوب العارفین کو شاید آپ کا دور ملا ہے اسی لئے انہوں نے آپ کے حالات قدرے تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب میں درج کئے ہیں۔ جو کچھ انہوں نے اپنی کتاب میں آپ کے حالات دینی و روحانی سرگرمیوں کے تعلق سے لکھا ہے۔ اس کا ماحصل ذیل میں دیا جارہا ہے۔

عین القلوب العارفین کے مصنف نے آپ کی کئی ایک کرامتوں کا ذکر کیا ہے جس کے باعث کثرت سے لوگ داخل اسلام اور بیعت وارادت سے وابستہ ہوئے۔ ذیل میں آپ کی صرف اس کرامت کا ذکر کیا جارہا ہے جس کا تعلق ناگور سے متصل قصبہ باسنی سے ہے۔ مگھا سنگھ جس کا ذکر تفصیل کے ساتھ سیدنا عبدالقادر ثانی کے حالات میں گزر چکا ہے اس کی چھٹی پشت میں ایک مشہور شخص عبداللہ بن اسماعیل گاڑی بان نامی گزرا ہے۔ اولاد کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہر قسم کی نعمتوں اور دولتوں سے سرفراز کیا تھا۔ مگر چونکہ کوئی اولاد نہ تھی اس لئے ماہی بے آب کی طرح ہمیشہ بے چین و بیقرار رہتا تھا۔ ایک رات اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک سبز پوش درویش گھر میں آیا ہے اور کہہ رہا ہے:

"اے عبداللہ تم اس قدر غفلت میں ہو کہ سیدنا عبدالقادر جیلانی کی اولاد خاص تمہارے پڑوس (ناگور) میں جلوہ افروز ہیں آج تک تم نے ان کی خدمت میں حاضری نہیں دی کیا تمہاری اس غفلت اور بدعقیدگی کا کوئی ٹھکانہ ہے؟

خواب ہی میں عبداللہ فرماتے ہیں کہ آپ کون بزرگ ہیں اور جس کے بارے میں آپ فرمارہے ہیں وہ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟

سبز پوش درویش نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ میں خضر ہوں اور وہ بزرگ حضرت سیدنا محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں سے ہیں، جن کا نام نامی شفیع الدین محمد ہے۔ شہر ناگور میں غوث پاک علیہ الرحمۃ والرضوان کے

خلیفہ مطلق وہی ہیں۔ اگر تمہیں اولاد کی خواہش ہے تو ان کی بارگاہ میں حاضری دو اور ان سے دعاؤں کی درخواست کرو!

صبح نیند سے بیدار ہوتے ہی عبداللہ اپنی اہلیہ جنت کو لے کر حضرت سید شاہ شفیع الدین محمد کی بارگاہ میں ناگور پہنچے اور بڑی شرح وبسط کے ساتھ اپنی پریشانیوں کا ذکر کیا۔ آپ نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ ان کی باتیں سنی۔ جب ہر طرح آپ مطمئن ہوگئے تو آپ نے اس آستانہ کی تھوڑی سی خاک اٹھا کر عبداللہ کو دے دی اور فرمایا کہ اسے اپنی بیوی کی کمر پر باندھ دینا اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا انشاء اللہ نوماہ بعد ضرور کوئی فرزند متولد ہوگا۔

لوگوں کا بیان ہے کہ نوماہ پورے ہوتے ہی عبداللہ کے گھر ایک ماہ پیکر، حسین و جمیل لڑکی کی ولادت ہوئی چالیس روز بعد پھر وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔

آپ نے فرمایا تھا کہ لڑکا پیدا ہوگا مگر یہ تو لڑکی ہے تو آپ نے فرمایا اس لڑکی کو میرے قریب لاؤ، عبداللہ اس لڑکی کو آپ کے قریب لے گئے آپ نے اس لڑکی پر نگاہ ولایت ڈالی اور عبداللہ سے فرمایا جااسے اپنے گھر لے جا مگر دھیان رکھنا راستے میں اس کا ستر نہ کھلنے پائے۔ کپڑا اس بچی کے جسم سے لپٹا رہنا چاہیے یہاں تک کہ تو اپنے گھر پہنچ جائے۔ جب عبداللہ گھر پہنچ گئے اور لڑکی کا ستر کھول کر دیکھا تو خدائے تعالیٰ کے فضل وکرم اور آپ کی نگاہ ولایت سے وہ لڑکی لڑکا ہو چکی تھی، سچ کہا ہے کسی نے:

نگاہ ولایت میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی زمانے کی تقدیر دیکھی

اس روشن کرامت کو دیکھ کر عبداللہ اور اس کے خاندان کے لوگ بہت متاثر ہوئے وہ اپنے تمام بھائیوں کے ساتھ ناگور آیا اور سب لوگ آپ کے دست حق پرست پر مرید ہو کر حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے۔

آپ کی دعاؤں اور نگہ التفات کے طفیل عبداللہ کے گھر سترہ بچے متولد ہوئے ان میں سے تین فرزند صاحب کشف وکرامت اور عارف باللہ ہوئے جب تک آپ بقید حیات رہے بلاناغہ وہ تمام لوگ آپ کی خدمت میں حاضری دے کر اکتساب فیوض وبرکات کرتے رہے لیکن جب آپ کا وصال ہوگیا تو وہ تینوں

بزرگ آپ کی وصیت کے مطابق ہندوستان میں پھیل گئے۔ ان تینوں بزرگوں کا نام محمد اسماعیل محمد ابراہیم، اور محمد یعقوب ہے اول الذکر نے احمد آباد کو رشد وہدایت کے لئے خاص کیا وہیں تادم حیات کفر وضلالت کی تاریکی دور کرنے اور ایمان ویقین کا اجالا پھیلانے کا اہم فریضہ انجام دیا۔"(۱)

صاحب عین القلوب العارفین دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت سید شاہ شفیع الدین محمد نے اپنے مرید حجام نور محمد کو بلوایا اور سامنے سنگ مرمر کے ایک چبوترے پر بیٹھ کر حجامت بنوانے لگے مگر دوران حجامت بار بار پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتے بھی رہے۔ پھر تھوڑی ہی دیر بعد حجامت روک کر خود چل پڑے۔ حجام نور محمد نے حجامت مکمل کرنے کے لیے باصرار رکنے کو کہا مگر آپ ماننے والے کہاں فرماتے رہے کہ ابھی آتا ہوں تو پوری تفصیل بتاتا ہوں۔ وہاں سے اٹھ کر توشہ خانہ جس میں تمام بزرگان دین کے تبرکات رکھے ہوئے تھے گئے اس توشہ خانے میں نیچے اوپر دو تالے پڑے تھے مگر اس وقت آپ کو دیکھتے ہی خود بخود کھل گئے آپ اندر داخل ہوئے پھر دروازہ خود بخود بند ہو گیا پھر آپ ایک دریا میں داخل ہوئے جس میں آپ کے تمام کپڑے بھیگ گئے جب واپس ہوئے تو تمام بھیگے ہوئے کپڑوں کو حجام کو دھوپ میں ڈالنے کے لئے دیا اور یہ فرمایا کہ جلدی سے آؤ اور حجامت کا کام مکمل کر۔ حجام کہنے لگا:

حضرت میں یہ کیا ماجرا دیکھ رہا ہوں توشہ خانہ میں کوئی دریا تالاب نہیں کہ جس میں آپ غسل فرماسکیں اس میں کوئی راز ضرور ہے اس راز سربستہ سے اس خادم کو بھی باخبر کیجئے۔ آپ نے فرمایا تم قوم کے حجام ہو اور حجام انتہائی عیار، مکار نکتہ چیں اور مسخرے ہوتے ہیں اگر تم اس راز سربستہ سے باخبر ہو گئے تو تم اہل محلہ کو اس کی خبر دے دوگے۔ حجام نے اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم راز جاننا ہی چاہتے ہو تو اہل محلہ کو اس کی خبر دے دو تا کہ سب کے سامنے یہ واقعہ بیان کر دوں، جیسے ہی اہل محلہ کو اس عجیب وغریب واقعہ کی خبر ہوئی سب آنا فانا اکٹھا ہو گئے پھر آپ نے سب

۱۔ عین القلوب العارفین ص

کے سامنے اس محیر العقول واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"آج ایک جہاز دریا میں اچانک تباہی کا شکار ہو گیا اور طوفان کی زد میں وہ جہاز اس طرح آگیا کہ سواروں کے ہوش وحواس اڑ گئے سب نے مل کر چیخ وپکار کی صدا بلند کی انہیں مسافروں میں سے محمد اسحاق نامی ایک تاجر بھی تھا جو زار وقطار رو رو کر کہہ رہا تھا:

"الغیاث الغیاث یا محی الدین اغثنی و اخلصنی وامددنی من هذالبلاء انی عبدك المجرم المخطی یا حبیب الله نجنی من عذاب الغرق۔

حجامت کے دوران محمد اسحاق نامی تاجر کی یہ فریاد میرے کانوں سے ٹکرائی جہاز کے مسافروں کی بے بسی ہمارے سامنے تھی میں اس انتظار میں تھا کہ میرے جد امجد سیدنا غوث اعظم علیہ الرحمۃ اس تاجر کی فریاد رسی کو پہنچیں اور جلد جہاز کو طوفان کی زد سے بچائیں۔ اچانک ان کا حکم میرے لئے ہوا اور فرمایا:

اے راحت جاں زود باش و جہاز محمد اسحاق از تباہی رہا گرداں۔"

(راحت جاں جلدی کرو اور محمد اسحاق کے جہاز کو تباہی سے بچاؤ)

میں فوراً توشہ خانہ میں گیا اور وہیں سے دریا میں پہنچ کر جہاز کی زنجیر کو پکڑ کر اسے گرداب اور طوفان کی زد سے نکالا۔ خدا کے فضل وکرم سے اس طرح جہاز تباہی سے بچ گیا۔ انشاء اللہ چند ماہ بعد محمد اسحاق نامی تاجر یہاں آئے گا اور جو نذر اس نے غوث پاک کے لئے مقرر کی ہے وہ یہاں لاکر پیش کرے گا۔ لکھ لو آج دوشنبہ کا دن ہے۔ ۱۱۴۰ھ رجب المرجب کی چوتھی تاریخ ہے۔"(۱)

جب تاجر محمد اسحاق کو طوفان سے نجات مل گئی تو انہوں نے دو رکعت سجدۂ شکر ادا کیا۔ بیشمار روپے غرباء ومساکین میں صدقہ وخیرات کئے اللہ تعالیٰ نے ان کے مال تجارت میں بیشمار برکتیں اور منافع عطا کئے جب بخیریت اپنے وطن بمبئی پہنچے تو ان کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا وہاں پہنچ کر بھی انہوں نے بہتر خیر وخیرات کئے پھر اپنی نذر کو پورا کرنے کے لئے بغداد جانے کی تیاریوں میں معروف ہو گئے۔ ایک رات سوئے تو خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت غوث پاک سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اے محمد اسحاق بغداد آنے کی تیاری مت کرو

ا۔ عمیر۔ القلوب العارفین

اپنے سفر کا رخ ناگور کی طرف کرلو، ناگور ملک مارواڑ میں ہے وہاں جاؤ اور جو نذر و نیاز مجھے دینا چاہتے ہو، میرے فرزند اور آستانہ عالیہ قادریہ کے سجادہ نشین سید شاہ شفیع الدین محمد کی خدمت میں پیش کردو اور ان سے یہ کہنا کہ اسے اپنے تمام بھائیوں میں تقسیم کردیں۔

محمد اسحاق نے حالت خواب ہی میں کہا حضور ان کی صورت سے آشنا فرمادیں غوث پاک نے اسی وقت محمد اسحاق کو آپ کی صورت سے آشنا کیا۔ جب صبح ہوئی تو محمد اسحاق نماز فجر اور دیگر اوراد و وظائف سے فارغ ہونے کے بعد اپنے خدام سے فرمایا ناگور چلنے کے لئے ساز و سامان درست کرلو۔ محمد اسحاق اپنے خدا کے ہمراہ ناگور کے لئے چل پڑے رات کے وقت ناگور پہنچے وہاں ایک آدمی سے ملاقات ہوئی اس سے انہوں نے آستانہ عالیہ قادریہ حضرت سیدنا عبدالوہاب کا پتا دریافت کیا۔ بجائے یہ کہ وہ شخص آستانہ کا پتا بتاتا پوچھ پڑا کہ آپ لوگ کہاں سے آئے ہیں اور یہاں کیوں آئے ہیں؟ محمد اسحاق نے کہا ہم لوگ بمبئی سے آئے ہیں اور یہاں اولاد غوث پاک کی زیارت اور ان کا فیض حاصل کرنے آئے ہیں۔ وہ شخص غوث پاک کے حاسدین میں سے تھا اس نے کہا یہاں کوئی غوث پاک کی اولاد نہیں صرف ایک باطل چلہ ہے جسے آستانہ سیدنا عبدالوہاب کے نام سے مشہور کر رکھا ہے۔

محمد اسحاق اس شخص کے منہ سے یہ باتیں سن کر کچھ مضطرب سے ہوئے اور فرمایا اے خدا اگر یہ شخص اپنی بات میں جھوٹا ہے تو اولاد غوث پاک کے طفیل اسے اندھا کردے اس پریشان حال مسافر کی دعا باب اجابت سے ٹکرائی اور وہ شخص اسی وقت اندھا ہو گیا۔ محمد اسحاق نے وہیں رات گزاری خواب میں سرکار بغداد سیدنا غوث پاک کا دیدار نصیب ہوا وہ فرمارہے تھے۔

توچرا متردد ہستی آں مردود کہ بتو گفت زنہار اولاد غوث الاعظم دریں جا نیست وے منکر از اولاد بود، دیدی کہ چگونہ بہ سزائے خود رسید زود ایستادہ شو و سوئے مشرق چند گام نہادہ روضہ فرزند من ببیں کہ وے اظہر من الشمس است۔"(۱)

۱۔ عین القلوب ... ص ۲۳

جلدی اٹھئے اور یہاں سے چند قدم کے فاصلے پر میرے فرزند سید سیف الدین عبدالوہاب کا آستانہ ہے لمبے لمبے قدموں سے محمد اسحاق مشرق کی سمت چل پڑے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ تمام فقراء و سالکین اپنے حجروں میں ضرب الا اللہ میں مصروف ہیں جب صبح نماز فجر کی اذان ہوئی تمام لوگ نماز فجر کی ادائیگی کے لئے مسجد میں آئے مسجد کے جنوبی حجرہ سے سید شفیع الدین محمد نمودار ہوئے اور مسجد میں پہنچ کر مصلٰی امامت پر تشریف لے گئے۔ امامت فرمائی نماز کی ادائیگی کے بعد تمام نمازیوں کی نگاہیں اجنبی شخص محمد اسحاق کی طرف مرکوز ہو گئیں سب کو شبہ ہوا کہ ہونہ ہو یہ وہی شخص ہے جس کا جہاز دریا میں ڈوب رہا تھا اور جس کی دستگیری صاحب سجادہ نے حجامت بنواتے وقت کی تھی۔ تمام نمازی ایک ایک کر کے محمد اسحاق کے قریب آگئے اور دریافت کرنے لگے۔ کیا آپ ہی کا جہاز طوفان دریا کی زد میں آگیا تھا۔ محمد اسحاق نے اثبات میں جواب دیا پھر نمازیوں نے پوچھا کہ اس طوفان سے آپ کا جہاز پھر کس طرح نکلا؟

محمد اسحاق پہلے تو صاحب سجادہ حضرت سید شاہ شفیع الدین محمد کے قدموں سے لپٹ گئے اور جو نذر و نیاز اپنے ہمراہ لائے تھے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کے بعد جہاز اور طوفان کے تعلق سے جو حادثہ آپ کے ساتھ پیش آیا اور پھر جس طرح آپ اولاد غوث کے طفیل اور ان کی دستگیری کے سبب اس حادثہ کی زد سے بچے وہ پورا ماجرا اہل ناگور کے سامنے بالتفصیل بیان کیا۔ محمد اسحاق نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت و ارادت کا شرف حاصل کیا اور پورے اکتالیس دن ایک بند حجرے میں ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ سلوک کی منزلیں طے فرمائیں۔

محمد اسحاق کے ناگور آنے اور حادثہ جہاز کے بچ ہونے کی خبر جب ناگور اور قرب و جوار کے لوگوں کو معلوم ہوئی تو اس آستانہ کے عقیدت مندوں میں کثرت سے اضافہ ہونے لگا۔ مسلمان آکر حلقہٴ ارادت میں شامل ہوتے اور غیر مسلم آکر دولت اسلام سے مشرف ہوتے۔ جب تک محمد اسحاق زندہ رہے بڑے ہی عقیدت و

احترام کے ساتھ ناگور آستانہ عالیہ قادریہ میں حاضری دیتے رہے۔

۵ر شوال المکرم ۱۱۴۹ھ ر ۱۷۳۷ء بروز جمعہ آپ کا وصال ہوا اور اسی آستانہ میں دفن ہوئے۔

سطور بالا میں درگاہ بڑے پیر ناگور شریف میں جن مشائخ کرام اور بزرگان دین نے سجادہ نشینی کے فرائض انجام دئے ان میں بعض کے حالات اور ان کی دینی و تبلیغی سرگرمیوں کا ذکر کیا گیا۔ ان حضرات کے بعد کس کس نے درگاہ بڑے پیر میں منصب سجادگی کو رونق بخشی اور فیضان قادریت عام کیا اس کی تفصیل شرح وبسط کے ساتھ ہزار تتبع و تلاش کے بعد کہیں دستیاب نہ ہو سکی۔ البتہ خانوادہ قادریہ ناگور کے تعلق سے ایک شجرہ صاحب جواہر الاعمال نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے جس میں انہوں نے اپنے دور تک کے تمام سجادگان کے اسماء ترتیب وار شمار کرائے ہیں۔ شجرہ طریقت اگرچہ فارسی زبان میں ہے لیکن افادۂ عام کی خاطر ذیل میں مکمل نقل کیا جا رہا ہے۔ مخطوطہ کہیں کرم خوردہ ہے اس لئے عبارت بعض مقامات پر مبہم اور غیر واضح ہے۔

شجرۂ طریقت

آستانۂ عالیہ قادریہ درگاہ بڑے پیر ناگور۔ راجستھان

بعد حمد حق بخوانم بس درود ۔۔۔ بر محمد آل بر اصحاب زود

پس بیاں سازیم شجرہ قادری ۔۔۔ تا بیابم در دو عالم رہبری

ہر کہ خواند شجرۂ قادر تمام ۔۔۔ جنت الفردوس یابد او مقام

سید رزاق شد از اسمٰعیل ۔۔۔ لوز ابراہیم شد بے قال و قیل

عبد قادر دادا اورا راہ خود ۔۔۔ سید حامد مر اورا حق نمود

ہم زاد سید محمد شد دلیل ۔۔۔ او گرفتہ خرقہ از سید خلیل

او زحامد گنج بخش بگرفتہ راہ ۔۔۔ ایں چنیں تحقیق داں بے اشتباہ

شد اورا عبدالرزاق ہم راہبر ۔۔۔ عبدالقادر ثانی مرشد او شمر

پس محمد غوث اورا راہ داد ۔۔۔ ایں سخن اے دوست دردل یاد باد

اوز شمس الدین گرفتہ رہ طریق ۔۔۔ اوز شہ میراں گرفتہ اے رفیق

ہم بداں سید علی را جانشیں ۔۔۔ سید مسعود مرشد او ببیں

سید احمد اورا پس راہ بر ۔۔۔ شہ شفیع الدین را ہم در نگر

سید وہاب مرشد انس وجاں ۔۔۔ او گرفتہ خرقہ از غوث زماں

بو سعید مرد راہ راستیں ۔۔۔ شہ حسن ہنکاری مرشد او ببیں

بوالفرح طرطوسی صاحب تمیز ۔۔۔ او طریقے یافتہ از عبدالعزیز

بوبکر شبلی مر اورا رہ نمود ۔۔۔ مر اورا جنید راہ حق کشود

سری سقطی را ولی کامل بداں ۔۔۔ پیشوا معروف کرخی را بخواں

سید داؤد طائی پس عجیب ۔۔۔ برائی راہ خدا او شد حبیب

شہ حسن بصری یافتہ از شیر حق ۔۔۔ نیز ہم خرقہ دیں برخواں سبق

اوز سید مرسلیں شد نام دار
این سخن از تو عاصی یاد دار
یا الٰہی ہم زفضل خویشتن
ہم بحرمت نام پاک پنجتن
ہم بحرمت شجرۂ ایں قادری
در دو عالم کن مرا تو رہبری
ہم بحرمت احمد مقبل رسول
قرب رحمت خویش کن مارا قبول
دارم امیدے زرحمت تو کبیر
نیست مارا جز تو دیگر دستگیر
از فضل خود تو جرم مارا در گزار
چوں توئی غفار جرم آمرزگار
پس رساں از من صلوٰۃ والسلام
بر محمد آل و اصحاب کرام (۱)

ناگور کے علاوہ حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب علیہ الرحمۃ والرضوان کی بعض اولاد میڑتہ سٹی جو ناگور سے قریب راجستھان ہی میں ہے آباد ہوئی اور وہاں رشد وہدایت کا فریضہ انجام دیا۔ خانوادۂ قادریہ کے کئی ایک اہم مشائخ میڑتہ سٹی ہی میں آسودۂ خواب ہیں۔ اور ان کا فیضان حسب سابق آج بھی جاری ہے۔ خلاصۃ الامور کے مصنف سید علی نے جو آستانہ عالیہ ناگور کا شجرۂ نسب قلم بند کیا ہے اس میں میڑتہ سٹی میں مدفون مشائخ کرام اور سجادہ نشین حضرات کا نام وضاحت سے موجود ہے۔ ذیل میں ان کا لکھا ہوا شجرۂ نسب بھی نقل کیا جارہا ہے تاکہ ارباب تحقیق اور اس آستانہ سے عقیدت رکھنے والے ان دونوں شجروں کی مدد سے کسی صحیح مقام تک رسائی حاصل کر سکیں۔

بدہ ساقیا باز رنگیں شراب
کنم ذکر اولاد عبدالوہاب
ز دنیا چوں آں شہ نمودہ سفر
محمد شفیع ماند زیشاں پسر
ز ایشاں شدہ شاہ احمد بنام
وزاں شاہ مسعود معروف عام
بود قبر ایں ہر سہ در خانقاہ
سوئے کعبہ از قبر شہ کن نگاہ
ازاں پس علی پس ازاں شاہ میر
وزاں شمس الدین ست مرد امیر
بہ شہر بخارا مزار ست شاں
ہما نجاست بر قبر ایشاں نشاں
ازاں سید غوث نامی امیر
در اوچہ بود خانقاہش کبیر

۱۔ جواہر الاعلیٰ

ازاں شاہ قادر بجانی خطاب　　بناگور آسودہ شد آنجناب
ازاں بشاہ رزاق گشتہ پسر　　بود قبر او نزد قبر پدر
بریں ہر دو قبر ست گنبد عظیم　　کہ اکثر شفا یابد آنجا سقیم
چو یکساں نابینا بادل فراغ　　در آید شود چشم روشن چراغ
ازاں گنج بخش است حامد بنام　　در اوچہ ہمیں شاہ دارد مقام
ازاں گشت فرزند سید خلیل　　کرامات او گمرہاں را دلیل
بہ لاہور آں شاہ دارد مزار　　میاں مندی انگشت چوں نوبہار
ازاں گشت سید محمد پسر　　شدہ جانشیں او بجائے پدر
بناگور شد جائے میموں او　　بہ بارہ دری گشت مدفون او
دگر بود فرزند سید کمال　　سیوم شیر احمد پسندیدہ حال
زسید خلیل اند ایں سہ پسر　　بناگور ایں ہر سہ دارند قبر
زسید محمد پسر شد چہار　　کہ ہر یک گزیدہ بود روزگار
ولے شاہ موسیٰ خجستہ آثار　　دروں میڑتہ کرد جائے قرار
ازاں شاہ قادر شدہ در وجود　　ولے عرف سید محمد نمود
قبر ہر دو در زاویہ ساختہ　　کہ از سنگ مرمر شد آراستہ
ازاں گشت فرزند دو ارجمند　　یکے مصطفیٰ نام بودہ بلند
ہمیں مصطفیٰ در حیات پدر　　بہ پونا نمود ہست جائے مقر
دگر حضرتم ذوالفقار علی　　کہ ہم خواجہ بخش ہست عرفش جلی
خدایا تو داری سلامت مرا　　کزیں سایہ سرسبز داری مرا
طفیل محمد و آلش کبار　　سلامت تو ایں سایہ دائم بدار
نمودم بیان شاہ عبدالوہاب　　ہم اولاد آں شاہ عالی جناب
دریں ملک اولاد ایشاں بقاست　　زہے مرد ماں ذوی الاقتاست (۱)

۱۔ خلاصۃ الاسود ص

درگاہ بڑے پیر آستانہ عالیہ حضرت سیدنا عبدالوہاب جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان ناگور میں جن مشائخ کرام اور خانوادہ کے افراد نے سجادہ نشینی کے فرائض انجام دیئے ان میں سے بعض اہم مشائخ کے حالات زندگی اور ان کی دینی و تبلیغی سرگرمیوں کا ذکر اختصار کے ساتھ سطور بالا میں گزر چکا ہے۔ باقی بہت سے ایسے اور بھی سجادہ نشین ہیں جن کے صرف نام معلوم ہوسکے اور ان کے کارناموں اور دیگر تفصیلات کا علم نہ ہوسکا۔ جن مآخذ کی بنیاد پر حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی کے حالات زندگی اور دینی خدمات کے تعلق سے مقالہ ترتیب دیا گیا ہے انہی مآخذ کی روشنی میں ان تمام حضرات کی ایک فہرست مرتب کی گئی ہے جو حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب علیہ الرحمہ سے لے کر تادم تحریر اس درگاہ بڑے پیر کے سجادہ نشین رہے۔ اس کا دعویٰ تو نہیں کیا جاسکتا کہ یہ ترتیب صد فیصد درست ہے لیکن یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اس زمانے میں اس درگاہ میں جو شجرہ پڑھا جاتا یا مریدین کو دیا جاتا ہے اس سے کافی بہتر ہے۔ کیا ہی بہتر ہوتا کہ اس فہرست کی روشنی میں درگاہ بڑے پیر ناگور کا نیا شجرہ مرتب کیا جاتا اور پھر مریدین کو اسے پڑھنے کی ترغیب و تلقین کی جاتی۔ مجھے امید ہے کہ عقیدت مند حضرات اس طرف بھی توجہ کریں گے۔

صاحبان سجادہ

آستانہ عالیہ قطب الہند سیدنا عبدالوہاب جیلانی۔ناگور

۱۔ حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی۔(ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کے بانی)
۲۔ حضرت شاہ شفیع الدین محمد
۳۔ حضرت شاہ نصیر الدین احمد
۴۔ حضرت شاہ محمد مسعود
۵۔ حضرت شاہ سید علی
۶۔ حضرت شاہ میراں
۷۔ حضرت شاہ شمس الدین
۸۔ حضرت سید محمد غوث گیلانی
۹۔ حضرت سید عبدالقادر ثانی
۱۰۔ حضرت شاہ عبدالرزاق
۱۱۔ حضرت سید حامد گنج بخش گیلانی
۱۲۔ حضرت سید شاہ خلیل اللہ
۱۳۔ حضرت سید دیوان سید محمد
۱۴۔ حضرت سید حامد قادری
۱۵۔ حضرت سید شاہ شفیع الدین قادری
۱۶۔ حضرت شاہ محمد موسیٰ
۱۷۔ حضرت شاہ سید محمد عبدالقادر
۱۸۔ حضرت شاہ محمد وارث
۱۹۔ حضرت شاہ محمد فخرالدین

۲۰۔ حضرت شاہ ذوالفقار علی عرف خواجہ بخش
۲۱۔ حضرت سید نصیر الدین احمد علی
۲۲۔ حضرت سید معین الدین مہدی علی
۲۳۔ حضرت سید اکبر علی
۲۴۔ حضرت سید حسن علی
۲۵۔ حضرت سید احمد علی علیھم الرحمۃ والرضوان
۲۶۔ حضرت سید شاہ ذوالفقار علی (موجودہ سجادہ نشین)
۲۷۔ جناب سید صداقت علی (نائب سجادہ نشین)

شجرۂ نسب

موجودہ سجادہ نشین عالی جناب سید ذوالفقار علی مدظلہ العالی

۱۔ حضرت سید ذوالفقار علی
۲۔ حضرت سید انور علی
۳۔ حضرت سید اکبر علی
۴۔ حضرت سید معین الدین مہدی علی
۵۔ حضرت سید نصیر الدین احمد علی
۶۔ حضرت سید ذوالفقار علی عرف خواجہ بخش
۷۔ حضرت سید محمد فخر الدین
۸۔ حضرت سید محمد وارث
۹۔ حضرت سید محمد موسیٰ
۱۰۔ حضرت سید خلیل اللہ
۱۱۔ حضرت سید حامد گنج بخش گیلانی

۱۲۔ حضرت سید عبدالرزاق
۱۳۔ حضرت سید عبدالقادر ثانی
۱۴۔ حضرت سید محمد غوث گیلانی
۱۵۔ حضرت سید شاہ شمس الدین
۱۶۔ حضرت سید شاہ میراں
۱۷۔ حضرت سید شاہ علی
۱۸۔ حضرت سید محمد مسعود
۱۹۔ حضرت سید شاہ نصیر الدین احمد
۲۰۔ حضرت سید شاہ شفیع الدین محمد
۲۱۔ حضرت سید شاہ سیف الدین عبدالوہاب جیلانی
۲۲۔ حضرت سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی
۲۳۔ حضرت سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست
۲۴۔ حضرت سید ابو عبداللہ
۲۵۔ حضرت سید یحیٰ زاہد
۲۶۔ حضرت سید محمد
۲۷۔ حضرت سید داؤد
۲۸۔ حضرت سید موسیٰ ثانی
۲۹۔ حضرت سید موسیٰ
۳۰۔ حضرت سید عبداللہ ثانی
۳۱۔ حضرت عبداللہ محض
۳۲۔ حضرت سید حسن مثنیٰ
۳۳۔ حضرت امام حسن
۳۴۔ حضرت امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم و رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

حالات و واقعات
شانِ بابا فرید گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ
عالم فقری
شبیر برادرز ۰ اردو بازار ۰ لاہور

باب چہارم

قطب الہند شیخ عبدالوہاب جیلانی کی کہانی، شاہی دستاویزات و فرامین کی زبانی

حضرت سیدنا شاہ عبدالوہاب جیلانی کی کہانی

شاہی دستاویزات و فرامین کی زبانی

قطب الہند حضرت سیدنا شیخ سیف الدین عبدالوہاب علیہ الرحمۃ والرضوان کے حالات زندگی اور دینی و مذہبی سرگرمیوں کے تعلق سے جو کچھ قدیم و جدید مطبوعہ و غیر مطبوعہ سیر و سوانح کی کتابوں سے مل سکا، بلاکم وکاست اس کا ذکر تحقیقی انداز میں گزشتہ صفحات میں کیا جاچکا ہے۔ اب ان فرامین و دستاویزات کا عکس اور جو کچھ اس میں درج ہے اردو زبان میں اس کا ماحصل دیا جارہا ہے جو سلاطین وقت کے درباروں سے جاری ہوئے ہیں جن کی روشنی میں بصد وثوق یہ کہا جاسکتا ہے کہ فرزند غوث اعظم حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب علیہ الرحمۃ والرضوان کی ہندوستان میں آمد اور ناگور میں قیام اور دینی و تبلیغی سرگرمیوں سے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے وہ یوں ہی نہیں بلکہ اس کے مستند شواہد ہیں۔ ان حقائق و شواہد کے علاوہ راجستھان گزٹ میں بھی آستانہ سیدنا عبدالوہاب کا ذکر ہے اس کا بھی عکس نوادرات کی اس بحث میں شامل ہے اس آستانہ کی آراضی کا خسرہ نمبر کیا ہے؟ اور اس کا رقبہ کیا ہے؟ یہ جاننے کے لئے کچہری ضلع ناگور سے خسرہ کی نقل حاصل کی گئی اس کا بھی عکس نوادرات مین شامل کیا گیا ہے۔

باشندگان ناگور اور خانوادہ کے لوگوں نے درمیان کبھی آپس میں آراضی کے تعلق سے یا آستانہ سیدنا عبدالوہاب علیہ الرحمۃ والرضوان پر یومیہ حاصل ہونے والے فتوحات و نذرونیاز کے سلسلے میں بے ضابطگی ہو جاتی تھی جس کے سبب معاملہ کورٹ وکچہری کے علاوہ شاہان وقت کے درباروں تک پہنچ جایا کرتا تھا پھر ان مقامات سے جو فیصلے یا حکمنامے صادر ہوتے تھے اس کا بھی عکس شامل کتاب ہے۔

جن فرامین کے عکس شامل کتاب کیے گئے ہیں بعض بعض مقام پر اس کی عبارتیں مرور زمانہ کے سبب مٹ گئی ہیں یا کرم خوردہ ہیں۔ اولاً ان کا پڑھنا ثانیاً بعینہ ان کا ترجمہ لکھنا مشکل ہی نہیں بلکہ مشکل ترین امر تھا۔ اس لئے ان دستاویزات و فرامین کا صرف ماحصل لکھنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔

دستاویزات و فرامین کی ترتیب میں تاریخ اجراء کا خصوصی خیال رکھا گیا ہے۔ مگر بعض دستاویزات و فرامین ایسے ہیں جس پر باضابطہ تاریخ نہیں بلکہ صرف سنہ جلوس ہے انہیں بھی ایک اندازہ کے مطابق صحیح مقام پر رکھنے کی کوشش کی گئی ہے اور بعض وہ دستاویز جو کس کے حکم سے جاری ہوئے اور کب جاری ہوئے اس کی کوئی وضاحت نہیں اس لئے انہیں شامل کتاب کرنے سے گریز کیا گیا ہے۔

یہ واضح رہے کہ یہ فرامین و دستاویزات ہمیں درگاہ بڑے پیر ناگور سے حاصل ہوئے ہیں۔ ان دستاویزات و فرامین کی اصل کاپیاں آج بھی اسی آستانہ میں محفوظ ہیں۔ ارباب ذوق ان کے مطالعہ سے اپنی نظروں کو مسرت و سکون بخش سکتے ہیں۔

شیخ سیف الملک عبدالوہاب از رحلت
حضرت عبداللہ در بعد چند سال جانب
ہندستان آقامت کردند و تاریخ لیلتہ
الخامس من شہر شوال سنہ ثلث تسعین
خمسمائتہ از دنیا وفات یافتند کہ
قبر او در ہندستان است

ایک نادر مخطوطہ کا عکس

ھــوالــوھــاب

نقل پروانہ قلی خاں

حکم دیا جاتا ہے کہ شہر ناگور کے سپاہی اور دوسرے ملازمین جو حضرت قطب الاقطاب سیدنا عبدالقادر ثانی علیہ الرحمۃ الرضوان کے روضہ اور حویلی میں رہ رہے ہیں وہ ایک دن نہیں بلکہ ایک گھنٹہ میں خالی کر کے وہ روضہ اور حویلی مولانائے مقبول کے سپرد کریں اور جو شخص اس حکم کی خلاف ورزی کرے اسے تنبیہ اور تادیب کریں۔

تاریخ ۲۱ر شوال ۹۷۵ھ

نقل پروانہ قلی خاں کلاں

"حکم عالی ہے کہ شہر ناگور کے داروغہ، دیوان اور دوسرے تمام ملازمین کو جب اس پروانہ کے مضامین کی خبر ہو جائے تو اولاد حضرت غوث الثقلین قطب ربانی مخدوم شیخ عبدالقادر جیلانی کا روضہ و حویلی مولانائے مقبول کے سپرد کر دیں انہیں کسی قسم کی زحمت نہیں ہونی چاہیے۔ اگر کوئی شخص وہاں جائے تو اس کے لئے لازم ہے کہ فوراً کوچ کر جائے کوئی بہانہ اور عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔

اس پروانہ میں جس چیز کا حکم دیا گیا ہے اس پر عمل درآمد ضروری ہے حکم کی خلاف ورزی نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔

رمضان المبارک ۹۷۸ھ

در بعضی اوقات سپاهیان نزول می‌نماید و از جهت

واقع باشد می‌باید که ... این اهتمام نماید که هیچ کس

مشارالیه در حویلی ملکی ... نزول نماید

نقل فرمان جلال الدین محمد اکبر

یہ سلطان اعظم جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی کا فرمان ہے جو رجب المرجب ۹۷۸ھ / ۱۵۷۰ء میں لکھا گیا اس فرمان میں درج ہے:

"سید مقبول دربار عالی میں آئے انہوں نے استغاثہ پیش کیا کہ میری حویلی میں کبھی کبھی سپاہی آیا کرتے ہیں جس کے سبب ہمیں تکلیف ہوتی ہے، تو شہر ناگور کے حکام اور ارباب انتظام اس بات کو نوٹ کرلیں۔ سید مقبول کی حویلی کا اس طرح انتظام کریں کہ کوئی شخص بھی بغیر ان کی مرضی کے حویلی میں داخل نہ ہو سکے۔ اس حکم پر عمل فوری طور پر لازم ہے۔"

رجب المرجب ۹۷۸ھ

هو المعز

شعبان المعظم

نقل پروانہ میر جلال

برادر اعزاز شدار جند میر عبدالرحیم

بیشمار دعائیں اور تحیات فراواں

نیک خواہشات کے بعد پہلی بات تو یہ کہ بحمدہ تعالیٰ یہاں سب ٹھیک ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ خادم الفقراء شیخ خلیل یہاں آئے، انہوں نے بیان دیا کہ بعض شرپسند لوگ انہیں بہت پریشان کرتے ہیں اور زبردستی ان کی حویلی میں گھس آتے ہیں۔ اگر فی الواقع ایسا ہی ہے جیسا کہ انہوں نے بیان دیا ہے تو اس معاملے میں سخت کڑی نگرانی کی ضرورت ہے۔ بہت ثواب ملے گا۔ حضرت شیخ خلیل کے تئیں جو شخص بھی دشمنی کا مظاہرہ کرے اور انہیں پریشان کرنے کی کوشش کرے تو آپ ذرا بھی تکلف سے کام نہ لیں۔

ھو المعز

نقل پروانہ چاند خاں

شہر ناگور کے تمام حکام، ملازمین اور پیشکاروں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ جب درج ذیل مضمون پر مشتمل پروانہ کی اطلاع ملے تو میراں سید عبدالقادر ثانی قدس سرہ العزیز حضرت قطب الاقطاب رئیس التواب ناصرالاسلام والمسلمین محی الملت والدین غوث الثقلین قطب ربانی کے روضہ اور حویلی میں سپاہیوں کو جانے سے روکیں اور انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائیں۔ حویلی مذکور جو مولانائے مقبول کے سپرد ہے کسی دوسرے شخص کو اس میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیں۔ اس حکم پر فوری طور پر عمل کریں۔ مزید کسی اور حکم کا انتظار نہ کریں۔

شعبان المعظم ۹۸۲ھ

نقل پروانہ بھیکھن خاں ناگوری

حکم ہے کہ چودھریان، قانون گویان، پٹی داران، رعایان و مزاریان پرگنہ رون سرکار ناگور موضع کھجولنہ کو حضرت قطب الاقطاب میراں سید محی الدین کے لنگر اور معاش کے لئے حضرت میراں سید مقبول و شیخ کمال جو شیخ مذکور کی آل واولاد ہیں دے دیا ہے۔ ہماری آل واولاد میں سے کسی کو اعتراض کرنے اور حجت لانے کا حق نہیں ہے۔

ربیع الاول ۹۸۷ھ

نقل پروانہ بھیکھن خاں ناگوری

"بھیکھن خاں ناگوری نے کہا کہ یہ بندۂ کمینہ اس درگاہ کا خدمت گزار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر کرم ہوا اور قطب الاقطاب میراں سید محی الدین ہم پر مہربان ہوئے اور میں اس قابل ہوا کہ موضع کھجولنہ اخلاص دل کے ساتھ حضرت قطب الاقطاب میراں سید محی الدین جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے لنگر کے لئے حضرت میراں سید خلیل اللہ عرف مولانائے مقبول درگاہ کو ہبہ کر دیا۔ ان کی آل واولاد اس میں سے کھائیں۔ اس سے متعلق تمام چیزیں معاف ہیں۔"

محضر نامہ

یہ محضر نامہ بھی زمین سے متعلق ہے جو ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۵ھ کو حیطۂ تحریر میں لایا گیا۔

دولا نامی ایک شخص جو ناگور کا ہی رہنے والا ہے اس نے حضرت سید حامد کی ملکیت میں سکونت اختیار کر رکھی ہے وہ محکمہ دار الخیر اجمیر حاضر ہوا اور بیان دیا کہ سید حامد کی جس زمین میں، میں رہ رہا ہوں یا جس میں وہ رہ رہے ہیں وہ ایک دوسرے آدمی کی ملکیت ہے یہ صاحب انہیں کی اجازت سے وہاں رہ رہے ہیں۔

دولا نامی شخص کو جب یہ دعوی کئے چار ماہ کا عرصہ گزر گیا تو سید حامد کے وکیل سید حسین نے یہ مطالبہ کیا کہ اتنی مدت گزر گئی اور مستغیث اپنا دعویٰ نہیں ثابت کر سکا ہے۔ لہٰذا اس کا دعویٰ خارج کیا جائے۔

چنانچہ یہ فیصلہ ہوا کہ دولا نامی شخص جو کچھ کہہ رہا ہے وہ جھوٹا ہے زمین مذکور سے اسے بے دخل کیا جائے تاکہ وہ سید حامد کے لئے مصیبت و پریشانی کا باعث نہ بن سکے اور بقول مدعی اگر کبھی زمین کا مالک آجائے تو طرفین کو بلا کر محکمہ دار الخیر اجمیر میں اس کا فیصلہ کیا جائے۔

زمین پر سید حامد ہی کی ملکیت رہے گی۔ جناب حاکم کی مہر کے ساتھ یہ محضر نامہ دیا جا رہا ہے تاکہ کوئی شخص عذر اور حکم عدولی نہ کر سکے اور جو جھوٹا محضر نامہ دولا نامی شخص نے دیا ہے اس کے جھوٹ اور فریب پر آگاہی حاصل کرنے کے بعد اسے پارہ پارہ کیا جا رہا ہے۔"

مہر عالمگیر شاہ　　　　مہر راجہ رائے سنگھ

دستخط گواہان:

مہر علی، علی محمد، عبد السلام وغیرہ

محضر نامہ ۱۰۲۵ھ

یہ محضر نامہ لاد محمد کی طرف سے ہے انہوں نے یہ تحریر حضرت سید حامد نبیرہ حضرت میراں شاہ محی الدین عبدالقادر کو لکھ کر دی ہے۔

"میں لاد محمد ولد مہر علی بن راجہ عرف قریشی اپنی رضا و رغبت سے یہ تحریر حضرت میراں سید حامد (علیہ الرحمۃ) کو دے رہا ہوں کہ خانقاہ کی باؤنڈری میں زمین کے جس حصہ میں رہ رہا ہوں جب کبھی بھی میرانجیو (صاحب سجادہ) اس جگہ سے مجھے بے دخل کریں گے۔ میں خاموشی سے وہ مکان خالی کر دوں گا اس سلسلے میں کوئی حیلہ اور عذر نہیں پیش کروں گا اور نہ ہی میرے بھائیوں اور قرابت داروں میں سے کسی کو اس میں بے جا مداخلت کا کوئی حق ہوگا۔ زمین مع عمارت صاحب سجادہ کے سپرد کر دی جائے گی۔

یہ چند الفاظ اس لئے لکھے جا رہے ہیں تاکہ حجت رہے اور وقت ضرورت کام آئے۔

تاریخ ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ

علامت دستخط: لاد محمد ولد مہر علی

راج خاں ولد نظام خاں

جوہر خاں ولد غازی خاں

گواہان:

طالب ولد مکھا

جلال ولد فرید گاہی

علی محمد ولد ابراہیم

دستاویز ۱۰۵۵ھ

حضرت غوث الثقلین........... چبوترہ کوتوالی ناگور سے جو یومیہ خیرات سے آمدنی حاصل ہو رہی ہے اس سلسلے میں حسب سابق اس کا فیض اور تصرف سطور بالا میں جن کا ذکر ہوا انہیں حاصل رہے گا۔ یہاں کے پیشکار و ملازمین روزانہ مقررہ رقم انہیں پہنچاتے رہیں گے تاکہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق خرچ کر سکیں اور حکومت کے لئے دعائیں کریں۔ اس سلسلے میں تاکید اس لئے کی جا رہی ہے تاکہ اس حکم کی کوئی خلاف ورزی نہ کر سکے۔

۱۰۵۵ھ

دستاویز ۱۰۵۶ھ

"افراد خانوادہ حضرت محبوب سبحانی، حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر ثانی، حضرت سیدنا عبدالرزاق سید کمال ان کے لڑکے سید مرتضیٰ، سید مصطفیٰ، علی، فتح محمد سادات عظام، مشائخ کرام قضاۃ نافذ الاحکام علمائے ذوی الاحترام او رشہر ناگور کے عام باشندوں سے اس بات کی استشہاد چاہتے ہیں کہ شہر ناگور ملک مارواڑ کی نذر ونیاز اور شیرینی جو درگاہ میں آتی ہے۔ حضرت شیخ المشائخ والاولیاء مرشد ارباب سلوک مرکز دائرہ قرار ملوک سیادت پناہ سید خلیل اللہ اپنی زندگی میں تقسیم کردیتے تھے اور روضہ متبرکہ کی خدمت کے صلہ میں ہم لوگوں کو بھی اس میں سے حصہ ملتا تھا لیکن جب حضرت سید خلیل اللہ کا وصال ہوگیا اس کے بعد بھی یہ حصہ جتنا کہ متعین تھا سید کمال، سید محمد اور شیر محمد کو ملتا رہا لیکن ادھر چار ماہ سے جو کچھ بھی نذر ونیاز سے آمدنی ہوتی ہے ایک پیسہ بھی نہیں مل رہا ہے۔ جبکہ آپس میں ہم لوگوں کے درمیان یہ بات طے تھی کہ جو کچھ کہ نذر ونیاز وغیرہ مریدین ومعتقدین کی طرف سے آئے گا تمام ورثاء آپس میں مقررہ حصہ کے مطابق تقسیم کرلیں گے۔ اب صورتحال یہ ہے کہ چند فقیروں کو ہم لوگوں پر متعین کردیا گیا ہے کہ جب کبھی بھی سید کمال اور شیر محمد درگاہ میں آئیں ان کو زدوکوب کیا جائے اور ہرگز انہیں یہاں آنے نہ دیا جائے۔ اس طرح وہ ہم لوگوں پر ظلم کرتے ہیں وہ تمام لوگ جنہیں اس امر کی اطلاع ہے گواہی دے رہے ہیں۔

گواہان ۱۰۵۶ھ

نور محمد، محمود خاں، فقیر سید قطب، اوحدالدین، شیر محمد چشتی، لعل بیگ وغیرہ۔

دستاویز ۱۰۵۷ھ

"یہ نقل دستاویز ۲۵ر شوال ۱۰۵۷ھ ر ۱۶۴۷ء کو قلم بند کیا گیا، روضہ مقدسہ درگاہ بڑے پیر سے حاصل ہونے والی آمدنی کی تقسیم اور بٹوارے سے متعلق ہے۔

خواجہ راگھوداس کا بیان ہے کہ شیخ مرتضٰی ولد شیخ کمال آئے اور انہوں نے بیان دیا کہ شیخ کمال برادر کلاں شیخ محمد خادم آستانہ حضرت سیدنا شاہ عبدالرزاق قدس سرہ جب زندہ تھے تو نذر و شیرینی کی جو بھی رقم آتی تھی اسے ساڑھے چار حصوں میں تقسیم کرتے تھے۔ اس میں سے دو حصہ شیخ محمد کو دے دیتے تھے اور ایک حصہ خود لیتے تھے اور ایک حصہ اپنے چھوٹے بھائی شیر محمد اور آدھا حصہ اپنی بہن کو دیتے تھے۔ یہ تقسیم نامہ اب بھی قاضی اور مفتی کی مہر کے ساتھ موجود ہے۔ لیکن جب شیخ کمال کا وصال ہو گیا اور شیخ محمد اس کے نگراں متعین ہوئے تو انہوں نے شیخ کمال کی اولاد شیر محمد اور ان کی بہن کو حصہ دینا بند کر دیا اور روضہ مقدسہ سے باہر نکال کر زدوکوب کیا ہے۔ کپڑے پھاڑ ڈالے ہیں۔

لہٰذا قسمت نامہ کے مطابق شیخ کمال کے لڑکوں کو اس کا حصہ دلایا جائے اور جو حق بنتا ہو اسے مقرر کیا جائے بلکہ اس تعلق سے ایک نیا محضر نامہ تیار کر کے حقدار کو حق دلایا جائے اور شیخ محمد اور ان کے متعلقین نے جو ان کے ساتھ زیادتیاں کی ہیں اس کی انہیں سزا دی جائے۔"

دستاویز ۱۰۶۶ھ

یہ دستاویز حضرت میر سید محمد نبیرہ حضرت غوث الصمدانی سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے موروثی مکان مع کنوئیں اور باغ سے متعلق ہے جو ناگور میں واقع ہے اور جن کے پاس پہلے ہی سے اس کی اسناد معافی موجود ہیں۔ اس تعلق کے سبب ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنے اور سکون کے ساتھ انہیں وہاں رہنے کے لئے موقع فراہم کرنے کی ہدایت ہے۔

تاریخ ۲۱؍ محرم الحرام ۲۹ جلوس مبارک مطابق ۱۰۶۶ھ

دستاویز ۱۰۶۸ھ

یہ تحریر میراں سید حامد ولد سید محمد مرحوم کی طرف سے ہے۔ انہوں نے اپنی سجادگی کے زمانہ میں اپنی حویلی میں سے ایک کمرہ کی زمین جو شارع عام سے متصل تھی تاجو ولد چھاجو نان بائی عرف پوار کو درگاہ حضرت ناصر الاسلام والمسلمین میراں سید عبدالقادر ثانی قدس سرہ کی خدمت کے صلے میں دی تھی تاکہ وہ اس میں رہ کر سکون کے ساتھ اس درگاہ کی خدمت کر سکیں۔

یہ زمین صرف درگاہ کی خدمت کے لئے دی گئی ہے تاجو اور اس کے فرزندوں کے علاوہ اس میں کسی کو کوئی مزاحمت کی ضرورت نہیں اگر کوئی دعویٰ کرے تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔ طرفین کی رضا و رغبت سے یہ تحریر لکھی گئی ہے تاکہ حجت رہے۔

تاریخ ۳؍ذی الحجہ ۱۰۶۸ھ

گواہان:

جان محمد قصاب

الہداد افغان

زاہد ولد حسن

الله اکبر

باصره دیوان اعلی راجه کبنهیا

اورنگ زیب
سلطان
عالمگیر بادشاه

نقل پروانه حسب الحکم جهان مطاع عالمگیر بادشاه

کماشتکان امارت پناه ایالت دستگاه عالی مرتبت راجه رام سنگه که در پرگنه ناگور جاگیر راجه
مشار الیه بوده‌اند بدانند که چون شیخ موسی ساکن قصبه پرگنه مذکور بدرگاه معدلت پناه
رسیده بوسیله باریافتگان محفل فیض منزل بعرض مقدس معلی رسانید که یک قطعه
زمین حویلی سکنی که صد ذراع طول داشت و دو ذراع عرض آن است و که بجای الجنه عقب متصل
تحویل شیخ عبدالقادر نایب شیخ عبدالرزاق واقعه است و در انجا رافع و دیگر دوستکان
فرزندان مشار الیه اقامت دارند درین ولا سنگهی رضا و لطفی دو لا متوطنان
قصبه مسطور از راه تعدی آن زمین را بحمایت بعض مردم متصرف شده اند لهذا
بموجب حکم جهان مطاع واجب الاتباع نگارش می یابد که در صورت صدق معروض
تحقیق ثبوت اراضی و جاه مذکور را بدستور بجمع مرقوم متعلق کنانند تا مستغیث
بطلب خود رسیده بدعای دوام دولت ابد پیوند مشغول گشته مکرر بدرگاه معدلت پناه بعرض نیارد قدغن لازم دانند بتاریخ ۲۸ محرم
الحرام سنه احد و سته ...

نقل فرمان سلطان اورنگ زیب عالمگیر

یہ فرمان سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے عہد کا ہے اس میں راجہ پرگنہ ناگور رائے سنگھ کو حکم دیا گیا ہے کہ سید موسیٰ ساکن قصبہ ناگور کو ناگور ہی کے کچھ لوگ پریشان کرتے ہیں ان کو اس پریشانی سے نجات دلائیں۔

حضرت سید موسیٰ نے اپنی درخواست میں لکھا تھا کہ حویلی جو ۱۰۰ گز طول اور اسی (۸۰) گز عرض پر مشتمل ہے اور اسی سے متصل ایک پختہ کنواں ہے جو حضرت سید عبدالقادر ثانی اور حضرت سید شاہ عبدالرزاق کی قبر کے پیچھے ہے۔ وہیں میرے خاندان کے لوگ رہتے ہیں مگر سنکھی، رضا، لطفی اور دولا جو ناگور کے رہنے والے ہیں بعض سرکش لوگوں کی حمایت سے اس زمین کو ہڑپ کرنا چاہتے ہیں ان کو ان شر پسندوں کے شر سے نجات دلانے کے لئے یہ حکم نامہ صادر کیا جا رہا ہے۔

تاریخ ۲۸، محرم الحرام ۱۰۵۱ھ

نقل فرمان راجہ رکناتھ سنگھ

یہ فرمان ۳ر شوال المکرم ۱۰۶۹ھ کا منقول ہے جس میں تحریر ہے کہ حضرت سید موسیٰ وغیرہ نبیرہ حضرت غوث الثقلین ساکن قصبہ ناگور سرکار صوبہ دارالخیر اجمیر جہاں پناہ کے دربار میں حاضر ہوئے اور استغاثہ پیش کیا کہ شہر ناگور کی چار مسجدیں بشمول جامع مسجد اور روضہ منورہ و تالاب کی چہار دیواری جو ٹوٹ چکی ہے یہاں کے عقیدت مند حضرات اس کی اصلاح و مرمت کرانا چاہتے ہیں مگر بعض لوگ جو شریعت نبوی ﷺ کے مخالف ہیں از راہ سرکشی چہار دیواری اور مسجد کی مرمت سے روک رہے ہیں۔

یہ استغاثہ سننے کے بعد جہاں پناہ آفتاب شعاع مدار المہام راجہ رکنات کا حکم ہوا کہ تربیت خاں اس مسئلہ کی حقیقت جاننے اور اس کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کریں اور جو لوگ ان چاروں مساجد کی اصلاح اور مرمت میں مزاحم ہو رہے ہیں انہیں مزاحمت کرنے سے باز رکھیں۔

۳ر شوال ۱۰۶۹ھ

مہر خاص سید عبداللہ

پروانہ بنام تربیت خاں

نقل پروانہ صوبہ حضرت اجمیر

شہر ناگور کے حکام، ملازمین اور پیشکار سب جانتے ہیں کہ ایک قطعہ زمین سے حویلی سو گز لمبا اور اسی گز چوڑا ایک پختہ کنواں اسی شہر میں مقبرہ حضرت سیدنا عبدالقادر ثانی کے مقبرہ کی چہار دیواری کے عقب میں واقع ہے۔ اسے سیادت مآب حضرت سید حامد نبیرہ آں غفران پناہ حضرت عرش آستانی کے فرمان عالیشان کے بموجب اپنے تصرف میں رکھ رہے ہیں۔ جب سیادت مآب مذکور گوشہ نشین ہو کر مقیم و مسافر فقراء کی خدمت میں معروف ہوں جب بھی آراضی و کنواں جس کا سطور بالا میں ذکر ہوا بدستور سابق انہیں کے تصرف میں رہے گا۔ اس سلسلے میں کوئی مزاحمت نہ کرے تاکہ دل جمعی کے ساتھ حکومت کے حق میں دعا کر سکیں۔

تاریخ ۵ / شہر رجب المرجب سنہ ۷ جلوس اقبال مانوس
مطابق ۱۰۷۵ھ

نقل فرمان بادشاہ عالمگیر غازی

یہ فرمان جس پر صاحب صوبہ دار الخیر اجمیر شریف، حضرت بادشاہ محمد رضا کے واقعہ نویس، اور صاحب سجادہ کے علاوہ قاضی عبدالرزاق مفتی عبدالرحیم کی مہریں ہیں اور گواہوں انجینئروں اور قانون گویوں کے دستخط ہیں۔ ۷ رجب المرجب سنہ ۷ھ جلوس کو شہر اجمیر میں اس لئے لکھا گیا تاکہ وقت ضرورت کام آئے۔

اس تحریر کا سبب یہ ہے کہ سید لاد محمد ناگوری جو اپنے کو سیدنا عبدالقادر ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادہ سے بتارہے ہیں وہ محکمہ دار الخیر اجمیر آئے اور استغاثہ دائر کیا کہ ایک کنواں اور ایک قطعہ زمین باپ دادا کی وراثت سے میرے پاس چلی آرہی ہے لیکن قاضی صادق کے داماد اور اس کی ماں غلام سیدانی میرے موکل سے مزاحم ہیں۔ اس لئے وزارت پناہ حکومت دستگاہ حافظ محمد ناصر سے میری درخواست ہے کہ مدعی علیہم کو ناگور سے طلب کریں اور طرفین کو عدالت میں بلائیں تاکہ حقیقت کیا ہے۔ معلوم ہوسکے۔ وکیل ان لوگوں سے الگ الگ سوالات کریں۔

فتح محمد نے کہا کہ میرا کوئی دعویٰ نہیں ہاں عنایت اور غلام سیدانی صاحبہ چاہتی ہیں کہ یہ میراث انہیں حاصل ہو لیکن باعتبار شرع یہ میراث انہیں نہیں مل سکتی کیونکہ ان کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ یہ زمین اور کنواں سیدانی کی ملکیت میں ہے۔

حسب سابق یہ قطعہ زمین اور کنواں خانقاہ سے متعلق ہی رہے گا ہر غریب مسکین گوشہ نشین اس سے نفع حاصل کرتے رہیں گے۔ عنایت اور اس کی والدہ کا دعوائے ملکیت اس زمین اور کنویں سے متعلق بالکل درست نہیں۔ فتح محمد نے جو جھوٹا محضر نامہ پیش کیا ہے اس سے مطلع ہو کر حکومت کے ارباب اقتدار نے اسے پارہ پارہ کردیا ہے۔

تاریخ ۷ رجب المرجب سنہ ۷، جلوس اقبال مانوس

مطابق ۱۰۷۵ھ

دستاویز ۱۰۷۷ھ

یہ دستاویز آستانہ سیدنا عبدالوہاب علیہ الرحمۃ والرضوان میں جو مسجد ہے اس کی امامت سے متعلق ہے۔

"پرگنہ ناگور کے ملازمین حکام اور پیشکاروں کو حکم عام ہے کہ سید مصطفیٰ نبیرہ حضرت سید عبدالقادر ثانی ساکن قصبہ پرگنہ مذکور نے مقربین بارگاہ کی وساطت سے رسائی حاصل کی اور اپنا مدعا بیان کیا اور وہ یہ کہ روضہ حضرت عبدالقادر ثانی سے متصل جو جامع مسجد ہے اس کی امامت ایک زمانہ سے حافظ معروف کر رہے ہیں۔ مگر شاہ محمد نامی ایک شخص ان کی مخالفت پر آمادہ ہے اور از راہ تعدی مسجد مذکور کی سند امامت اپنے نام کرالی ہے اور اس کی یومیہ آمدنی کو بشرط خدمت اپنی معاش کے لئے نامزد کرالیا ہے اس نے اپنے بھائیوں کو مسجد میں بھیج کر کے حافظ معروف اور سید کاسو موذن اور دیگر خدام کو اس مسجد سے بے دخل کر دیا ہے۔ اس سبب سے کافی پریشانی کی صورت ہو گئی ہے۔

جہاں مطاع عالیجاہ کے دربار سے حکم صادر ہو رہا ہے کہ اس مقدمہ کی حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کی جائے۔ سچ ثابت ہو جانے کی صورت میں جو پہلے سے اس مسجد کی خدمت پر مامور ہیں انہیں بحال کیا جائے اور دوسرے شخص کا دعویٰ مسترد کیا جائے اور اگر اس مقدمہ کا فیصلہ نہ ہو سکے تو طرفین کو ہمارے پاس بھیج دیا جائے۔ اس طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

تاریخ: ۱۱ر شوال سنہ ۱۰ جلوس ۱۰۷۷ھ

دستاویز ۱۰۸۳ھ

اللہ اکبر

اس تحریر کا مقصد یہ ہے کہ سید حامد ولد سیادت پناہ نجابت دستگاہ سید محمد مرحوم نے یہ تحریر دی تھی کہ حضرت ناصر الاسلام والمسلمین محی الملت والدین میراں سید عبدالقادر ثانی قدس اللہ سرہ العزیز کی درگاہ کے احاطے میں ایک ٹکڑا زمین کا دولت شاہ ولد شیخا عرف دانہوہ کو میں نے بخش دیا ہے۔ دولت شاہ کی اولاد کے علاوہ اس میں دوسرا کوئی شخص نہ رہے اور نہ ہی دوسرا کوئی شخص ان کی اولاد میں سے مزاحم ہو اس لئے یہ چند کلمے بطور سند لکھے جا رہے ہیں تا کہ حجت رہیں۔

تاریخ: ۵/ ربیع الآخر ۱۰۸۳ھ

دستخط:

سید حامد ولد سید محمد

گواہ:

علی محمد ولد ابراہیم

دستاویز ۱۰۸۹ھ

اس دستاویز میں جوہر خاں ولد غازی خاں عرف جویانے اس بات کا اقرار اور اعتراف کیا ہے کہ روضہ منورہ حضرت شاہ میراں عبدالقادر ثانی سے متعلق جامع مسجد کے قریب اپنی مملوکہ زمین کے اندر میراں سید حامد ولد سید محمد نے مجھے رہنے کے لئے ایک قطعہ زمین کا عطا کیا ہے۔ اس بات کا میں وعدہ کرتا ہوں کہ جب بھی میراں سید حامد کو اس زمین کی ضرورت ہوگی اور وہ مجھ سے یہ زمین طلب کریں گے میں بلاعذر اسے چھوڑ دوں گا۔ کوئی حیلہ اور بہانہ نہیں کروں گا۔ یہ تحریر اس لئے لکھی جا رہی ہے تاکہ حجت رہے اور وقت ضرورت کام آئے۔

تاریخ ۷ر شوال ۱۰۸۹ھ

دستخط کنندگان:

۱۔ جوہر خاں

۲۔ راج خاں ولد نظام خاں

گواہان:

۱۔ شیخ محمد خطیب

۲۔ جمال محمد
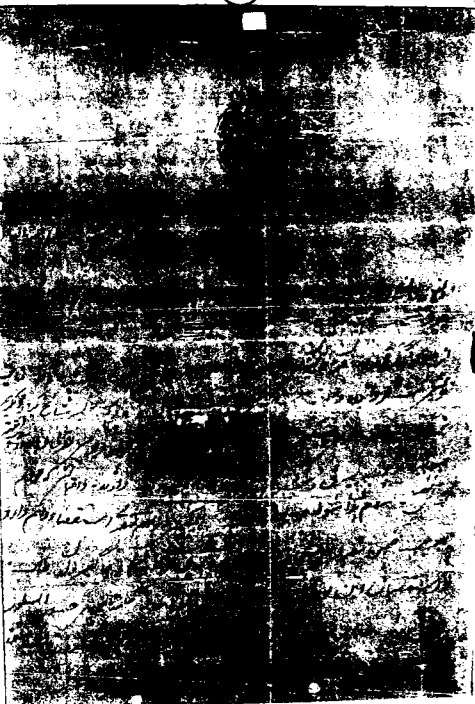
نقل فرمان بادشاہ عالمگیر غازی

(۴؍رجب المرجب ۱۰۹۱ھ)

"یہ بادشاہ عالمگیر غازی کا فرمان عالی شان واجب الاطاعت والاذعان ہے جسے انہوں نے اپنے شاہی مہر کے ساتھ ۴؍رجب المرجب ۱۰۹۱ھ کو آستانہ عالیہ حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب فرزند حضرت غوث الثقلین میراں محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین سید محمد حامد کو عطا کیا۔

اس فرمان میں صاحب سجادہ کو شاہی دربار سے جو ہدایا اور جاگیریں عطا ہوئی تھیں اس کا تفصیلی ذکر ہے۔ پانچ سو روپیہ نقد، پالکی، چوبیں، گھوڑے، خدام اور پرگنہ سرکار ناگور کو بطور جاگیر دینے کا حکم خاص طور سے قابل ذکر ہے۔"

نقل فرمان امیر المومنین عالمگیر

(سنہ ۴۴ جلوس)

"یہ فرمان عالی شان امیر المومنین شاہ عالمگیر کے عہد حکومت کا ہے جس پر تاریخ تحریر ۵ ر ذی قعدہ ۴۴ جلوس درج ہے۔

اس فرمان میں خانقاہ و مقبرہ حضرت زبدۃ الواصلین، قدرۃ العارفین سید عبدالوہاب سیف الدین قدس سرہ فرزند حقیقی حضرت محبوب ربانی قطب سبحانی غوث صمدانی حضرت میر سید محی الدین عبدالقادر جیلانی اور حویلی میں جو صحن ہے اس کی تفصیل مع حدود اربعہ بیان کی گئی ہے اور سید محمد موسیٰ گیلانی کی اولاد عملاً جو اس پر قابض ہے اس سے انہیں بے دخل قرار دیا گیا ہے۔

اس فرمان عالی شان پر امیر المومنین شاہ عالمگیر، خادم شرع محمد اسماعیل، فدوی محمد صدیق، محمد اعظم شاہ خطیب جامع مسجد کلاں، شیخ حامد چشتی نبیرہ حضرت شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر کی مع مہر شہادتیں ہیں۔"

نقل فرمان سلطان محمد شاہ

(سنہ ۳ جلوس)

"یہ فرمان عالی شان سلطان محمد شاہ کے عہد حکومت میں کچہری سرکار تاگو، صوبہ دارالخیر اجمیر سے ۲۷ ربیع الاول سنہ ۳ جلوس کو جاری ہوا۔ اس میں مرقوم ہے کہ مخدوم سید محمد موسیٰ گیلانی سجادہ نشین خانقاہ حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ الواصلین میران شاہ عبدالوہاب فرزند حقیقی حضرت قطب الاقطاب غوث الثقلین شاہ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی قدس اللہ اسرارہم آپسی اختلاف کی بنا پر اس خانقاہ کی سجادگی کا منصب ترک کر کے یاد الٰہی میں مصروف ہوگئے۔ لیکن خدام و فقراء کے اخراجات ناقابل برداشت ہیں۔ اس لئے موضع کھوانہ جسے حضرت بادشاہ جلال الدین اکبر انار اللہ برہانہ نے بہ جہت تصرف لنگر خانہ کے لیے وقف کیا تھا۔ چند سال سے عاملین نے اس موضع کی آمدنی کو اپنے خرچ میں لے لیا ہے۔ لہٰذا یہ حکم صادر کیا جارہا ہے کہ موضع کھوانہ جس طرح اس خانقاہ کے فقراء و خدام کے لنگر کے لئے وقف تھا اس کی حیثیت اسی طرح برقرار رکھی جائے اس سلسلے میں عاملین ذرا بھی مزاحمت نہ کریں۔"

نقل فرمان سلطان محمد شاہ

(سنہ ۴ جلوس)

"یہ فرمان سلطان محمد شاہ کے دربار سے ۲۶ر جمادی الاولیٰ سنہ ۴ جلوس کو جاری ہوا۔ جس میں سید محمد ولد سید محمد موسیٰ گیلانی سجادہ نشین حضرت سید شاہ عبدالوہاب علیہ الرحمہ بن حضرت شاہ میراں محی الدین شاہ عبدالقادر گیلانی قدس اللہ اسرارہم کے تعلق سے یہ بات کہی گئی ہے کہ انہوں نے سجادگی ترک کردی ہے اور روز وشب یاد الٰہی میں مصروف رہنے لگے ہیں۔ لہٰذا شہر کی جامع مسجد کی دو کانوں کا کرایہ سلطان وقت کے فرمان کے مطابق جتنا حصہ ان کا ہوتا ہے انہیں دے دیا جائے اور اس فرمان کی خلاف ورزی کسی صورت میں نہ کی جائے۔"

دستاویز بابت چلہ میڑتہ سٹی

"قطب الہند حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے اجمیر سے رخصت ہونے کے بعد ناگور شریف آتے ہوئے قصبہ میڑتہ میں چلہ فرمایا تھا اس چلہ کے تعلق سے بھی وہاں کچھ آراضی ہے جس میں کچھ عمارتیں بنی ہیں یہ دستاویز اسی سے متعلق ہے۔ اس دستاویز میں کچھ لوگوں کے اسماء گواہ کے طور پر درج ہیں۔ انہوں نے اس آراضی کو حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب کے سپرد کرتے ہوئے لکھا ہے۔

سالک مسلک طریقت منبع مناہج حقیقت حقائق و معارف آگاہ شاہ آتیت (آیت) اللہ ادام اللہ برکاتہ قصبہ میڑتہ سرکار ناگور صوبہ دارالخیر اجمیر شرعی عدالت کے محکمہ میں یہ اقرار کیا ہے کہ زبدۃ الواصلین قدوۃ العارفین حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب فرزند رشید غوث صمدانی محبوب سبحانی حضرت سید عبدالقادر جیلانی کا چلہ جو میڑتہ میں دروازہ ناگوری کی جانب واقع ہے اور اس چلہ میں تین دالان مع سنگین ستون جسے ہم لوگوں نے اپنے صرف خاص سے تیار کرایا ہے۔ ان کے علاوہ اور دوسری چیزیں جو تھوڑی بہت ہیں ان میں ایک منزل بہل اور دو عدد نرگاؤ جو ہم لوگوں کے تصرف میں ہیں ان تمام چیزوں کو اپنی خواہش کے مطابق بغیر کسی زور وزبردستی کے دود مان سیادت حضرت سید محمد وارث و سید ولی محمد جو سید محمد ولد سید محمد موسیٰ گیلانی کے فرزند ہیں دے رہے ہیں۔ انہیں ہم لوگوں نے ان تمام اشیاء کا مالک بنایا ہے اور اپنی موجودگی میں اس کا قبضہ دلایا ہے۔ اگر کوئی اس سلسلے میں ان حضرات کا مزاحم ہوتا ہے یا سید حامد مرحوم کے فرزندوں میں سے اگر کوئی رخنہ ڈالتا ہے تو اس کا دعویٰ عندالشرع مردود مانا جائے گا۔ یہ چند سطریں اس لئے تحریر کر دی گئی ہیں تاکہ حجت رہے۔

اس دستاویز کی پیشانی پر خادم شرع محمد دائم کی مہر ہے اور نیچے دوسرے گواہوں کے اسماء درج ہیں جنہیں بآسانی پڑھا جاسکتا ہے۔"

دستاویز ۱۱۳۶ھ

"یہ دستاویز ملکیت خانقاہ کی منتقلی سے متعلق ہے جس پر تاریخ ۱۴ رجمادی الثانی سنہ ۵ جلوس بروز جمعہ مبارک ۱۱۳۶ھ درج ہے۔

اس دستاویز میں سید آدم ولد غفران پناہ بندگی سید محمد بن مغفرت دستگاہ سید خلیل اللہ گیلانی فرماتے ہیں کہ جتنی زمین رہائشی ایک حجرہ ایک ایوان مسقف سنگین اور جو زمین کہ ایوان کے عقب میں ہے اور جو موضوع اٹھاس پرگنہ ایندانو میں ہے اس کے علاوہ روزانہ ۶ تنکہ اور روضہ متبرکہ حضرت برہان العارفین تاج المحققین بندگی حضرت شاہ عبدالوہاب فرزند حقیقی حضرت غوث الاعظم شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی نذر و نیاز جو وراثتاً ہم تک پہنچی ہے اور پہنچ رہی ہے اسے میں مکمل طور پر ہوش وحواس کے ساتھ اپنی زندگی ہی میں برخوردار میاں سید محمد علی کو اس نسبی وراثت کی ملکیت سپرد کر رہا ہوں اور انہیں اپنا جانشین نامزد کر کے اس ملکیت کا مالک بنا رہا ہوں اور ساتھ ہی یہ ضابطہ بھی بنا رہا ہوں کہ دوسرے میرے بھائی اور میرے وارثان اور اقرباء اس میں مزاحمت نہ کریں۔

جن رہائشی و زرعی زمینوں کی ملکیت انہیں سپرد کی ہے ان کا حدود اربعہ اس طرح ہے۔

مشرق : متصل چبوترہ ہے جو تمام بھائیوں کا مشترکہ اور شاہ محمد شفیع الدین کے مکان کا کچھ حصہ ہے۔

مغرب : ایک خالی زمین ہے اور پاس ہی شاہ شفیع الدین کی حویلی ہے۔

جنوب : بی بی مریم کا قلزم خانہ ہے۔

شمال : سید مرتضیٰ اور سید کمال مرحوم کا مکان ہے۔

آخر میں شاہ محمد شفیع کی مہر کے علاوہ شاہ عبدالرزاق، محمد فیض بن سید کرم علی، عبدالرحمٰن اور محمد مسعود درویش کے اسماء بطور گواہ شامل ہیں۔"

دستاویز ۱۱۶۷ھ

حضرت سیدنا عبدالقادر ثانی ناگور علیہ الرحمہ کے مزار مقدس پر معتقدین و مریدین ومتوسلین کے ذریعہ جو آمدنی ہوتی ہے۔ یہ دستاویز اس کے بٹوارہ سے متعلق ہے اور یہ تحریر پانچویں شوال ۱۱۶۷ھ کی ہے جو کچھ اس دستاویز میں مرقوم ہے اس کا ماحصل ذیل میں دیا جارہا ہے۔

ہم سید فاضل بن عبدالقادر اپنے تمام لڑکوں کے ساتھ یہ اقرار کرتے ہیں اور تحریر لکھ کر دیتے ہیں کہ سید فخر الدین میرے وارث اور مالک ہیں۔ ان کا میں مرہون منت ہوں کہ انہوں نے حضرت سید عبدالقادر ثانی کی درگاہ کی آمدنی کا پانچواں حصہ میرے سپرد کیا ہے جو کچھ رقم اس درگاہ سے حاصل ہورہی ہے اسے میں ان کے پاس بھیجتا ہوں اور بھیجتا رہوں گا اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی اور روضہ اطہر کی نگہبانی ان کی طرف سے جو مجھے سپرد کی گئی ہے اگر وہ ختم کردیتے ہیں تو میں بری الذمہ ہوجاؤں گا۔ مجھے اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اور باشندگان ناگور کے لئے ۳۵ روپے کا جو ایک خاص پروانہ ہے اس میں ۱۵ روپے ماہانہ حاصل کرنے والے کے نام دیئے ہیں وہ پروانہ انہوں نے میرے سپرد کردیا ہے جس وقت وہ چاہیں گے بلاپس وپیش ہم ان کے سپرد کردیں گے۔

یہ چند سطریں دستاویز کے طور پر میں نے اس لئے لکھ دی ہیں تاکہ وقت ضرورت کام آئے۔

۵ / شوال ۱۱۶۷ھ

گواہان : سید احمد، محمد مکارم، محمد عاقل
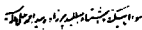
دستاویز ۱۲۰۸ھ

"اس تاریخی دستاویز میں دراصل ایک شبہ کا ازالہ ہے۔ اور وہ شبہ یہ تھا کہ ناگور کے سجادگان سیدنا عبدالوہاب علیہ الرحمہ کی اولاد نہیں بلکہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمہ کی اولاد ہیں۔ یہاں ہم اس دستاویز کا ترجمہ من و عن نقل کر رہے ہیں۔

پیر زادہ حضرت احمد علی ولد سید خواجہ بخش ولد سید فخر الدین اولاد حضرت پیران پیر سید عبدالقادر جیلانی بغدادی قدس سرہ العزیز ساکن ناگور، جملہ خادمان شہر اجمیر مقدس سے سوال کرتے ہیں کہ جب ہم لوگ اس سفر سے پہلے شہر بھوپال پہنچے اس وقت جناب نواب نذر محمد مرحوم باحیات تھے۔ موصوف نے ہم سے محبت و عقیدت کا اظہار فرمایا اور مرید ہونے کے لئے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔

اس وقت بھوپال میں ایک شخص ہمارا مخالف تھا جس کو خدا واسطے ہم سے بیر تھا اس نے جاکر نواب صاحب سے کہا کہ حضرت یہ پیر صاحب غوث اعظم علیہ الرحمہ کی اولاد میں سے نہیں ہیں بلکہ ان کو تو میں نے کئی بار اجمیر شریف میں دیکھا ہے یہ لوگ تو حضرت خواجہ اجمیری علیہ الرحمہ کی اولاد میں سے ہیں۔

ہم سبھی خادمان خواجہ اجمیری علیہ الرحمہ سے پوچھتے ہیں کہ کیا ہم خواجہ صاحب کی اولاد میں سے ہیں یا غوث الاعظم علیہ الرحمہ کی اولاد میں سے ہیں؟ سبھی جانتے ہیں کہ ہمارا خواجہ صاحب سے صرف ننہالی رشتہ ہے۔ جد امجد تو ہمارے حضرت غوث اعظم علیہ الرحمہ ہی ہیں ہمارا سلسلۂ نسب آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت سیدنا شیخ عبدالوہاب اور حضرت شیخ عبدالقادر ثانی علیہاالرحمہ سے جاکر ملتا ہے جن کے مزارات پاک شہر ناگور میں شمسی تالاب کے اوپر واقع ہیں۔ سبھی حضرات

اصحاب سلاسل سے درخواست ہے کہ جو بھی اس حقیقت سے واقف ہو وہ اس پر اپنے دستخط و مہر ثبت کرے۔

ہم تصدیق کرتے ہیں کہ موصوف غوث اعظم کی اولاد میں سے ہیں۔

تاریخ ۱۵ ار رجب المرجب ۱۲۰۸ھ بقلم سید جواہر علی اولاد حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

اس دستاویز پر سلطان سمرقند امیر تمور، جناب سید سراج الدین صاحب سجادہ درگاہ شریف اجمیر، قاضی منیر الدین حضرت چراغ دہلوی شاہ عنایت اللہ، ارشاد علی امیر علی سید ولایت علی (اولاد حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری) کی مہریں ثبت ہیں ان حضرات نے تصدیق کی ہے کہ سیدنا سیف الدین عبدالوہاب علیہ الرحمہ کا مزار مقدس ناگور راجستھان میں ہے۔"

دستاویز ۱۲۳۹ھ

"یہ دستاویز امام بخش بن اللہ بخش، بہاء الدین کریم ابن حسن اور اللہ بخش قوم قصاب کے بیان پر مشتمل ہے ان مذکورہ حضرات کا مشترکہ بیان ہے کہ جو کچھ ہم لوگوں نے اپنے آباء واجداد سے سنا ہے یا جمہور خلائق سے جو آوازیں میرے کانوں تک پہنچی ہیں وہ یہ ہے کہ

"حضرت قطب الاقطاب فرد الاحباب حضرت شاہ قطب الہند سیف الدین اکبر بغداد سے اپنے والد ماجد حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کی اجازت سے خواجۂ خواجگاں حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہ کے ہمراہ اجمیر شریف تشریف لائے اور وہاں سے سوالکھ جنگل جہاں اس وقت ناگور آباد ہے ورود فرمایا اور پردہ فرمانے کے بعد دار الحاجات جہاں اس وقت آپ کا روضۂ مقدسہ ہے مدفون ہوئے۔

آپ کی آٹھویں پشت میں سید عبدالقادر ثانی کی ولادت ہوئی ۷۲ سال کی عمر مین انہوں نے زیارت حرمین شریفین کا شرف حاصل کیا اس کے بعد ناگور کے لئے روانہ ہوئے۔اثنائے سفر گجرات پہنچے اس وقت وہاں کا بادشاہ فوت ہو چکا تھا اس کے دو لڑکے محمد خاں اور شمس خاں باپ کی جانشینی کے لئے باہم دست و گریباں تھے جب اس کی خبر آپ کو ملی تو آپ تشریف لے گئے پہلے تو ان دونوں نے آپ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایک تخت پر دو بادشاہ ہرگز نہیں بیٹھ سکتے اس لئے بڑے بھائی محمد خاں کو باپ کا جانشین بنا کر چھوٹے بھائی شمس خاں کو ناگور لے آئے اور سرکار ناگور کی باگ ڈور ان کے سپرد کر دی۔ چند سالوں کے بعد پہلے حضرت سید عبدالقادر ثانی پھر اس کے بعد والی ناگور شمس خاں کا وصال ہوا۔ شمس خاں کے

لڑکے فیروز خاں جانشین نامزد ہوئے انہوں نے شمس خاں کو ان کے پیر سید عبدالقادر ثانی کی پائنتی میں دفن کیا اور اس پر ایک گنبد کی تعمیر کرائی۔ اس کے علاوہ مسجد روضہ اور چہار دیواری کی مرمت بھی انہوں نے ہی کرائی اور روضہ کے چاروں طرف شارع عام تک جتنی زمینیں تھیں سب انہوں نے سیدنا سیف الدین عبدالوہاب کی اولاد کو نذر کردیں اور یہ تاکید کردی کہ کوئی ان حدود میں دخل اندازی نہ کرے۔ ایکسو ترپن سال بعد ان کی حکومت زوال پذیر ہوگئی اور راجپوتوں کے محافظ کے توسط سے نبیرہ حضرت سیدنا عبدالوہاب علیہ الرحمہ سے کسی طرح روضہ کے حدود میں زمین حاصل کرلی اور اس میں اپنا رہائشی مکان بنالیا۔ چند دنوں کے بعد ہمارے اجداد میں ساہو اور مسعود سے پیرزادوں کا جھگڑا ہوا اسی اختلاف کے دوران پیرزادوں نے بادشاہ اکبر اعظم سے روضہ سے متعلق ایک چک نامہ حاصل کرلیا اور ہمارے بزرگوں کو روضہ سے نکال باہر کردیا اس کے باعث ان سب کو بہت ندامت ہوئی اور پیرزادوں کے قدموں میں برضا و رغبت اپنا سر ڈال دیا اور یہ لکھ کردے دیا کہ ہم لوگ آپ کے راستہ میں کبھی رکاوٹ نہ پیدا کریں گے۔ اور نہ ہی کبھی آپ حضرات کے حکم کی خلاف ورزی کریں گے اس نوشتہ کی روشنی میں پھر پیرزادوں نے روضہ کے حدود میں ہمارے اجداد کو رہنے کی اجازت دے دی۔ ہمارے اجداد کی وہ تحریر اور شہنشاہ اکبر کا وہ چک نامہ اب بھی پیرزادوں کے پاس محفوظ ہے۔

اس وقت وہ لوگ جن کے اسماء سطور بالا میں گزر چکے ہیں انہوں نے پیرزادوں سے اپنے اجداد کے نوشتہ کی خلاف ورزی کی ہے جس کے سبب ناگور اور میڑتہ کے تمام پیرزادگان جمع ہوکر انہیں بطور سزا جگہ سے بے دخل کردیا ہے ہم لوگوں نے اپنے اجداد کی لکھی ہوئی تحریر دیکھی ہے۔ اس کی روشنی میں معذرت کی ہے اور اقرار جرم کیا ہے۔

اس وجہ سے یہ تحریر ایک بار پھر ہوش وحواس کے ساتھ بغیر کسی زور اور دباؤ

کے لکھ رہے ہیں کہ اب کبھی بھی ہم لوگ پیر زادوں کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کریں گے اور نہ ہی شر و فساد پھیلائیں گے۔ اور نہ ہی پیر زادوں کی شان میں کسی قسم کے نازیبا الفاظ استعمال کریں گے۔ بغیر پیر زادوں کی اجازت کے نہ تو مکان کے اوپر بالاخانہ پر جائیں گے اور نہ ہی چھت پر چڑھیں گے۔ اس مکان پر دعوائے وراثت اس روضہ کے پیر زادوں کو ہی حاصل رہے گا۔ ایک قطعہ زمین جو شارع عام کے شمال سمت ہے پیر زادوں نے ہمیں دیا ہے۔

یہ چند جملے وراثت نامہ کے طور پر لکھ دیا ہے اور ناگور اور میڑتہ کے تمام پیر زادوں کو دے دیا ہے تاکہ سند رہے اور وقت ضرورت کام آئے۔

نور محمد سہروردی

۸ ربیع الاول ۱۲۳۹ھ

گواہ: شیخ عظمت اللہ بن عزت اللہ سہروردی عرف نھمن

گواہ: نھو بن احمد سنگتراش وغیرہ۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللّٰهِ
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ

[illegible]

دستاویز ۱۲۴۷ھ

"یہ دستاویز دراصل ایک محضر نامہ ہے جس میں حاضرین بس اور باشندگان شہر ناگور نے اس کا اعتراف کیا ہے اور اس کی شہادت دی ہے کہ حضرت ناصر الاسلام والمسلمین محی الملت والدین سید عبدالوہاب سیف الدین اکبر و حضرت سید عبدالقادر ثانی قدس اللہ اسرارہما کے روضہ متبرکہ اور حضرت غوث الثقلین قطب ربانی محی الدین عبدالقادر جیلانی کی گیارہویں شریف کے موقع سے ۱۱ ربیع الثانی کو جس قدر روشنی اور چراغاں یہاں ہوتا ہے ویسا نہ کہیں دیکھا ہے اور نہ ہی سنا ہے اور اپنے بزرگوں سے بھی یہی سنتے چلے آئے ہیں۔

تاریخ ۷ رجمادی الاول ۱۲۴۷ھ

دستخط کنندگان:

مہتر فرض اللہ
مہتر عیسیٰ
مہتر عبدالشکور
مہتر نور محمد وغیرہ

والله المستعان

محضر نامہ بابت قریہ جاگیر

اس محضر نامہ سے جتنا کچھ سمجھ میں آرہا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ
حضرت خواجہ بخش احمد علی پیرزادہ قادری اولاد حضرت محبوب سبحانی علیہ الرحمۃ والرضوان نے علاقہ ناگور کے مہاراجہ صاحب بہادر کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا جس میں لکھا کہ ظاہری معاش کے لئے اس فقیر کے نام کوئی بستی خاص کی جائے اور اس بستی سے حاصل ہونے والی آمدنی مجھے عطا کی جائے۔ اس درخواست کا آغاز صاحب بہادر کے آداب والقاب سے کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"خانصاحب عالی مرتبت والا شان ذی المجد والاحسان، کریم الخلق، عمیم الامتنان، رفیع القدر، منیع الرکان، منہل فیض وافضال، منبع لطف واجلال، عالی جاہ رفیع جائیگاہ...... کریم مجسم، سرچشمۂ خورانم، خانصاحب والامناقب...... قاسم ارزاق و حکیم علی الاطلاق جل شانہ ہر چند کہ داعی خیر ایک مدت ہوئی کہ اسے آپ کی عنایات حاصل نہ ہو سکیں۔ حالانکہ صورتحال یہ ہے کہ آپ کی ثنا میں ہمیشہ زبان رطب اللسان رہتی ہے۔

مقیداں تو از ذکر غیر خاموشند ______ بحاطریکہ توئی دیگراں فراموشند

آپ کی یاد سے کبھی بھی میرا ذہن و دماغ خالی نہیں رہتا۔ طبیعت ٹھیک ہو یا ناساز ہر محفل و ہر مکان میں آپ کی یادگرامی قدر سے زبان عجز ترجمان کی زیب و زینت بنائے رکھتے ہیں آپ کی روز افزوں ترقی اور ارتقاء سے رب العباد کی بارگاہ میں ہزارہا شکر ادا کرتے ہیں اور یہ درخواست کرتے ہیں کہ مہاراجہ صاحب بہادر ظاہری معاش کے لئے دو نیم قریہ جاگیر احقر کے نام مقرر فرمائیں۔

آخری حصہ میں دعائیہ کلمات ہیں اور ارکان حکومت سے وابستہ کچھ لوگوں کا ذکر ہے۔

دستاویز (ناقص الطرفین)

یہ دستاویز ناقص الطرفین ہے جو کچھ اس میں درج ہے اس کا ماحصل ذیل میں دیا جا رہا ہے۔

"وافیات اسعدالساعات، شیخ الشیوخ العالم، والاولیاء، زبدة الاتقیاء، نتیجة الاصفیاء، برهان الکبراء، تاج النقباء، شیخ خلیل سلطان آنجا قادری حضرت کی درگاہ کے مقبول و محبوب ہیں۔ شیخ مذکور حضرت کی اولاد میں سے ہیں جس وقت کہ اسلام شاہ کا وصال ہوا تو بادشاہت اور سات ملک کا پرچم حضرت غوث الثقلین قطب الاقطاب غوث الصمدانی و قطب ربانی اور حضرت خواجہ معین الحق والشرع والدین کے حکم سے حضرت کے غلاموں کو عطا ہوا۔ جس کی بشارت حضرت خلیل نے حضرت کے غلاموں کو دی اس بات کو ہوئے چودہ سال کا عرصہ ہو گیا ہے وہ بادشاہت کر رہا ہے ملکوں کا فاتح ہے اور ابھی ترقی جاری ہے۔

نقل پروانہ نواب عابد خاں

(سنہ ۱۰ جلوس)

یہ دستاویز نواب عابد خاں صوبہ حضرت اجمیر کے پروانہ کی نقل ہے جس میں اس بات کی وضاحت ہے کہ صاحب ہمت عالی راؤ رائے سنگھ جو شہر ناگور میں ہیں و اچھی طرح جانتے ہیں کہ

سید عیسیٰ شاگرد حافظ معروف ساکن شہر ناگور نے آکر استغاثہ دائر کیا کہ ناگور کی جامع مسجد جو حضرت عبدالقادر ثانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے روضہ سے متصل ہے ایک مدت سے وہ اس میں امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ جس کے عوض سات پیسہ یومیہ انہیں چبوترہ کوتوالی سے اخراجات کے لئے ملتے ہیں اسی میں وہ خوش ہیں اور اپنے کام میں سرگرم ہیں اب عمر نامی ایک۔ شخص ان کی منصب امامت کو غصب کرنا چاہتا ہے اور جو یومیہ آمدنی انہیں ملتی ہے اس کا وہ مالک بننا چاہتا ہے۔ مسجد کے امام حافظ معروف درگاہ کا پروانہ ہاتھ میں لے کر گھوم رہے ہیں انتہائی پریشان ہیں۔

لہٰذا حکم دیا جاتا ہے کہ معاملہ سچ ہے حافظ معروف موجودہ امام برحق ہیں تو انہیں ہی جامع مسجد کی امامت کرنے اور یومیہ زرخ لینے کی اجازت ہے اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہے اور معاملہ وہاں رفع دفع نہ ہو تو طرفین کو حاضر کیا جائے اور اس سلسلے میں کوئی کوتاہی نہ برتی جائے۔

تاریخ ۷ر شعبان المعظم سنہ ۱۰ جلوس

ایک دستاویزی تحریر

اس تحریر میں ان اختلافات کا ذکر ہے جو حضرت سیدنا خلیل اللہ کے دور سے درگاہ بڑے پیر ناگور میں شروع ہوا اس اختلاف کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

"حضرت سید عبدالقادر ثانی اور ان کے فرزند حضرت سیدنا عبدالرزاق دونوں ولی کامل بزرگ گزرے ہیں، اور ان دونوں حضرات کا مزار مقدس درگاہ بڑے پیر میں ایک گنبد کے اندر ہے۔ سمت مغرب حضرت سیدنا شاہ عبدالقادر ثانی اور سمت مشرق حضرت سیدنا شاہ عبدالرزاق کا مزار پُر انوار ہے۔ حضرت سیدنا عبدالرزاق سے ایک فرزند متولد ہوئے جن کا نام حضرت سید حامد گنج بخش علیہ الرحمہ تھا ان کی ولایت اور کرامات کا اعتراف اہل زمانہ کو تھا۔ ان کا مزار مقدس اوچہ لاہور میں ہے۔ ان کے تین فرزند تھے۔ (۱) سید موسیٰ (۲) سید عبداللہ (۳) سید خلیل اللہ۔ یہ تینوں حضرات ولایت کے عظیم منصب پر فائز تھے۔ اول الذکر دونوں صاحبزادے اوچہ میں آرام فرما ہیں۔ اور تیسرے فرزند حضرت سیدنا خلیل اللہ مرضی خدا اور اپنے جد بزرگوار کی اجازت سے حضرت سیدنا سیف الدین اکبر عبدالوہاب علیہ الرحمہ کے مزار مقدس کی خدمت کرنے کی نیت سے ناگور راجستھان آگئے۔ چند سال وہ یہاں سکون واطمینان سے گزارے ہوں گے کہ حاسدین کو دیکھ کر نہ رہا گیا اور چند لوگ مل کر ان کو درگاہ سے بے دخل کرنے کی تیاریوں میں لگ گئے۔ ملک جلیل عباسی، شیخان اولاد پیر ظہیر، ابوالفضل، فیضی سب نے اکٹھا ہو کر عہد وپیمان لیا اور اکبر اعظم کی خدمت میں اکبر آباد (آگرہ) پہنچے وہاں ان لوگوں نے سیدنا خلیل اللہ کے خلاف خوب

اِدھر اُدھر کی باتیں کیں مگر کامیابی نہ مل سکی۔ جب بادشاہ کو ان لوگوں کے جھوٹ اور سازش کا علم ہو گیا تو اس نے ان کو طوق و سلاسل میں جکڑ کر قلعہ گوالیار میں ڈال دیا یہ لوگ پورے تین سال قلعہ گوالیار میں رہے پھر ان لوگوں کو سلطان کی طرف سے قتل کا فرمان جاری ہوا۔ جب اس فرمان کی خبر سیدنا خلیل اللہ کو ہوئی تو بحیثیت انسان انہیں اپنے حاسدین پر ترس آیا اکبر آباد گئے اور رحم و کرم کا مظاہر فرماتے ہوئے ان تمام حاسدین کو قتل سے رہائی دلائی۔ وہ تمام حاسدین اپنی اس افترا پردازی پر بہت نادم ہوئے۔ شرم و عار کے باعث صوفی صاحب (علیہ الرحمہ) کی اولاد شہر کالپی چلی گئی۔ ناگور لوٹ کر واپس ہی نہیں آئے اس وقت جو لوگ ناگور میں ہیں اور اپنے کو صوفی حمید الدین ناگوری علیہ الرحمۃ کی اولاد بتاتے ہیں وہ دراصل صوفی صاحب کی اولاد نہیں بلکہ وہ ان کی اولاد ہیں جو بطور خدام اور منذور، جاروب کشی اور دیگر خدمت کے لئے ان کی درگاہ میں تھے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ سچا انسان نجات پا جاتا ہے اور جھوٹا انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔

سیدنا خلیل اللہ اپنے حاسدین اور دشمنوں پر غلبہ فتح حاصل کرنے کے بعد ناگور آئے اور اپنے فرزند سید محمد کو ناگور میں مسند سجادگی پر رونق افروز کر کے خود اوچہ لاہور چلے گئے وہیں ان کا وصال ہو گیا۔ ایک چینی سبز گنبد مین ان کا مزار مقدس ہے۔

ان کے فرزند سید محمد نے مسند سجادگی کو زینت بخشی ان کی اولاد شہر ناگور میں ہے اور فیوض و برکات کا یہ سلسلہ تادم تحریر جاری ہے۔

فرمان حضرت صوبہ دارالخیر اجمیر

(سنہ ۱۰ جلوس)

عزت آثار رکنا تھ سنگھ کو معلوم ہو کہ سیادت پناہ حقائق و معارف آگاہ سید حامد کے خدام آئے اور انہوں نے بتایا کہ قاضی محمد صادق اور دوست محمد نے اس مکان کو مسمار کر دیا ہے جس میں سید حامد سکونت پذیر ہیں اور ان سے بلاوجہ مزاحمت کر رہے ہیں اور اگر واقعہ درست ہے جیسا کہ سننے میں آیا ہے ویسا ہی ہے تو انہیں دارالخیر اجمیر کی عدالت میں بھیجا جائے تاکہ شریعت حقہ کی روشنی میں حقدار کو حق پہنچ سکے۔

تاریخ ۷ ارذی الحجہ ۱۵ھ

فرمان عنایت خاں جیو

یہ فرمان اقبال جلال پناہ حشمت و شوکت دستگاہ عنایت خاں جیو کا ہے جو انہوں نے عالی مرتبت اندر سنگھ کو لکھا ہے کہ قدوۃ السالکین حضرت سیدنا شاہ عبدالوہاب سیف الدین قدس سرہ کے خانوادہ سے ان کے پوتے سید حامد میرے پاس آئے اور یہ بیان دیا کہ چار تنکہ یومیہ خرچ کے لیے سرکار ناگور سے ہمیں ملتا تھا اور یہ سلسلہ ایک زمانہ سے جاری ہے اس سلسلے میں تحریری دستاویز بھی ہمارے پاس موجود ہے لیکن چند سالوں سے کچھ شرپسندوں کی مداخلت کے باعث یہ رقم ملنی بند ہو گئی ہے جو سند ان کے پاس موجود ہے اس پر مناسب کارروائی کی جائے اور محکمہ سرکار ناگور سے جو حصہ اس خانوادہ کو ملتا تھا اس کو یومیہ خرچ کے لئے جاری کیا جائے۔"

تاریخ ۶ر شوال المکرم ۲۹ھ

من ابتدای در عهد دولت
خان الاعظم و خاقان المعظم

دستاویز بابت تعمیر مسجد

یہ دستاویز درگاہ حضرت بڑے پیر ناگور میں جو مسجد ہے اس کی باضابطہ تعمیر سے متعلق ہے اس میں لکھا ہے کہ

"اس مسجد و روضہ کی بنیاد دولت خاں اعظم خاقان المعظم خاں فیروز صالح خاں کے عہد میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی توفیق سے حضرت شاہ عبدالقادر ثانی کے ہاتھوں ۱۰ رجب المرجب ۷۰۶ھ کو رکھی گئی۔"

اس دستاویز میں یہ بھی درج ہے کہ

"قلعہ کلاں ناگور، روضۂ متبرکہ حضرت قطب الاقطاب میر سید عبدالقادر ثانی و سید عبدالرزاق قدس سرہما اور جامع مسجد، شمس تالاب، آبادی شہر، دین اسلام کو غلبہ اور پرچم اسلام کو سرفرازی حضرت سید عبدالقادر ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ہوئی۔ شہر ناگور میں اسلام کو جو سربلندی اس وقت حاصل ہوئی وہ تادم تحریر جاری ہے۔ آج سے چار سو سات سال قبل حضرت عبدالقادر ثانی اپنے مرید شمس خاں کے عہد میں تشریف لائے ناگور میں وصال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے کسی نے آپ کے روضہ مقدسہ کی تعمیر سے متعلق تاریخ قطعہ ان الفاظ میں لکھا ہے۔

بناشد روضہ قادر مقدس بدور خاں الاعظم شاہ شمس
اگر تاریخ پرسید آنکہ چوں بود زہجرت ہفصد و ہشتاد و نہ بود

اس دستاویز کے حواشی میں جو عبارت درج ہے وہ دراصل حضرت سیدنا عبدالقادر ثانی علیہ الرحمہ کے روضہ کی تعریف و توصیف میں نظم ہے جسے بعینہ ذیل میں نقل کیا جارہا ہے

دستاویز بابت قبضۂ زمین

اس دستاویز میں نصف صفحہ پر مہاراجہ صاحب مدظلہ العالی (ناگور) کے آداب والقاب اور فضائل و کمالات کا ذکر ہے اس کے بعد لکھا ہے کہ

"حقائق و معارف آگاہ سید محمد فاضل و سید احمد جو غوث الثقلین پیر دستگیر حضرت میراں محی الدین صاحب قدس سرہ کی اولاد میں سے ہیں اور باپ دادا سے ناگور میں رہ رہے ہیں۔ ناگور کے بعض شرپسند لوگ جو روضہ مبارکہ کی زمین پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ان کو اس کام سے باز رکھا جائے اور سید محمد فاضل اور ان کی اولاد کو ہر طرح کی سہولیات بہم پہنچائی جائیں۔ شرپسند عناصر کی سرزنش کی جائے انہیں بے جا مداخلت کرنے سے روکا جائے۔

اس دستاویز کے آخری صفحہ میں مہاراجہ کے اوصاف و محامد اور ترقی اور اقبال مندی کے تعلق سے نیک خواہشات کا اظہار ہے۔

دستاویز بابت نذر و نیاز

یہ دستاویز بھی آستانہ حضرت سیدنا عبدالوہاب علیہ الرحمۃ والرضوان کی نذر و نیاز کے بٹوارہ سے متعلق ہے چونکہ یہ دستاویز اردو زبان میں غیر واضح ہے اس لیے جس قدر پڑھا جاسکا ہے نقل کیا جارہا ہے۔

''ہم مدعیان مسمی سید عبدالقادر عرف قادر بخش و سید الٰہی بخش و سید محمود و سید غلام رسول و سید شفیع الدین و سید محمود استشہاد چاہتے ہیں۔ ہم برادران جدی اپنوں سے اوپر اس معنی کے کہ حصہ پانچواں ہمارے دادا حقیقی سید محمد عیسٰی صاحب مرحوم کا جو .... نذر و نیاز درگاہ سید عبدالوہاب اور سید عبدالقادر ثانی واقع بلدہ ناگور علاقہ جودھپور اور ان کی اولاد کو پہنچتا ہے اور وہی حصہ مذکور مسمی سیدنا نوونا تھو مدعی علیہما از راہ تعدی اور ظلم کے کھاتے ہیں اور ہم کو نہیں دیتے، سو......... تمام برادر......... ہو کر واقف ہیں از روئے صدق اور راستی کے نہیں دیتے ہیں سو جمیع برادران اس محضر پر مہر اور دستخط اپنے..... کر دیں۔

ہم مدعیان مسمی سید عبدالقادر عرف قادر بخش.......................

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلي ونسلم

دستاویز بابت مزارات مقدسہ۔

یہ وہ توصیلی دستاویز ہے جسے خانوادہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے چشم وچراغ حضرت سید محمد بن سید محمد بن ابراہیم بغدادی نے اپنے سفر ناگور کے دوران آستانہ حضرت سیدنا عبدالوہاب قادری فرزند شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی کے سجادہ نشین حضرت سید حسن علی کو دی تھیں، جس میں اس بات کی تائید ہے کہ حضرت سید حسن علی سادات سے ہیں اور ان کا شجرۂ نسب صاحب آستانہ کے واسطے سے حضرت غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ سے ملتا ہے اور انہوں نے اس بات پر خفگی کا اظہار کیا ہے کہ بعض اہل ناگور کیوں اس قبر انور کے منکر ہیں حالانکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ سیادت کے انوار و تجلیات سے ان کی قبریں روشن وضیا بار ہیں۔"
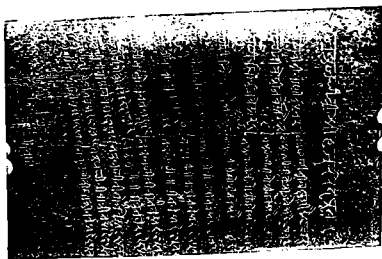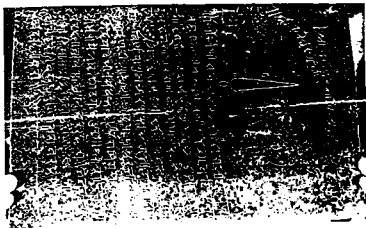
فرمان راجہ جودھپور ۱۸۹۴ء

پائے تخت گڑھ جودھ پور کے راجہ کا راجستھانی زبان میں فرمان ہے جس کا من و عن ترجمہ ذیل میں دیا جارہا ہے۔

سری جالندھر ناتھ جی

سری جالندھر ناتھ جی

سوروپ سری راج راجیشور مہاراج دھیراج مہاراجہ سری مان سنگھ جی، معلوم ہوا کہ ناگور کے پیرزادہ سید احمد علی خواجہ بخش کو ناگور گاؤں جاکھن پرگنہ کھیں پالار کھہ (معاوضہ) ۲۰۰۰ (دو ہزار) میں نے سموت (ہندی وکرم سنہ) ۱۸۹۴ء فصل ساون کی دوبارہ معنی میں تامباپتر (تانبہ کی تختی پر) دیا ہے۔ لہٰذا ان کی آل اولاد حاصل کرتی رہے گی اور دربار کو دعا دے گی۔ سموت ۱۸۹۴ء کا مہینہ منگسر بکر ۶ر

مقام پائے تخت گڑھ جودھپور

نوٹ: اس کے علاوہ کچھ اسلوک (ہندی اشعار) درج ہیں جس کا ترجمہ موقع کی مناسبت سے غیر ضروری سمجھا گیا۔

خسرہ آراضی خانقاہ

قطب الہند سیدنا عبدالوہاب جیلانی

علیہ الرحمۃ والرضوان

"ضلع ناگور کی کچہری میں آستانہ سیدنا عبدالوہاب قادری علیہ الرحمۃ والرضوان اوراس سے متعلق جو آراضی ہے اس کا ذکر موجود ہے۔
تکیہ خانقاہ سیدنا عبدالوہاب خسرہ نمبر ۱۲۸/۲ کی نقل جو کھیوٹ کھتونی موضع ناگور پرگنہ ریاست جودھپور ملک مارواڑ سمت ۱۹۵۲ء کا ہے حاصل کی گئی ہے اس کا عکس دیا گیا ہے جس میں آستانہ کے تعلق سے تمام ضروری تفصیل درج ہے۔

باب پنجم

کتابیات

مآخذ

مخطوطات (۱)

جواہر الاعمال	یوسف	مملوکہ راقم السطور
خلاصۃ الامور	سید احمد علی	مملوکہ راقم السطور

رسالہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی مرید شیخ نصیر الدین چراغ دہلی
مملوکہ سنٹرل لائبریری
جامعہ ہمدرد

عین القلوب العارفین محمد یوسف البخاری البارانی مملوکہ راقم السطور

محبوب المعانی در کشف تنزلات رحمانی ـــــ محمد صادق لطفی قادری
مملوکہ راقم السطور

مطبوعات

آئینۂ اودھ	سید ابوالحسن مانکپوری	کانپور	۱۳۰۴ھ
اخبار الاخیار	شیخ عبدالحق دہلوی	مطبع محمدی دہلی	۱۲۸۳ھ
اذکار طیبہ	شاہ انیس احمد	مطبوعہ	ب، ت
اسلام کا ہندوستانی تہذیب پر اثر، تاراچند		دہلی	۱۹۶۲ء
افاضات حمید	قاضی رحمٰن بخش	درگاہ رحل شریف	۱۹۹۶ء
اقتباس الانوار	شیخ محمد اکرم	مطبع اسلامیہ لاہور	ب، ت

۱۔ راقم السطور کے پاس ان مخطوطات کا [illegible]

انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ	شاہ ولی اللہ	دہلی	۱۳۱۱ھ
انوار العارفین	محمد عابد میاں	دہلی	۱۳۵۵ھ
ائمۃ الہدیٰ	سید انوار الرحمٰن بسمل	آگرہ	۱۳۳۸ھ
بڑی سوانح عمری	محمد حافظ اللہ	دہلی	۱۹۰۴ء
بصائر	سید لیاقت حسین	حیدر آباد	۱۹۷۰ء
تاریخ جامع الشیخ، عبد القادر جیلانی، عبد الرحمٰن الحنفی		مطبوعہ	۱۹۴۴ء
تاریخ دعوت و عزیمت	ابو الحسن علی ندوی	لکھنؤ	۱۹۹۲ء
تاریخ زاد الاعوان	نور الدین	مطبوعہ	ب،ت
تاریخ سلسلہ فردوسیہ	محمد معین دردائی	گیا	۱۹۶۲ء
تاریخ مشائخ چشت	خلیق احمد نظامی	دہلی	۱۹۵۳ء
تاریخ مشائخ قادریہ رضویہ	عبد المجتبیٰ نیپالی	دہلی	۱۹۸۹ء
تحفۃ الابرار	مرزا آفتاب بیگ	دہلی	۱۳۳۳ھ
تذکرہ اولیائے ہند	مرزا احمد اختر	دہلی	ب،ت
تذکرہ حسینی	شاہ محمد علی حیدر قلندر	لکھنؤ	۱۳۶۰ھ
تذکرۃ السلوک	نامعلوم	مطبوعہ	ب،ت
تذکرۃ سیدنا عبد الوہاب (ہندی)	سید ذو الفقار علی	ناگور	۱۹۹۴ء
تذکرۃ الکرام تاریخ خلفائے اسلام	شاہ محمد کبیر داناپوری	لکھنؤ	۱۹۳۰ء
تصوف اور شاعری	صفی حیدر	لاہور	۱۹۴۸ء
تعلیم غوثیہ	گل حسن	طبع ثانی کراچی	۱۹۷۶ء
تفہیمات الٰہیہ	شاہ ولی اللہ، مطبع احمدیہ	دریبہ کلاں، دہلی	ب۔ت
تقویم تاریخی	عبد القدوس ہاشمی	اسلام آباد	۱۹۸۷ء
جادۂ عرفاں	طیب ابدالی	مطبوعہ	ب۔ت

حدائق بخشش	مولانا احمد رضا قادری	کراچی	۱۹۸۹ء
حدیقۃ الاولیاء	مفتی غلام سرور	لاہور	۱۹۷۶ء
حقیقت گلزار صابری	محمد حسن صابری	رامپور	۱۹۵۷ء
خزینۃ الاصفیاء	مفتی غلام سرور	لاہور	۱۲۸۴ھ
خزینۃ الاصفیاء	مفتی غلام سرور	کانپور	۱۸۹۴ء
دیوان قمر	سید یٰسین علی قمر	آگرہ	۱۳۷۲ھ
ردالکاذبین ودلیل الصادقین	محمد رحمت اللہ رونق	دہلی	۱۹۹۶ء
رود کوثر	شیخ محمد اکرم	لاہور	۱۹۷۹ء
ریاض المرتاض	نواب صدیق حسن	بھوپال	۱۲۹۷ھ
سفینۃ الاولیاء	داراشکوہ	آگرہ	۱۸۵۳ء
سید الہند اور آپ کا اسلامی مشن،	فضل الحق	بنارس	۱۹۸۲ء
سیر الاقطاب	حضرت الہدیہ چشتی	لکھنؤ	۱۹۱۳ء
سیر پنجاب	سر کشن پرشاد	علی گڑھ	۱۹۲۳ء
سیر وسفر	سر کشن پرشاد	دکن	۱۹۱۸ء
سیر العارفین	جمالی بن فضل اللہ سہروردی،	مطبع رضوی دہلی	ب۔ت
شہرۂ آفاق	نور الحسن	مطبوعہ	۱۳۲۰ھ
طبقات الصوفیہ	عبداللہ انصاری	تہران	۱۳۴۶ھ
علم تصوف کی تعریف	نامعلوم	مطبوعہ	ب،ت
علماء العرب فی شبہۃ القارۃ	شیخ ابراہیم السامرائی	بغداد	۱۹۸۶ء
الغزالی	شبلی نعمانی،	اعظم گڑھ	۱۹۵۶ء
فتوح الغیب	شیخ عبدالقادر جیلانی	لاہور	۱۲۸۳ھ
قصیدۂ غوثیہ	عنصر صابری	دہلی	ب،ت
قلائدالجواہر	محمد یحییٰ	دہلی	۱۹۸۹ء

کارنامہ راجپوتانہ	نجم الغنی خاں	بریلی	ب،ت
کفرستان ہند کے تین ولی	شریف احمد مراد	دہلی	ب،ت
کشف المحجوب	شیخ علی ہجویری	مطبوعہ	۱۹۷۸ء
کشف المحجوب	شیخ علی ہجویری	دہلی	۱۹۸۸ء
کلیات سعدی	شیخ سعدی، دارالحکومت	کلکتہ	۱۷۹۱ء
گلزار ابرار	غوثی شطاری	لاہور	۱۳۹۵ھ
ماہتاب اجمیر	انتظام اللہ شہابی	آگرہ	ب،ت
مرأة الجنان	عفیف الدین یافعی	حیدرآباد	۱۳۳۸ھ
مرأة الزمان	سبط ابن الجوزی	حیدرآباد	۱۹۵۱ھ
مرأة الکونین	غلام نبی احمد فردوسی	دہلی	۱۹۹۰ء
مردان خدا	ضیاء علی قادری	دہلی	۱۹۹۰ء
مرقاة المفاتیح	ملا علی قاری، اصح المطابع	بمبئی	ب۔ت
مسالک السالکین	محمد عبدالستار بیگ سہرامی، آگرہ		ب،ت
مصارع العشاق	جعفر السراج البغدادی	قسطنطنیہ	ب،ت
مطالعہ اسلامیات	حسن واصف عثمانی	الہ آباد	۱۹۸۷ء
معین الارواح	خادم حسن زبیری	آگرہ	۱۹۵۳ء
مناقب محمدیہ	شیخ علی شیرازی	لاہور	۱۳۴۰ھ
نفحات الانس	مولانا عبدالرحمٰن جامی	لکھنؤ	۱۹۱۵ء
نقد ملفوظات	نثار احمد فاروقی	لاہور	۱۹۸۹ء

رسائل ومجلات

آستانہ	دہلی
اسلام اور عصر جدید	دہلی

اعلیٰ حضرت	بریلی
برہان	دہلی
تعمیر حیات	لکھنؤ
ذوق نظر	حیدر آباد
راہ اسلام	دہلی
سنی دنیا	بریلی
فکر و نظر	اسلام آباد
معارف	اعظم گڑھ
منہاج القرآن	لاہور

آخری وصیت

قطب ربانی، محبوب سبحانی حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان نے مرض الموت کے دوران اپنے بڑے فرزند قطب الہند حضرت شیخ عبدالوہاب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا:

"بیٹا تمہارے لئے تقویٰ بڑی چیز ہے، ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہو، خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرو، اور نہ ہی اس کے سوا کسی سے امید رکھو، اپنی تمام ضروریات اللہ کے سپرد کردو، صرف اس پر بھروسہ رکھو اور سب کچھ اسی سے مانگو، خدا کے سوا کسی پر اعتماد اور بھروسہ نہ کرو، توحید اختیار کرو کیوں کہ توحید پر سب کا اجماع ہے۔

جب دل کا معاملہ خدا کے ساتھ درست ہوتا ہے تو اس سے کوئی شے جدا نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی چیز اس سے نکل کر باہر جاتی ہے۔

فتوح الغیب، ص ۳۱۰

سلام بہ بارگاہ غوث الانام

اے شہِ بغداد، اے محبوبِ سبحانی سلام
راحتِ جانِ علی، اے شیرِ یزدانی سلام

مخزنِ اسرارِ فطرت، شمعِ ایمانی سلام
سرِ وحدت، روحِ وحدت، غوثِ صمدانی سلام

جوہرِ ہر آئینہ انوارِ ربانی سلام
شاہدِ ہر جلوۂ معراجِ انسانی سلام

تاجدارِ دینِ احمد، مرتضیٰ ثانی سلام
دستگیرِ بے کساں، اے پیرِ لاثانی سلام

دور ہے، مہجور ہے، لیکن تمہارا یہ غلام
پیش کرتا ہے ادب سے غوثِ جیلانی سلام

☆☆☆